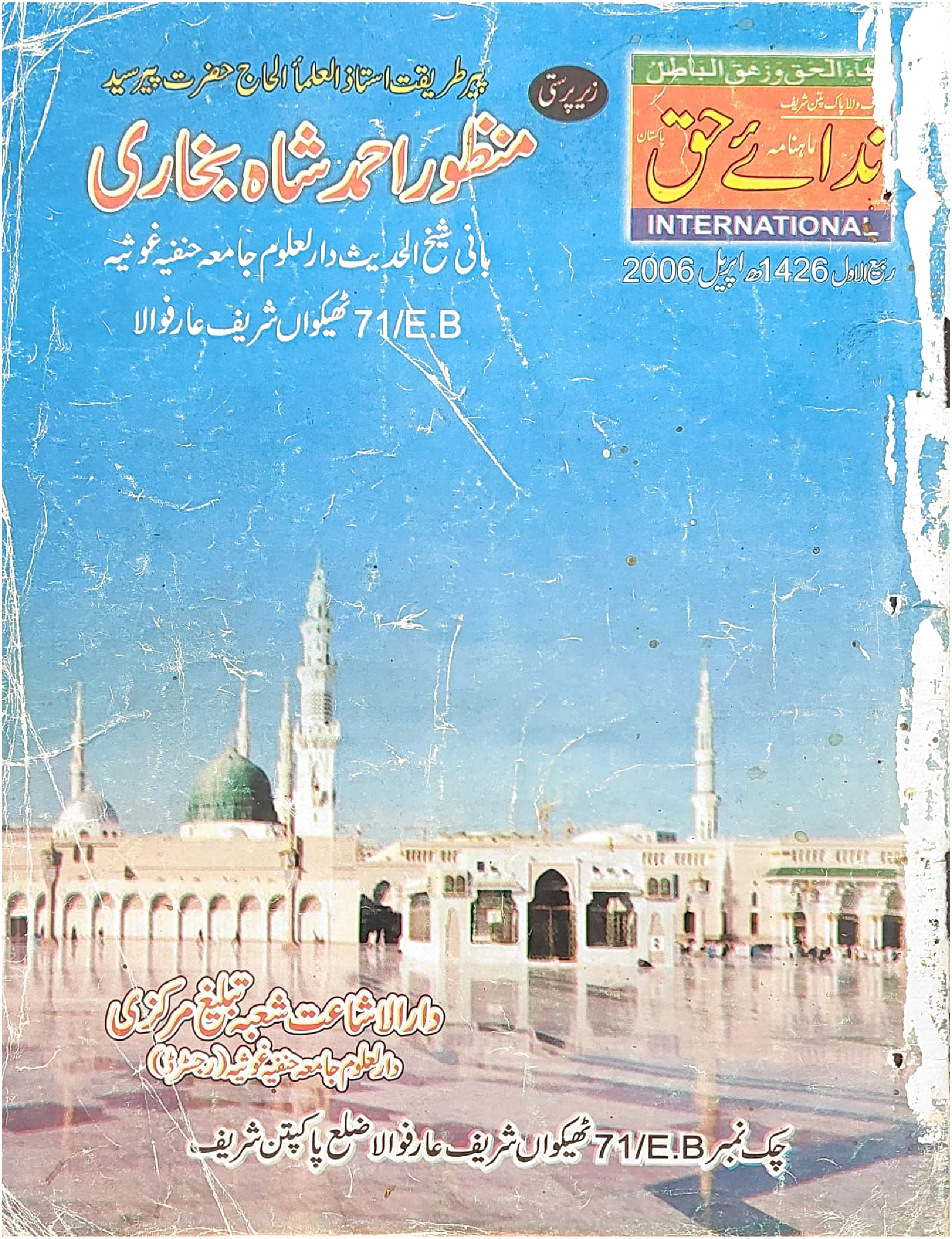

جاء الحق وزهق الباطل
والا پاک پتن شریف
ماہنامہ
# ندائے حق
پاکستان
INTERNATIONAL
ربیع الاول 1426ھ اپریل 2006

زیر پرستی

پیر طریقت استاذ العلماء الحاج حضرت پیر سید

## منظور احمد شاہ بخاری

بانی شیخ الحدیث دار العلوم جامعہ حنفیہ غوثیہ

71/E.B ٹھیکواں شریف عارفوالا

## دار الاشاعت شعبہ تبلیغ مرکزی

دار العلوم جامعہ حنفیہ غوثیہ (رجسٹرڈ)

چک نمبر 71/E.B ٹھیکواں شریف عارفوالا ضلع پاکپتن شریف

Scanned with CamScanner

# ندائے حق
INTERNATIONAL

زیر سرپرستی

یکے از مطبوعات

پیر طریقت اُستاذ العلماء الحاج

حضرت پیر سید

## منظور احمد شاہ بخاری

بانی و شیخ الحدیث دارالعلوم حنفیہ غوثیہ (رجسٹرڈ) عارفوالا

جلد نمبر 02 ربیع الاول شریف ۱۴۲۷ھ اپریل 2006ء شمارہ نمبر 09

| مدیر | نائب مدیر | معاون مدیر |
|---|---|---|
| پیر سید خلیل الرحمن بخاری | میجر (ر) بشیر حسین قادری | حافظ محمد اکرم راشد ایم۔اے |

**مجلس مشاورت**

حضرت علامہ مولانا حافظ بشیر احمد فردوسی بوریوالا

علامہ قاری محمد اشرف قادری

حافظ محمد یونس قادری بہاول نگر

**خصوصی معاون**

جناب حاجی بشارت علی صاحب

فرانس

**مجلس معاونین**

چوہدری احمد رضا سلطان صاحب ساہیوال

جناب الحاج رانا ذوالفقار علی خاں صاحب عارفوالا

خرم نصیر قادری صاحب کراچی

حاجی زبیر احمد صاحب لاہور

ممبر شپ فیس: 100 — 10 روپے ماہانہ — بمعہ عام ڈاک خرچ 15 روپے

**مقام اشاعت:**

شعبہ تبلیغ مرکزی دارالعلوم جامعہ حنفیہ غوثیہ (رجسٹرڈ)

ٹھیکواں شریف عارف والا ۔فون: 0457-33192-34192

**ملنے کا پتہ**

جامعہ حنفیہ غوثیہ عقب شفاخانہ حیوانات عارفوالا

فون 0457.35192

کمپوزنگ: جامعہ حنفیہ غوثیہ عارف والہ

# حسن ترتیب

1 — حمد — مراسلہ قاری محمد رفیق فیضی
2 — نعت — مراسلہ قاری محمد رفیق فیضی
3 — اداریہ — محمد انور سعیدی
5 — درس قرآن — مولانا مفتی محمد حسین
8 — سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم — مولانا غلام حسن قادری
16 — محفل عید میلاد النبی — ڈاکٹر محمد اقبالؒ
19 — اسم اعظم — سید خلیل الرحمان شاہ بخاری
24 — توبہ کی فضیلت — حضرت امام احمد غزالیؒ
28 — دعا — الحاج رانا ذوالفقار علی خاں
31 — سلام وقیام — پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
35 — غیبت کی تباہ کاریاں — عبدالغفور قادری
37 — بے اولادی — حکیم محمد قاسم

# حمد باری تعالیٰ

کوئی خدا نہیں میرا تیرے سوا یا رب — ہے تو ہی خالق و معبود کبریا یا رب
تو ہی ازل سے خدا اور ابد بھی ہے — ہر اک ذات ہے فانی تیرے سوا یا رب
تیرا کرم تیری عظمت بزرگی و رفعت — بشر کے فہم و گمان سے بھی ہے ورا یا رب
بجا ہے تجھ کو تکبر کہ لاشریک ہے تو — کہ تیری ذات ہے لاریب کبریا یا رب
جسے ہو شک تیری وحدانیت پہ کافر ہے — ہے تیری شان ہر اک شان سے جدا یا رب
تو کیا ہے کب سے ہے کیسا ہے کس جا ہے — یہ بھید اہل جہان پر نہ کھل سکا یا رب
یہ تیری شان کرم ہے اپنے بندوں پر — جو چاہا جس کو وہ تو عطا کیا یا رب
ہے علم غیب تیری ذات تک محدود — یا اس کو علم ہے تو جسے دیا یا رب
جو راہ تیرے نبی نے ہم کو بتائی ہے — اسی صراط پر ہم کر صدا چلا یا رب
وہ ہم سے کام لے جس میں ہو تیری خوشنودی — برائیوں سے ہمیں ہمیشہ بچا یا رب
زبان وہ ہے جو تیرے ذکر میں رہے مصروف — وہ قلب دے جو تجھی پر رہے یا رب
نصیب ہو ہمیں خدمت تیرے غلاموں کی — انہیں کے ساتھ ہمیں حشر میں اٹھانا یا رب

نوازا اپنے کرم سے دل سکندر کو
تجھے شفیع دو عالم کو واسطہ یا رب

۔۔۔۔۔۔مراسلہ (قاری محمد رفیق فیضی مدرس شعبہ تدریس)۔۔۔۔۔

# نعت شریف

اگر ہوتا نہ طیبہ دیکھنے کو
تو پھر دنیا میں کیا تھا دیکھنے کو

نہ لپکو ہر تماشہ دیکھنے کو
نظر مانگو وہ جلوہ دیکھنے کو

وہ جس نے دیکھا ہے اک بار طیبہ
تڑپتا ہے دوبارہ دیکھنے کو

نم رحمت نے دھویا ایسا دامن
رہا دھبہ نہ دیکھنے کو

ترستی ہیں الٰہی میری آنکھیں
محمد ﷺ کا مدینہ دیکھنے کو

شب اسریٰ محمد ﷺ کو بلایا
خدا نے اپنا جلوہ دیکھنے کو

نظر آئے یہاں بیٹھے مدینہ
وہ آنکھیں دے خدایا دیکھنے کو

چلا تھا نور سے جب نور ملنے
زمانہ رک گیا تھا دیکھنے کو

ہلال گنبد خصرا سے پہلے
نہ ملتا تھا اجالا دیکھنے کو

۔۔۔۔۔۔مراسلہ (قاری محمد رفیق فیضی مدرس شعبہ تجوید)۔۔۔۔۔۔

# اداریہ

## انقلاب مصطفوی ﷺ اور ہم

تحریر: محمد انور سعیدی

اگر چہ ظلمت شب میں ستاروں کا وجود ایک راہ رہ منزل کیلیے سامان رشدِ ہدایت تو ہوتا ہے مگر آفتاب عالمتاب کی طرح اس کے سامنے رستوں کے پیچوں خم اور کائنات کے مناظر ایک کھلی کتاب کی طرح نہیں لاسکتا، بعنیہ خاتم المرسلین ﷺ کی آمد سے پہلے تشریف لانے والے انبیاء کرام نشان منزل تو بنے مگر اسلام کی حقانیت کو شرح بساط کے ساتھ آپ ہی نے ثابت کیا اور اسے ایک آفاقی رنگ دیا، جس میں نہ تو رنگ و نسل کی کوئی تمیز تھی، نہ عرب و عجم کا کوئی حوالہ تھا اور نہ حسب و نسب ہی وجہ امتیاز بنا بلکہ پوری انسانیت کو ایک کلمہِ توحید کی بنیاد پر ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا گیا۔

انسانیت کے اس محسن اعظم نے دنیا میں میزان عدل قائم کی، معاشرے کے کمزور اور پسے ہوئے افراد و طبقات کو ان کا جائز مقام دلایا اور ہر ایک کے حقوق فرائض کی تقسیم اس طرح کی کہ یہ خطہ ارض گہوارہ امن بن گیا۔ آج اہل دانش حیران ہیں کہ عرب کے اس نبی امی کی تعلیم میں وہ کیا اثر تھا جس نے نوع انسان کی تفریق کے تمام نسلی جغرافیائی، قبائلی اور طبقاتی طلسمات توڑ کر ایک مکمل اور مثالی انقلاب برپا کر دیا۔ انسان اس حقیقت کو فراموش کر چکا تھا کہ وہ ایک بلند ترین ذات کی طرف سے خلیفہ فی الارض ہے اور اسے اپنے خالق و مالک کے احکام و فرامین کے مطابق حیات فانی بسر کر کے ایک حیات جاودانی حاصل کرنی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں اور تاریخ شاہد ہے کہ آپ ﷺ نے نہ صرف زبان و بیان بلکہ طرز عمل سے حسن اخلاق کی تعلیم دی۔ جہالت اور بد تہذیبی کے شکار انسانوں کی اس انداز سے تربیت

فرمائی کہ وہ

زمانے کے امام بن گئے۔صدیوں سے بغض وعداوت کی آگ میں جلنے والوں کو گلزار محبت کے سائے میں لے آئے۔اپنی اولاد کو زندہ درگور کرنے والے درندہ صفت انسانوں کو ایسا دلِ پرنم عطا کیا کہ وہ کائنات کے ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق کو تکلیف دینا گوارا نہیں کرتے تھے۔پرغرور سروں میں عجز وانکساری کی آبیاری کی،خیانت کاروں کو درس امانت دیا اور راہزنوں کو راہبری سکھائی،آج ایک مسلمان کی حثیت سے ہمیں اپنے گریبان میں جھانکنے کی ضرورت ہے۔کیا ہمارا معاشرہ اسلام کی ان اصلاحی تعلیمات کا آئینہ دار ہے یہ معاشرہ جس میں مسلمان کی عزت،اس کے مال اور اس کی جان کی اہمیت اور احترام دیا گیا تھا،اسی میں ڈاکہ،چوری ،اغواء،عصمت دری اور قتل عمد اتنا عام ہو چکا ہے کہ معاشرہ اپنی زبوں حالی پر نوحہ کناں ہے۔

اقوام عالم میں ہمارا مقام صفر ہے۔نہ تو اقوام متحدہ میں ہماری کوئی شنوائی ہوتی ہے اور نہ ہی ہم کشمیر و فلسطین اور عراق،افغانستان کے مسلمانوں کی امداد کر سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے زوال کی بنیادی وجہ قرآن وسنت سے دوری ہے،اگر ہم اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کا تہیہ کر لیں تو ہمیں بھی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح ایک جذبہ کامل،اتحاد و یکجہتی اور نظمِ ملت کی دولت نصیب ہوگی،جو ہمیں تحت الثریٰ سے نکال کر اوج ثریا پر پہنچا دیگا۔

.........................................

Scanned with CamScanner

# درس قرآن

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حسین مدرس جامعہ حنفیہ

## ھدی للمتقین

(ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لیے)

**ھدی**۔ہدایت، راستہ کا علم، منزل پر پہنچنے کی قدرت۔

**متقین**۔ متقی کی جمع، لفظ تقوی اختیار کیا گیا ہے نگہداشت کو کہتے ہیں۔

**متقی**۔وقی، وقایہ سے بنا ہے، معنی ہے حفاظت شریعت میں تقوی اسے کہتے ہیں کہ انسان ان کاموں سے بچے جو اس کے لیے آخرت میں نقصان دہ ہیں آیت کے معنی ہوئے قرآن پاک ان لوگوں کو ہدایت دینے والا ہے، جو پرہیزگار ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے "ان اکرمکم عنداللہ اتقکم" (تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے)

ان اللہ مع الذین ا تقوا۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا۔ ویرزقہ من حیث لایحتسب "(جو شخص اللہ سے ڈرے گا، خدا تعالیٰ اسے ہر مصیبت سے چھٹکارا فرمائے گا، اور اس کو اس طرح رزق دے گا جو اس کے خیال میں بھی نہ آئے)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو شخص چاہتا ہے۔ کہ لوگوں میں عزت حاصل کرے وہ اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے۔

## تعریف تقوی

تقوی کے معنی ہیں، نفس کو خوف کی چیز سے بچانا اور عرف شرع میں ترک ممنوع کر کے نفس کو ہر گناہ سے بچانا حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا متقی وہ ہے، جو شرک و کبائر اور خواہش سے بچے۔ بعض کا قول ہے متقی اسے کہتے ہیں جو اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر نہ

سمجھے

بعض کا قول ہے تقویٰ حرام چیزوں کو ترک اور فرائض کا ادا کرنا ہے۔ بعض کے نزدیک تقوی نام ہے معصیت پر اصرار اور اطاعت پر غرور کا ترک کرنا بعض کے نزدیک یہ ہے کہ بندہ کو اس کو مولی وہاں نہ پائے جہاں اسے منع فرمایا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ تقویٰ حرام سے اجتناب کو کہتے ہیں یہ قول بھی ہے کہ تقوی حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کی پیروی ہے۔ (خازن) ابن مسعودؓ سے سوال ہوا کہ تقوی کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا! تو کسی خاردار وادی سے گزرا ہے۔ عرض کیا ہاں، فرمایا وہاں سے تو کس طرح گزرا عرض کیا اپنے دامن کو کانٹوں سے بچاتا ہوا گزرا، فرمایا ذالک تقوی یہی تقوی ہے۔

بیانات بالا میں لفظی فرق ضرور ہے لیکن معنی کے اعتبار سے باہم مناسبت رکھتے ہیں اور با اعتبار قول مفسر کوئی اختلاف نہیں

## مراتب تقوی

تقوی کے مراتب متعدد ہیں عوام کا تقوی تو یہ ہے کہ ایمان لا کر کفر سے بچا جائے۔ متوسطین کا تقوی یہ ہے کہ امر و نواہی کی اطاعت کی جائے خواص کا تقوی یہ ہے کہ ہر ایسی چیز کو چھوڑ دیں، جو اللہ کی یاد سے غافل کرے (جمل)۔

شاہ صاحب قدس سرہ نے تقوی کی سات اقسام لکھی ہیں 1: کفر سے بچنا یہ ہر مسلمان کو حاصل ہے 2: بد مذہبی سے بچنا یہ ہر سنی خوش عقیدہ کو حاصل ہے 3: ہر کبیرہ سے احتراز کرنا 4: ہر صغیرہ سے بچنا 5: متشبہات سے محترز رہنا 6: شہوات سے اجتناب کرنا 7: غیر اللہ کی طرف التفات نہ کرنا، یہ خواص الخاص کا منصب ہے۔ اور قرآن کریم سات مراتب کا ہادی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن پاک کی ہدایت تو عمومی طریقہ پر ہر ذی عقل کے لیے ہے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم متقی ہو یا غیر متقی۔ تو "ھدی للمتقین" فرما کر متقین ہی کے ساتھ ہدایت کو کیوں خاص کیا گیا؟۔

اس کو جواب یہ ہے کہ متقین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے شرک سے برات ظاہر کی ہو اور یہ معنی مراد لینے کی صورت میں ہدایت متقین ہی کے لیے خاص رہیگی۔ کیونکہ قرآن پاک سے وہی شخص نفع حاصل کر سکتا ہے۔ جو اپنی عقل کو کدروتوں سے صاف کر چکا ہو اور معجزات و نبوت کے دلائل میں غور کر کے ایمان لا چکا ہو۔ اور ایمان کی ضرورت اس لیے کہ قرآن پاک بمنزلہ اس غذا کے ہے جو بقائے صحت کے لیے استعمال کیجائے اور جو غذا بقاء صحت کے لیے استعمال کیجاتی ہے وہ اسی وقت کار آمد ہوتی ہے جبکہ پہلے سے صحت حاصل ہو اور اگر پہلے سے صحت حاصل نہ ہو تو وہ غذا اس کے لیے نقصان دہ ہوگی مثلاً پیچس (اسہال) کا مریض اگر گھی کا

استعمال کریگا تو یہ اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا۔پس ایسے ہی قرآن پاک غذائے صالح ہے اور ایمان اسکے لیے بمنزلہ صحت کے ہے پس جب تک ایمان اور تبری عن الشرک پہلے سے حاصل نہ ہوگا اس وقت تک قرآن اس کے لیے مفید نہیں بلکہ مضر ثابت ہوگا۔جیسا

کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وتنزل من القرآن ماھو شفاء و رحمۃ للموء منین ولا یز ید الظلمین الا خسارا''(یعنی قرآن پاک میں ہم ایسے مضامین نازل فرماتے ہیں جو مومنین کے لیے شفاء روحانی اور رحمت ہیں مگر ظالمین کے لیے صرف خسارہ کا اضافہ کرتے ہیں)

تو اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کہ مضامین کفار کے لیے نقصان دہ اور مومنین کے لیے نافع ہیں۔پس جب قرآن پاک بمنزلہ غذا صالح کے ہے اور ایمان اور تبری عن الشرک بمنزلہ صحت کے ہے اور متقین سے مومنین متبرئین عن الشرک ہیں تو قرآن پاک کی ہدایت متقین ہی کے ساتھ خاص رہے گی غیر متقین کے لیے ہدایت نہیں ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ''ھدی للمتقین ''فرمایا ▪

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہک المنیر و نور القمر
لا یمکن الثنا' کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

## انا من نور الله والخلق كلهم من نوری

میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے

مدارج النبوۃ

تالیف: الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری (مفتی دار العلوم حزب الاحناف، لاہور)

؎ وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا　وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

؎ جان ہیں وہ جہان کی　جان ہے تو جہان ہے

کائنات افتتاح حضور علیہ السلام ہی کے نور سے ہوا یہ نور نہ ہوتا تو چمن دہر میں نہ مہر و انجم کی ضیاء ہوتی، نہ بہاروں کی شمیم جانفزاء نہ کلیوں کا تبسم، نہ غنچوں کی چٹک، نہ پھولوں کی مہک، نہ ہواؤں کی دل فروزی، نہ بلبل کو ترنم، یہ گل خنداں کی بہار دلکشار، یہ مہکتے گلبن یہ مسرت کے لمحات اور خوشی کی شہنایاں سب اسی نور پاک کا صدقہ اور وسیلہ ہے۔

؎ خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے

؎ نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ”قد جاء كم من الله نور و كتب مبين“ (المائدہ آیت ۱۵) میں مفسرین نے بالاتفاق نور مبین سے حضور علیہ السلام کی ذات انور کو مراد لیا ہے (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۹۵ تفسیر ابن عباس ص ۷۲، خازن ج اص ۴۱۷، مدارک ج اص ۴۷۰، روح المعانی ج ۶ ص ۸۷، روح البیان ج اص ۵۴۸، معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۳ درمنثور ج ۳ ص ۲۳۱، جلالین ابن جریر۔ اسی طرح دیکھیے مدراج النبوۃ۔ مواہب اللدنیہ۔ زرقانی۔ شفاص ۱۰۔ امداد السلوک ص ۸۵ از رشید احمد گنگوہی۔ نشر الطیب ص ۷ از اشرف علی تھانوی)۔ اسی نور مصطفی کے بارے میں فرمایا گیا ”یریدون لیطفوء نور الله بافواههم والله متم نوره ولو كره الكفرون“ (سورۃ الصف) اور (کفار) ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں کی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافر برا ہی مانیں۔

Scanned with CamScanner

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے　　　وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن　　　پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

**چند روایات ملاحظہ ہوں۔**

آیات کے بعد احادیث کی طرف آئیں تو ایک مرتبہ ایک معتد بہ روایت کا ذخیرہ آپکو ملے گا۔ **1**: (ترجمہ) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت جبریل امین سے پوچھا اے جبریل! بتاؤ تمہاری عمر کتنی ہے؟ جبریل نے عرض کیا آقا عمر کا تو مجھے کوئی اندازہ نہیں بس اتنا یاد ہے کہ (کائنات بننے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حجابات عظمت میں سے) چوتھے پردۂ عظمت میں ایک (نورانی) ستارہ ستر ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ چمکا کرتا تھا اور میں نے وہ ستارہ ہزار مرتب دیکھا ہے سرکار علیہ السلام (مسکرائے کے) فرمایا مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم اے جبریل! وہ ستارہ تو میں ہی تھا۔ (السیرۃ الحلبیہ، ۱:۳۰)

ایک ستارہ عرش کی تعمیر سے پہلے بھی تھا　　　کملی والا خاک کی تعبیر سے پہلے بھی تھا

فرشتے تھے نہ آدم تھا نہ ظاہر تھا خدا پہلے　　　بنے ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ ﷺ پہلے

**2**: (ترجمہ) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کی بارگاہ میں نور کی صورت میں موجود تھا) احکام ابن القطان، ۱:۱۰۱ السیرۃ الحلبیہ، ۱:۳۰ نشر الطیب ۱۷۔

بظاہر مذکورہ دو آیات میں ٹکراؤ نظر آتا ہے کہ پہلی روایت کے لحاظ سے مدت زیادہ بنتی ہے دوسری میں صرف چودہ ہزار سال اس کو جواب نشر الطیب میں اشرف علی تھانوی نے یوں دیا کہ "چودہ ہزار والی روایت میں کم کی نفی ہے زیادہ کی نفی نہیں لہذا شبہ نہ رہے، رہ گئی بات کہ تخصیص کیوں فرمائی گئی تو ممکن ہے جس مجلس میں حضور ﷺ نے یہ فرمایا اس میں کوئی تذکرہ ہی ایسا چل رہا ہو۔ یعنی کسی حوالہ سے چودہ ہزار سال کی مدت کا ذکر یا سوال ہوا ہو اور حضور علیہ السلام نے اس ضمن میں یہ جواب ارشاد فرمایا ہو" (نشر الطیب: ۱۷) **3**: (ترجمہ) حضرت میسرہ سے منقول ہے کہ میں نے سرکار کی بارگاہ میں عرض کیا، حضور! آپ کب سے شرف طنبوت کے ساتھ مشرف ہو چکے تھے۔ (رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا اور آسمانوں کی طرف قصد فرمایا اور ان کو سات طبقات کی صورت میں تخلیق فرمایا اور عرش کو ان سے پہلے بنایا تو عرش کے پائے پر محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء لکھا اور جنت کو پیدا فرمایا جس میں بعد ازاں حضرت آدم اور حضرت اماں حوا علیہما السلام کو ٹھہرایا تو میرا نام نامی جنت کے

دروازوں پر اس کے درختوں کے پتوں پر اور اہل جنت کے خیموں پر لکھا حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام کے روح و جسم کا باہمی تعلق نہیں ہوا تھا پس جب ان کی روح کو جسم میں داخل فرمایا اور زندگی عطا فرمائی تب انہوں نے عرش معظم کی طرف نگاہ اٹھائی تو میرے نام کو عرش پہ لکھا ہوا دیکھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یہ تمہاری اولاد کے سردار ہیں۔ جب انکو شیطان نے دھوکہ دیا انہوں نے بارگاہ الٰہی میں توبہ کی اور میرے نام ہی سے شفاعت طلب کی)۔الوفاء باحوال المصطفی،۱:۳۳

4:(ترجمہ) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو آپ کو نام محمد کے ساتھ ابو محمد کی کنیت سے بلایا۔آپ نے عرض کی کیا باری تعالیٰ! میری یہ کنیت کیسے ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنا سر اٹھاؤ۔آپ نے اوپر دیکھا تو عرشِ پر نورِ محمدی ﷺ جلوہ گر تھا۔حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا یا باری تعالیٰ یہ کس کا نور ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ محمد ﷺ کو نور ہے۔یہ تیری اولاد میں سے ہونگے ان کا نام آسمانوں میں احمد ﷺ اور زمین پر محمد ﷺ ہے اگر میں اسے پیدا نہ کرتا تو نہ تمہیں پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان کو۔(المواہب اللدنیہ،۱:۱۹)

5:(ترجمہ) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ اے پروردگار! میں تجھ سے بواسطہ حضرت محمد ﷺ درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما دیجیے۔حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا حالانکہ میں نے ان کو (دنیا میں) پیدا بھی نہیں فرمایا؟ عرض کیا اے رب! میں نے اس طرح پہچانا کہ جب تو نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور اپنی طرف سے روح میرے اندر پھونکی میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔لا الله الا الله محمد رسول الله۔سو میں نے معلوم کر لیا کہ آپ نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کو نام ملایا ہے جو تیرے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں۔حق تعالیٰ نے فرمایا! اے آدم: تم سچے ہو واقعی محمد ﷺ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم ان کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔(الوفاء باحوال المصطفی،۱:۳۳)

6:(ترجمہ) حضرت کعب الاحبارؓ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے محمد عربی ﷺ کے پیکر بشری کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایسی مٹی میرے پاس لے آؤ جو میرے محبوب پاک کے جسم اقدس اور جسد اطہر کی تخلیق کے لائق ہو تو وہ سفید مٹی کی ایک مٹھی روضہ اطہر والی جگہ سے لے کر بارگاہ خداوندی میں تو امر خداوندی سے اس کو تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا

پھر نور نبوت اس میں رکھ کر اس کو عرش و کرسی لوح و قلم اور آسمانوں اور زمینوں میں ہر جگہ پھرایا گیا تا کہ ہر شے حضور ﷺ کے شرف و کمال کو پہچان لے۔ آپ ہی سے مروی ہے کہ تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد نور محمدی ﷺ کو ان کی پشت میں ودیعت کیا گیا جو کہ آدم علیہ السلام کی پیشانی سے جھلکنے والے انوار سے محسوس ہوتا تھا اور ان سے کہا گیا اے آدم یہ تیری نسل میں پیدا ہونے والے انبیاء و مرسلین کے سردار ہیں۔ جب حضرت حواء علیہا السلام کے بطن اطہر میں حضرت شیث علیہ السلام منتقل ہوئے تو وہ نور بھی حضرت حوا کے بطن اقدس کی طرف منتقل ہو گیا وہ ہر دفعہ دو جڑواں بچوں کو جنم دیتی تھیں ماسوائے حضرت شیث علیہ السلام کے کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے جد امجد ہونے کی برکت سے تنہا پیدا ہوئے اور سب بھائیوں سے مرتبہ و کمال کے لحاظ سے یکتا بنے پھر نبی الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نور را نور یکے بہ دیگرے پاک پشتوں اور پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا تا آنکہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ تمہاری پشت میں حضرت محمد ﷺ کو نور مبارک ہے اسے پاکیزہ رحم میں منتقل کرنا سوائے پاک عورتوں کے کسی کا رحم اس نور کا مسکن اور ٹھکانہ نہیں بن سکے گا۔ سو یہ وصیت نسلاً بعد نسل حضور ﷺ کے نسب مبارک کو ہر فرد اپنے بیٹے کو کرتا رہا تا آنکہ یہ نور تمام زمانوں میں پاکیزہ پشتوں اور پاکیزہ رحموں سے منتقل ہوتا ہوا حضرت عبد المطلب کے بیٹے حضرت عبد اللہ کی پشت مبارک تک آن پہنچا۔

(المواہب اللدنیہ، ۱:۳۴-۳۵، الوفاء باحوال المصطفی ،۱:۳۴-۳۵)

اللہ نے اپنے نور کا جلوہ دکھا دیا　سب نور کو ملا کہ محمد بنا دیا (ﷺ)

## امام ابن جوزی اور میلاد مصطفی ﷺ

علامہ ابن جوزی اپنی کتاب ''المیلاد النبوی'' میں لکھتے ہیں (ترجمہ) پاک ہے وہ ذات جس نے آدم علیہ السلام کو حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے برگزیدہ اور مقبول بنایا اور انکی توبہ قبول کر کے اپنی رحمت و مغفرت کے دامن میں ڈھانپا اور اس کی انہیں ہدایت بخشی۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں اپنے محبوب محمد ﷺ کے نور کو رکھا پھر حضرت حواء اپنے فرزند حضرت شیث سے حاملہ ہوئی تو وہ نور صلب آدم سے بطن حواء کی طرف منتقل ہو گیا، حالانکہ اس سے قبل حضرت حواء سے دو بچے پیدا ہوتے تھے مگر حضرت شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوئے صرف حضور علیہ السلام جو دونوں جہانوں کے سردار اور حسن و حسین کے نانا ہیں کی عزت و کرامت کی وجہ سے۔ پھر

جب حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی موت کو یقین ہو گیا تو آپ نے اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے میرے

بیٹے مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں اس نور مبارک کے بارے میں تم سے عہد لوں جو تمہاری جبیں سعادت میں جلوہ گر ہے کہ تم اسے پاکیزہ ترین عورتوں کی طرف منتقل کرنا۔(المیلادالنبوی لابن الجوزی المحدث)

پھر اس کے بعد آدم علیہ السلام نے آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کیا اے اللہ: جس نور کے بارے میں تو نے مجھ سے عہد لیا تھا وہ میں نے اپنے بیٹے کو منتقل کر دیا ہے تو اس پر گواہ ہو جا اور اس کی حفاظت فرما پھر جبریل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں اترے اور حضرت آدم علیہ السلام سے عرض کیا اللہ آپ کو سلام فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ آپ اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کو ان فرشتوں کی گواہی کے ساتھ ایک عہد نامہ تحریر فرمادیں کیوں کہ یہ فرشتے آسمان کے عبادت گزار بندے ہیں چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اس وقت حضرت شیث علیہ السلام کو دو جنتی سبز حلے پہنائے گئے اور اللہ نے انکو بی بی "مخوائلہ البیضاء" جو قد وقامت اور حسن جمال میں حضرت حواء کی مانند تھیں بیاہ دیا۔ چنانچہ وہ "انوش" سے حاملہ ہوئیں اور دوران حمل ان کو آوازیں آتی تھیں تمہیں مبارک ہو اللہ نے تمہارے بطن میں نور محمدی کو ذدیعت کر دیا۔

محدث ابن جوزی نے نور مصطفوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے متعلق متعدد ایمان افروز روایات نقل فرمائی لیکن میں یہاں مزید صرف ایک روایت درج کرنے پر اکتفا کروں گا۔

(ترجمہ) سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں مروی ہے کہ جب انہوں نے توبہ کی تو عرض کیا اے اللہ! اپنے محبوب ﷺ صدقے مجھے معاف فرمادے۔اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے آدم! تو نے محمد (ﷺ) کو کیسے پہچانا؟ عرض کیا میں نے جنت میں ہر جگہ لا اله الا الله محمد رسول الله لکھا دیکھا تو اس میں نے جان لیا کہ تیری بارگاہ میں یہ ہستی ساری مخلوق سے زیادہ مکرم ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔(المیلادالنبوی لابن جوزی)

## مولوی اشرف علی تھانوی اور میلاد مصطفیٰ ﷺ۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب (جو انہوں نے بغرض ازدیاد محبت (یعنی حضور علیہ السلام کی محبت میں اضافہ کرنے کے لیے) لکھی ہے میں مذکورہ روایت امام بیہقی کے حوالہ سے کچھ اضافے کیساتھ لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو اے آدم! میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا (ص ۲۰۔۲۱)

اس کے بعد مولانا تھانوی نے وہ مشہور روایت ابن جوزی کے حوالے سے لکھی ہے کہ نکاح کے بعد جب آدم علیہ السلام مائی حواء

کے قریب گئے تو انہوں نے مہر طلب کیا آدم علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ! اس کو کیا مہر دوں تو اللہ نے فرمایا حق مہر یہ ہے کہ بیس دفعہ میرے حبیب پہ درود بھیجو۔ (ص ۲۱)

جب کہ بعض دیگر روایات میں ہے کہ اللہ نے فرمایا، اے آدم میرے محبوب پہ دس مرتبہ درود بھیجو یہ حق مہر ہے۔

حیرت ہے کہ مولانا تھانوی نے اپنی مذکورہ کتاب کے پہلے باب کو نام ہی یہ رکھا ہے ''نور محمدی کا بیان'' اور اس میں چھ روایات معتبر کتابوں سے حضور علیہ السلام کے نور ہونے پر درج کی ہیں لیکن آج انہی کے ماننے والے سب سے زیادہ حضور ﷺ کے نور ہونے پر جھگڑا کرتے ہیں اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو وہ پانچوں روایات یہاں درج کرتا جو حضرات شوق رکھتے ہوں وہ نشر الطیب صفحہ نمبر ۱۳ تا ۱۹ کا ضرور مطالعہ کریں۔ میں فی الحال اسی کتاب کے اس باب کی چوتھی فصل سے تین روایات درج کر رہا ہوں مولانا تھانوی کے الفاظ میں ہی ملاحظہ فرمائیں۔

## پہلی روایت۔

حافظ ابو سعید نیشاپوری ابی بکر بن ابی مریم سے اور انہوں نے سعید بن عمرو انصاری سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے کعب الاخبار سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک جب عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہو گئے تو ایک دن حطیم میں سو گئے جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن و جمال کا لباس زیب بر ہے ان کو سخت حیرت ہوئی کہ کچھ معلوم نہیں کس نے کیا ہے ان کے والدین انکا ہاتھ پکڑ کر کاہنان قریش کے پاس لے گئے اور سارا واقعہ بیان کیا، انہوں نے جواب دیا کہ معلوم کرلو کہ رب السموات نے اس نوجوان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے چنانچہ انہوں نے اول ''قبلۃ'' سے نکاح کیا اور ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ عبداللہ آپ کے والد ماجد سے حاملہ ہو گئیں اور عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کا نور ان کی پیشانی سے چمکتا تھا اور جب قریش میں قحط ہوتا تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر ''جبل ثبیر'' کے طرف لے جاتے تھے اور ان کے ذریعے سے حق تعالیٰ کے ساتھ تقرب ڈھونڈتے اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ برکتِ نور محمدی ﷺ کے باران عظیم مرحمت فرماتے الخ کذا فی المواہب۔

## دوسری روایت۔

ابو نعیم اور خرائطی اور ابن عساکر نے طریقِ عطاء سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب عبدالمطلب اپنے فرزند عبداللہ کو نکاح کرنے کی غرض سے لے کر چلے تو ایک کاہنہ پر گزرے جو یہودی ہو گئی تھی اور کتب سابقہ پڑھی ہوئی تھی اس کو

فاطمہ خثعمیہ کہتے تھے اس نے عبداللہ کے چہرے میں نور نبوت دیکھا تو عبداللہ کو اپنی طرف بلایا۔ مگر عبداللہ نے انکار کر دیا۔ کذا فی المواہب۔

اس روایت کو محدث ابن جوزی نے قدرے تفصیل سے لکھا ہے کہ جب حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہؓ سے ہو گیا اور نور نبوت حضرت آمنہ میں منتقل ہو گیا تو اس کے بعد پھر حضرت عبداللہ کا گذر فاطمہ خثعمیہ کے پاس سے ہوا تو اس نے کوئی توجہ نہ دی، آپ نے فرمایا میں وہی عبداللہ ہوں کیا آج تیری وہ خواہش نہیں جو پہلے تھی، اس نے کہا (ترجمہ) خدا کی قسم میں نہ حسد کرنے والی عورت ہوں اور نہ حرام کار مگر چونکہ آپکی پیشانی میں میں نے نورِ نبوت دیکھا تھا اس بناء پر خواہش پیدا ہوئی کہ وہ نور میرے بطن میں ہو لیکن خدا کی رضا اس میں نہ تھی کہ وہ نور میرے شکم میں آئے بجز اس جگہ کے جہاں اب موجود ہے مگر اے عبداللہ! تم اپنی بی بی کو خوشخبری دے دو کہ وہ روئے زمین کے سب سے بہترین شخص اور ان کے نبی سے حاملہ ہو گئی ہے) المیلاد النبوی لابن جوزی

## تیسری روایت۔

جب ابرھہ بادشاہ اصحاب فیل خانہ ءکعبہ کے منہدم کرنے کو مکہ چڑھ آیا عبدالمطلب چند آدمی قریش کے ساتھ لے کر جبل ثبیر پر چڑھے اس وقت نور مبارک عبدالمطلب کی پیشانی میں گول بطور ہلال کے نمودار ہو کر خوب درخشاں چمکا یہاں تک کہ اس کی شعاع خانہ ءکعبہ پر پڑی۔ عبدالمطلب نے یہ بات دیکھ کر قریش سے کہا کہ چلو یہ نور اس طرح میری پیشانی میں جو چمکا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم لوگ غالب رہیں گے اور عبدالمطلب کے اونٹ ابرھہ کے آدمی پکڑ کر لے گئے تھے اور عبدالمطلب ان کے چھڑانے کو ابرھہ کے پاس گئے ان کی صورت دیکھتے ہی اس نے بایں جہت کے عظمت اور مہابت نور شریف کی ان کے چہرے سے نمایاں تھی ان کی نہایت تعظیم کی اور تخت سے اتر بیٹھا اور انکو اپنے برابر بٹھالیا بالجملہ ایسی عظمت نور مبارک کی تھی کہ بسبب اسکے بادشاہ ہیبت میں آجاتے اور تعظیم تکریم کرتے۔ کذا فی تواریخ حبیب الہ لمولنا عنایت احمد۔ (نشر الطیب ص ۲۸)

نبی خود نور اور قرآں ملا نور    نہ ہو پھر مل کے کیوں نورٌ علیٰ نور

(از مولانا تھانوی، رسالہ النور)

امام ابن جوزی لکھتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرما کر زمین کو فرش اور آسمان کو بلندی بخشی تو اللہ نے اپنے پرتوِ نور جمال سے ایک مٹھی لے کر فرمایا تو محمد ہو جا تو مشت نور ستون بن کر اتنا بلند ہوا کہ حجاب عظمت تک پہنچ گیا پھر اس نور نے سجدہ کیا اور الحمد للہ کہا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نور! اسی وجہ سے میں نے تجھے پیدا کیا ہے اور تیرا نام محمد رکھا لہذا تجھی

Scanned with CamScanner

سے خلق نے سجدہ کیا اور الحمدللہ کہا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نور! اسی وجہ سے میں نے تجھے پیدا کیا ہے اور تیرا نام محمد رکھا لہذا تجھی سے خلق کی ابتداء کرتا ہوں اور تجھی پر رسولوں کو ختم کرتا ہوں اس کے بعد اللہ نے اس نور کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا پہلے حصے سے لوح اور دوسرے سے قلم کو پیدا فرمایا قلم کو حکم دیا لکھ تو قلم ایک ہزار سال ہیبتِ الٰہی سے کانپتا رہا پھر قلم نے عرض کی کیا کیا لکھوں فرمایا میری توحید میں لکھ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' چنانچہ قلم نے لکھ دیا۔

پھر قلم مختلف انبیاء کرام کی امتوں کے بارے میں لکھتا رہا کہ کو اطاعت کرے گا جنت میں جائے گا اور نا فرمان دوزخ میں جب حضور علیہ السلام کی امت کے بارے میں قلم نے یہ لکھنا چاہا کہ جو نا فرمانی کرے گا جہنم میں جائے گا تو اللہ کی طرف سے ندا آئی اے قلم! ادب کر اس پر قلم شک ہو گیا اور دست قدرت سے اس میں قط لگا (شگاف پڑ گیا) پھر قلم نے عرض کی یا رب کیا لکھوں تو حکم ہوا ''اکتب امة مذنبة و رب غفور'' امت گنہگار ہے اور اللہ بخشنار ہے۔ (المیلا دالنبوی)

امام ابن جوزی نے ایک روایت یہ بھی نقل فرمائی ہے کہ جب حضرت عبداللہ سن بلوغ کو پہنچے صنا دید قریش میں سے ہر طرف سے نکاح کے پیغام آنے لگے اور ہر جگہ آپکا تذکرہ ہونے لگا تو حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو فرمایا بیٹا تم بغرض شکار کچھ عرصہ کے لیے یہاں سے چلے جاؤ تا کہ عورتوں سے نجات مل سکے چنانچہ حضرت عبداللہؓ وہب زہری کے ساتھ شکار کو چلے گئے ۔ حضرت وہب فرماتے ہیں ہم جنگل میں پہنچے تو اچانک ستر یہودیوں کا لشکر گھوڑوں پر تلوریں سونتے ہوئے ہمارے سامنے نمودار ہوا اور بولے ہم عبداللہ کو قتل کریں گے حضرت وہب نے پوچھا ان کا قصور کیا ہے تو انہوں نے کہا قصور کوئی نہیں لیکن انکی پشت میں آخر الزماں نبی کو نور ہے جس کو دین تمام دینوں کو ختم کر دے گا اور جس کی ملت تمام ملتوں کو ختم کر دے گی حضرت وہب کہتے ہیں ابھی یہ باتیں ہو رہیں تھی کہ آسمان سے ایک لشکر اترا اور تمام یہودیوں کو قتل کر دیا (المیلا دالنبوی ۔ امام ابن جوزی) یہی ابن جوزی آخر کار فرماتے ہیں ۔ ولد الحبیب ومثله لا یولد ۔ خدا کا محبوب بے مثال پیدا ہوا۔

سجی ہے محفل کونین مصطفیٰ کے لیے　　بنے دونوں جہاں شاہِ انبیاء کے لیے

یہی نور جس کی عرش وفرش پر دھوم مچی رہی بارہ ربیع الاول کو محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں آمنہ کی گود سے ظاہر ہوا تو آپ فرماتی ہیں میں نے اس نور کی روشنی میں قیصر وکسریٰ کے محلات کو دیکھ لیا اور دنیا پکار اٹھی ۔

آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

(بقیہ آئندہ شمارہ میں)

# محفل عید میلاد النبی

(علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ)

زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے۔انسان کی طبائع ان کے افکار اور ان کے نقطہ ہائے نگاہ بھی زمانے کے ساتھ ہی بدلتے رہتے ہیں لہذا تہواروں کے منانے کے طریقے اور مراسم بھی ہمیشہ متغیر ہوتے رہتے ہیں اور ان سے استفادہ کے طریق بھی بدلتے رہتے ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم بھی مقدس ایام کے مراسم پر غور کریں اور جو تبدیلیاں افکار کے تغیرات سے ہونی لازم ہیں ان کو مدنظر رکھیں۔ منجملہ ان کے مقدس ایام کے جو مسلمانوں کے لیے مخصوص کیے گئے ہیں، ایک عید میلاد النبی کا دن بھی ہے۔میرے نزدیک انسان کی دماغی اور قلبی تربیت کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ان کے عقیدے کی رو سے زندگی کا جو نمونہ بہترین ہو وہ ہر وقت ان کے سامنے رہے۔چنانچہ مسلمانوں کے لیے اسی وجہ سے ضروری ہے کہ وہ اسوہ رسول ﷺ کو مدنظر رکھیں تاکہ جذبہ تقلید اور جذبہ عمل قائم رہے ان جذبات کو قائم رکھنے کے تین طریقے ہیں: پہلا طریق تو درود وصلوٰۃ ہے جو مسلمانوں کی زندگی کا جزو لاینفک ہو چکا ہے۔وہ ہر وقت درود پڑھنے کے موقع نکالتے ہیں۔عرب کے متعلق میں نے سنا ہے کہ اگر کہیں بازار میں دو آدمی لڑ پڑتے ہیں اور تیسرا باآواز بلند اللھم صل علی سیدنا محمد وبارک وسلم پڑھ دیتا ہے تو فوراً لڑائی رک جاتی ہے اور متخاصمین ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھانے سے فوراً باز آ جاتے ہیں یہ درود کا اثر ہے اور لازم ہے کہ جس پر درود پڑھا جائے اس کی یاد قلوب کے اندر اپنا اثر پیدا کرے۔

پہلا طریق انفرادی دوسرا اجتماعی، یعنی مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوں اور ایک شخص جو حضور آقائے دوجہاں ﷺ کے سوانح حیات سے پوری طرح باخبر ہو آپ کی سوانح زندگی بیان کرے تا کہ انکی تقلید کا ذوق شوق مسلمانوں کے قلوب میں پیدا ہو۔

تیسرا طریق اگر چہ مشکل ہے لیکن بیان کرنا نہایت ضروری ہے وہ طریقہ ہے کہ یاد رسول اس کثرت سے اور ایسے انداز میں کہ انسان کا قلب نبوت کے مختلف پہلوؤں کا خود مظہر بن جائے یعنی آج سے تیرہ سو سال پہلے کی جو کیفیت حضور سرور دوعالم کے وجود

مقدس سے ہویدا تھی وہ آج تمہارے قلوب کے اندر پیدا ہو جائے حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

؎ آدمی دید است باقی پوست است　　　دید آں باشد کہ دید دوست است

یہ جوہر انسانی کا انتہائی کمال ہے کہ اسے دوست کے سوا کسی چیز کی دید سے مطلب نہ رہے، یہ طریقہ بہت مشکل ہے۔ کتابوں کو پڑھنے یا میری تقریر سننے سے نہیں آئے گا، اسکے لیے کچھ مدت نیکوں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر روحانی انوار حاصل کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو پھر ہمارے لیے یہی طریقہ غنیمت ہے جس پر ہم آج عمل پیرا ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس طریق پر عمل کرنے کے لیے کیا کیا جائے؟ پچاس سال سے شور برپا ہے کہ مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنی چاہیے، لیکن جہاں تک میں غور کیا ہے تعلیم سے زیادہ اس قوم کی تربیت ضروری ہے اور ملی اعتبار سے یہ تربیت علماء کے ہاتھ میں ہے۔ اسلام ایک خالص تعلیمی تحریک ہے صدر اسلام میں سکول نہ تھے کالج نہ تھے یونیورسٹیاں نہ تھیں لیکن تعلیم و تربیت اس کی ہر چیز میں ہے۔ خطبہ جمعہ، خطبہ عید، حج، وعظ غرض تعلیم و تربیت کے بے شمار مواقع اسلام نے بہم پہنچائے ہیں، لیکن افسوس کہ علماء کی تعلیم کا کوئی صحیح نظام قائم نہ رہا۔ اور اگر کوئی رہا بھی تو اس کا طریق عمل ایسا رہا کہ دین کی حقیقی روح نکل گئی۔ جھگڑے پیدا ہو گئے اور علماء کے درمیان جنھیں پیغمبر اسلام کی جانشینی کا فرض ادا کرتا تھا سر پھٹول ہونے لگی۔ مصر، عرب ایران، افغانستان ابھی تہذیب و تمدن میں ہم سے بہت پیچھے ہیں لیکن وہاں علماء ایک دوسرے کا سر نہیں پھوڑتے وجہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک نے اخلاق کے اس معیار اعلیٰ کو پا لیا ہے جس کی تکمیل کے لیے حضور علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ اور ہم ابھی اس معیار سے بہت دور ہیں۔

دنیا میں نبوت کا سب سے بڑا کام تکمیل اخلاق ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا ''بعثت لاتمم مکارم الاخلاق''، یعنی میں نہایت اعلیٰ اخلاق کے اتمام کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اس لیے علماء کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ کے اخلاق ہمارے سامنے پیش کیا کریں تا کہ ہماری آئندہ زندگی حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کی تقلید سے خوشگوار ہو جائے اور اتباع سنت زندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں تک جاری و ساری ہو جائے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کے سامنے خربوزہ لایا گیا تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا مجھے معلوم نہیں رسول اللہ ﷺ نے اس کو کس طرح کھایا مبادا میں ترک سنت کا مرتکب ہو جاؤں۔

؎ کامل بسطام در تقلید فرد　　　اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

افسوس کہ ہم میں بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بھی موجود نہیں ہیں جن سے ہماری زندگی خوشگوار ہو اور ہم اخلاق کی فضا میں زندگی بسر کر کے ایک دوسرے کے لیے باعث رحمت ہو جائیں۔ اگلے زمانے کے مسلمانوں میں اتباع سنت سے ایک اخلاق ذوق اور ملکہ

پیدا ہو جاتا تھا اور وہ ہر چیز کے متعلق خود ہی اندازہ کر لیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا رویہ اس چیز کے متعلق کیا ہوگا۔ حضرت مولانا روم بازار میں جا رہے تھے، آپ کو بچوں سے بہت محبت تھی کچھ بچے کھیل رہے تھے، ان سب نے مولانا کو سلام کیا اور مولانا ایک ایک کا سلام الگ الگ قبول کرنے کے لیے دیر تک کھڑے رہے ایک بچہ کہیں دور کھیل رہا تھا اس نے وہیں سے پکار کر کہا کہ حضرت ابھی جائیے گا نہیں میرا سلام لیتے جائیے تو مولانا نے بچہ کی خاطر دیر تک توقف فرمایا اور اس کو سلام لے کر گئے کسی نے پوچھا حضرت آپ نے بچہ کے لیے اس قدر توقف کیا، آپ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو اس قسم کو واقعہ پیش آتا تو حضور ﷺ بھی یونہی کرتے۔

گویا ان بزرگوں میں تقلیدِ رسول اور اتباع سنت سے ایک خاص اخلاقی ذوق پیدا ہو گیا تھا۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں علما کو چاہیے کہ ان کو ہمارے سامنے پیش کریں۔ قرآن و حدیث کے غوامض بتانا بھی ضروری ہے لیکن عوام کے دماغ ابھی ان مطالب عالیہ کے متحمل نہیں۔ انہیں فی الحال صرف اخلاق نبوی ﷺ کی تعلیم دینی چاہیے۔

(از: نقوش رسول ﷺ نمبر جلد ۴)　مراسلہ: محمد انور سعیدی ☆

## قلم

یوں تو قلم محض ایک تین حرفی لفظ ہے۔ لیکن اس میں بے پناہ طاقت ہے اس بات کا اندازہ ہم سورۃ علق کی آیت ''الذی علم بالقلم'' سے بخوبی لگایا جا سکتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے بھی انسان کو علم سکھانے کے لیے قلم کا انتخاب فرمایا۔ حصول علم کی جنگ جیتنے کے لیے جتنے بھی اوزار استعمال میں لائے جا سکتے ہیں ان میں قلم کو فوقیت حاصل ہے۔ قلم ایک ایسا اوزار ہے جس میں تلوار سے کہیں زیادہ طاقت پنہاں ہے۔ یہ ایک ایسی خاموش تلوار ہے جس کے وار سے صرف اہل قلم ہی باخبر ہیں۔

دنیا نے بڑی ترقی کر لی ہے مگر قلم کا نعم البدل آج تک نہ مل سکا۔ دنیا کا تمام علم قلم کا محتاج ہے۔ قلم نے ہی صفحہ قرطاس کو نئے نئے علوم بخشے اور یہی علوم دنیا کی ترقی کے باعث بنے۔ اگر قلم کا تصور نہ ہوتا تو دنیا تمام علوم سے بے بہرہ ہوتی۔ قلم کی سیاہ روشنائی ہی لفظوں کو روشن کرتی ہے اور بے معنی کورے کاغذ کو بامعنی بناتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حرمتِ قلم کا پاسبان بنائے۔ آمین

# القہار

تالیف: سید خلیل الرحمان شاہ بخاری

القہار۔۔۔۔۔۔۔۔ اسم جلالی ہے

معنی۔۔۔۔۔۔۔۔ مصلحت سے قہر نازل کرنے والا

اعداد ابجد۔۔۔۔۔۔ ٣٠٦

اعداد ملفوظی۔۔۔۔۔ ۴٩٩

عدد واحد۔۔۔۔۔۔ ٩

عنصر۔۔۔۔۔۔۔۔ آتشی

قہر سے ہے۔قہر کے معنی غلبہ کے ہیں، قہار وہ ہے جو ہر ایک پر غالب تر ہے۔جو ہر ایک زبردست کو زیر رکھنے والا ہے۔سورہ انعام میں ہے "وھو القاھر فوق عبادہ" (وہ اپنے بندوں کے اوپر پورا غالب ہے)

سورہ اعراف میں فرعون کی زبان سے ہے "وانا فوقھم قاھرون" (ہم بنی اسرائیل پر پورا قبضہ رکھتے ہیں) کسی انسان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ کسی دوسرے انسان یا قوم پر یا ملک پر غلبہ تام رکھتا ہے۔اتنا ہی غلط ہے جتنا فرعون کا قول بنی اسرائیل کے مقابلہ میں تھا۔ایسا دعوی تو ذلت ورسوائی اور ہلاکت اور تباہی پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔

ہاں رب العالمین ہی کو یہ اسم لائق ہے جو ہماری روح، ہمارے جسم پر پورا غلبہ رکھتا ہے، ہمارا زمین پر چلنا پھرنا، آسمان کے تلے بے فکر رہنا سہنا محض اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء سے ہم کو حق تمتع (فائدہ پکڑنا) دیا ہے۔ورنہ وہی زمین ہم کو اپنا لقمہ بنا

سکتی

ہے اور وہی آسمان پر کاہ کی طرح ہم کو جلا سکتا ہے۔مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو!

''ام الله الواحد القهار'' (یا اکیلا اللہ جو سب پر حکمران ہے) [۱۲۔یوسف،۳۹]

''وهو الواحد القهار'' (وہ تو ایک اور سب کا حاکم ہے) [۱۳۔رعد،۱۶]

''ومامن اله الا الله الواحد القهار'' (اللہ کے سوا جو ایک اور حاکم کل ہے اور تو کوئی بھی معبود نہیں) [۳۸۔ص،۲۵]

''سبحانه هوالله الواحد القهار'' (وہ تو پاک ہے، وہی اللہ ہے جو یکتا اور حکمران کل ہے) [۳۹۔الزمر،۴]

''و برزو الله الواحد القهار'' (سب کے سب اللہ کے سامنے جو یکتا اور سب کا حکمران ہے حاضر ہوں گے) [۱۴۔ابراہیم،۴۸]

''لمن الملك اليوم لله الواحد القهار'' (آج بادشاہی کس کی ہے اللہ کی ہے جو واحد قہار ہے) [۴۰۔المومن،۱۶]

## صفات!

اسم قہار میں ایک نرالی شان اور جلالی شان ہے۔وہ الوہیت و واحدانیت کے سوا اور کسی اسم کے ساتھ مستعمل نہیں ہوا۔ یہی اسم ہے جو بتاتا ہے کہ وجود کو اعیان پر اور واجب الوجود کو امکان پر کس طرح غلبہ حاصل ہے کوئی شے، کوئی امر، کوئی زماں، کوئی مکاں اس کے غلبہ سے باہر نہیں۔اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والوں کی عبادت، اطاعت اور خشیب الٰہی ہی کی کرنی واجب ہے

## یکتا اور قہار۔

قہار کے معنی یہ بھی ہیں کہ وہ ہستی جو اپنے زور سے سب پر حکم چلائے اور سب کو مغلوب رکھے، یہ بات کہ ''اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے''

مشرکین کو اپنی تسلیم کردہ حقیقت سے جس سے انہیں کبھی نہ انکار تھا، اور یہ بات کہ ''وہ یکتا اور قہار ہے''۔اس تسلیم شدہ حقیقت کا لازمی نتیجہ ہے جس سے انکار کرنا پہلی حقیقت کو مان لینے کے بعد، کسی صاحب عقل کے لیے ممکن نہیں ہے۔اس لیے کہ جو ہر چیز کا خالق ہے، وہ لامحالہ یکتا و یگانہ ہے، کیونکہ دوسری چیز جو بھی ہے وہ اسی کی مخلوق ہے پھر بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی مخلوق اپنے خالق کی ذات یا صفات یا اختیارات، یا حقوق میں اس کی شریک ہو؟ اسی طرح وہ لامحالہ قہار بھی ہے کیونکہ مخلوق کا اپنے خالق کا مغلوب ہوکر

رہنا عین تصور مخلوقیت میں شامل ہے۔

بحوالہ ''قہاری'' غلبہ اگر خالق کو حاصل نہ ہوتو وہ خلق ہی کیسے کرسکتا ہے۔پس جو شخص اللہ کو جانتا ہو اس کے لیے ان دو خالص عقلی و منطقی نتیجوں سے انکار کرنا ممکن نہیں رہتا اور اس کے بعد یہ بات سراسر غیر معقول ٹھہرتی ہے کہ کوئی شخص خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی بندگی کرے اور غالب کو چھوڑ کر مغلوب کو مشکل کشائی کے لیے پکارے۔

القہار کے قہر کا اندازہ آپ اس طرح بھی لگا سکتے ہیں کہ اس دور کے انتہائی ترقی یافتہ ممالک امریکہ، برطانیہ، روس، جرمنی، فرانس اور جاپان ہیں اولا الذکر سپر پاور کہلاتے ہیں۔ان ملکوں میں میں زندگی کی تمام تر آسائشیں اور آرام موجود ہے مگر ان کا ہر چھوٹا بڑا مرد عورت زندگی سے بیزار ہے سکون قلبی غارت ہے مختلف قسم کے نشے اور ہر قسم کی بے راہ روی سے یہ زندگی میں رنگ آمیزی کرتے ہیں مگر کچھ حاصل نہیں ہوتا پریشانیوں سے دوچار ہوتے ہیں کہ سپر پاور ہونے کو زعم ان کے حکمرانوں کو ہے جن کو عقل کی راہ پر چلنے کا پابند ان کی قوم نہیں کرسکی اس لیے سب کو قہر خداوندی کا سامنا ہے۔دنیا تمام تر سہولیات اور خوشحالی کے باوجود جنہیں سکون قلب نصیب نہ ہو وہ القہار کے قہر کے تحت نہیں تو پھر کیا ہے۔

## عملیات!

1: اسم القہار کو جو شخص بکثرت پڑھے اس کے دل میں اللہ کی محبت زیادہ ہو اس کی رحمت خاص ہو۔دشمن ذلیل و خوار ہو۔جو شخص اس القہار کے اعداد ابجد کے مطابق ۳۰۶ بار ورد کرے حق تعالیٰ اس کی مشکلات آسان فرمائے۔اگر دشمن آزار دینے پر کمربستہ ہو تو پھر نماز فجر کی سنتوں اور فرض کے درمیان اس القہار کو اعداد ملفوظی ۴۹۹ بار پڑھے اور دعا کرے، دشمن شر سے باز آجائے۔

2: جو شخص اس اسم کو بکثرت پڑھتا ہے اس کے دل سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی محبت بڑھ جاتی ہے اور اس کا خاتمہ بخیر ہوتا ہے۔

3: اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں یکسوئی اور سرور کی کیفیت میسر نہ آئے تو اسے چاہیے کہ وہ ہر نماز کے بعد اول آخر گیارہ مرتبہ درود پاک پڑھے اور درمیان میں ۳۲۵ مرتبہ یاواحد یا قہار یکسوئی کے ساتھ پڑھے تو اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں حلاوت محسوس ہوگی اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف لگا رہے گا۔

4: اگر کوئی شخص دنیا کی محبت میں گرفتار ہو تو یہ اسماء پڑھتا رہے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت سے اس کا دل معمور ہوگا، جادو ٹونہ آسیب کو ختم کرنے کے لیے ان اسماء کو چینی کے برتن پر لکھ کر مریض کو پلایا جائے انشاء اللہ فوراً شفا ہوگی۔اگر گھر میں آسیب یا موذی جانور ہو تو وظیفہ کو ۱۱ روز تک ۱۱ ہزار مرتبہ پڑھ کر پانی دم کر کے دیواروں پر چھڑ کائیں آسیب کا اثر ختم ہو جائے گا۔

5: یاواحد، یا قہار اپنے اندر بے شمار شفائی خواص رکھتا ہے جو بچے سکھے پن کی مرض میں مبتلا ہوں اور جسمانی طور پر انتہائی کمزور اور لاغر ہوں تو ایسے بچوں کو تندرست وتوانا کرنے کی غرض سے نماز فجر کے بعد باوضو حالت میں حسب منشاء مقدار میں سرسوں کا تیل لے کر اول آخر گیارہ مرتبہ درود پاک پڑھیں اور درمیان میں ۱۱۰۰ مرتبہ ان اسماء کو پڑھ کر تیل پر دم کریں اور صبح وشام کمزور بچے کی جسمانی مالش کریں، گیارہ یوم کے مسلسل عمل سے مثبت اثرات ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے۔ ۴۱ یوم مالش کرنے سے انشاء اللہ بچے کی جسمانی کمزوری اور دبلا ختم ہو جائے گا۔

6: جو شخص اس اسم مبارک یا قہار کا کثرت سے ورد کرے تو اس کے دل سے دنیا کی ہوس اور محبت جاتی رہتی ہے اور وہ دنیا سے بے نیازی کی نعمت سے فیض یاب ہو جاتا ہے۔اس اعتبار سے وہ شخص کبھی دنیا کا غلام نہیں ہوتا۔

7: دشمن کے خوف وخطر سے آزاد ہونے کے لیے اگر کوئی شخص نماز فجر کی سنتیں پڑھ کر فرضوں سے پہلے ۳۰۶ بار یا قہار کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس شخص پر اپنی مہربانی کر دیتا ہے۔

8: اگر کسی شخص کی طبعیت میں بے چینی اور بے جا قسم کا اضطراب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ایک سو اکیس بار یا قہار پڑھ کر خدا سے دعا کرے۔انشاء اللہ شفا پاوے گا۔

9: اگر کسی جگہ، مقام یا گھر میں کسی طرح کے آسیب وغیرہ کا ڈر خطرہ ہو تو اس جگہ یا گھر میں مٹی کا ایسا چراغ جلایا جائے کہ جس کہ

تیل پر یا قہار کا دم کیا ہو۔ چراغ جلانے کا یہ عمل گیارہ راتوں تک دہرایا جا سکتا ہے۔

## میرا طریقہ عمل

**10**: جو شخص اس کے مربع کو شرف مریخ میں دھات پر کندہ کرے اور اپنے پاس رکھے۔ دشمن اس سے بھاگیں۔ جو اس اسم کے حوالے سے دعا کرے تو دشمن اس کے ہلاک ہوں۔ اس کا چلہ چالیس روز میں سوا لاکھ پورا کرنے والا بے حد رعب اور مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے جو اس کے چلے کا قصد کرے وہ اس کا مربع در چاندی بنا کر اپنے ہمراہ ضرور رکھے تا کہ تا کہ ارواح اسم اس سے انسیت محسوس کریں اور کامیابی جلد نصیب ہو۔

۷۸۶

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۴۹ | ۸۳ | ۷۲ | ۲ |
| ۱۲۱ | ھ | ق | ۸۰ |
| ۳۲ | ر | ا | ۷۳ |
| ۴ | ۱۸ | ۱۳۳ | ۱۵۱ |

۷۸۶

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۷۹ | ۷۶ | ۶۹ | ۸۲ |
| ۷۰ | ۸۱ | ۸۰ | ۷۵ |
| ۸۴ | ۷۱ | ۷۴ | ۷۷ |
| ۷۳ | ۷۸ | ۸۳ | ۷۲ |

# توبہ کی فضیلت

حضرت امام غزالیؒ از: (مکاشفۃ القلوب)

توبہ کی فضیلت میں کثرت سے آیات اور روایات ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' وتو بو ا الی اللہ جمیعاً ایھا الموء منون لعلکم تفلحون '' (اے ایماندارو تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ)

مزید فرمایا'' ترجمہ'' (اور جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود نہیں پکارتے اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا، مگر حق کے ساتھ اور زنا نہیں کرتے اور جو کوئی یہ کام کرے گا وہ بڑے وبال سے ملے گا، قیامت کے دن اس کے لیے عذاب دو گنا کر دیا جائے گا اور اس میں ذلیل ہو کر پڑا رہے گا، مگر جس نے توبہ کی ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو وہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے اور جو کوئی توبہ کرے اور نیک عمل کرے، پس تحقیق وہ رجوع کرتا ہے) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اس موضوع پر کثرت سے احادیث ہیں: مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے یعنی اپنی رحمت فرماتا ہے جیسے اس کی شان کے مطابق ہے تا کہ دن کو گناہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرلے اور دن کو پھیلاتا ہے تا کہ رات کو گناہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرلے تا آنکہ سورج کو مغرب سے طلوع کرے۔

ترمذی شریف کی صحیح روایت میں ہے کہ مغرب کی طرف ایک دروازہ ہے جس کا عرض چالیس سال یا ستر سال کی مسافت کے برابر ہے اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمان وزمین پیدا کیے اسی دن توبہ کرنے والوں کے لیے کھول دیا، مغرب سے طلوع آفتاب تک اسے بند نہیں کرے گا۔

ایک صحیح روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مغرب میں توبہ کرنے والوں کے لیے ایک دروازہ بنایا جس کا عرض ستر سال کی مسافت ہے اس طرف سے طلوع آفتاب تک اسے بند نہیں کرے گا۔ چنانچہ اسی طرف اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (میں اشارہ) ہے'' یوم یا

تی بعض ایت ربك لا ینفع نفساً ایمانها ‘‘(جس دن آئیں گی تیرے رب کی بعض نشانیاں تو کسی جان کو اس کا ایمان لانا نفع نہیں دے گا۔

ایک قول کے مطابق یہ روایات میں نہیں ہے اور نہ پہلے کی رفع صراحت سے ہے جیسا کی بیہقی نے صراحت کی، اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے رائے سے اقوال موضوع کے حکم میں ہیں، طبرانی میں جید سند کے ساتھ ہے۔(جنت کے آٹھ دروازے ہیں ،سات بند ہیں اور ایک توبہ کا دروازہ کھلا ہے یہاں تک کہ مغرب سے طلوع آفتاب ہو جائے۔

ابن ماجہ نے جید سند کے ساتھ نقل کیا ہے اگر تم گناہ کرو اور تمہارے گناہ آسمان کے کناروں پر جا پہنچیں، پھر تم (سچے دل سے) توبہ کرو تو اللہ توبہ قبول کرلے گا۔حاکم کی روایت ہے جسے صحیح بتایا کہ انسان کی سعادت یہ ہے کہ اس کی عمر طویل ہو اور اللہ تعالیٰ اسے انابت (اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور توفیق عبادت) عطا کرے۔

ترمذی ابن ماجہ اور حاکم کی روایت ہے اور حاکم نے اسے صحیح بتایا تمام ابنائے آدم گنہگار ہیں اور بہترین گنہگار توبہ کرنے والے ہیں بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ ایک بندے نے گناہ کیا، پھر کہا! اے رب تعالیٰ: میں نے گناہ کیا ہے، مجھے معاف فرمادے، تو رب تعالیٰ نے فرمادیا دے، تو رب تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے کو معلوم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس پر پکڑ کرتا ہے، چنانچہ اسے بخش دیا۔پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ گناہ سے رکا پھر دوبارہ گناہ کر بیٹھا، فرمایا: ایک اور گناہ کرلیا ،اب پھر کہنے لگا اے میرے رب تعالیٰ! میں نے دوبارہ گناہ کرلیا، مجھے معاف فرمادے تو رب تعالیٰ نے فرمایا تو رب تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے کو معلوم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس پر گرفت کرتا ہے پھر معاف فرمادیا، پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، وہ رکا رہا پھر ایک اور گناہ کر بیٹھا فرمایا، ایک اور گناہ کرلیا پھر کہا: اے میرے رب تعالیٰ! میں نے ایک اور گناہ کرلیا مجھے معاف فرمادے تو رب تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کو معلوم ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے پھر رب تعالیٰ نے فرمایا میں نے اپنے بندے کو معاف کردیا اب جو چاہے کرے۔

امام منذری کا فرمان ہے ’’جو چاہے کرے‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ گناہ کر بیٹھنے پر استغفار کرتا رہے اور توبہ کرتا رہے گناہ سے رکنے کا عزم رکھے، اس لیے فرمایا تھا ’’پھر اور گناہ کر بیٹھے‘‘ اس لیے کہ جب بھی گناہ کرے گا تو بعد میں توبہ استغفار اس کا کفارہ بن جائے گی اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ گناہ کرے اور صرف زبان سے استغفار و توبہ کرے، مگر دل میں گناہ سے رکنے کا عہد نہ کرے ایسی توبہ کذاب لوگوں کی توبہ ہے۔

Scanned with CamScanner

علماء سے روایت ہے اور اسے صحیح بتایا کہ جب ایک مومن گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ آجاتا ہے، اگر وہ توبہ کرلے اور گناہ سے ہٹ جائے اور معافی مانگ لے تو وہ صاف ہوجاتا ہے اور اگر گناہوں میں اضافہ ہوتا رہے تو سیاہی بھی بڑھتی جاتی ہے آخرکار اس کے دل پر تالا پڑجاتا ہے۔اسی کو ''ران'' (زنگ باندھنا) کہا جاتا ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہوا۔''کلو بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون'' (ہرگز نہیں یوں، بلکہ ان کے دلوں پر اس چیز نے زنگ باندھا ہے جو وہ کماتے تھے)۔

ترمذی میں حسن روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ تب تک بندے کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک اس کی جان نکلنے کے قریب نہ آجائے ،طبرانی میں حسن کے ساتھ روایت ہے، البتہ اس میں انقطاع ہے اور بیہقی میں مروی ہے اور اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے حضرت معاذؓ فرماتے کہ جناب رسول اللہ ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر ایک میل چلے، پھر فرمایا: اے معاذ! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، سچ بولنے اور وعدہ پورا کرنے، امانت ادا کرنے، خیانت چھوڑ دینے، یتیم پر رحم کرنے، پڑوسی کی حفاظت کرنے (یعنی اچھا برتاؤ کرنے) غصہ پی جانے، نرم کلام کرنے اسلام عام کرنے، امام (خلیفہ) کے ساتھ وابستہ رہنے قرآن مجید سمجھنے، آخرت سے محبت کرنے، حساب سے خوف کرنے، امید کم رکھنے اور عمل کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تجھے اس بات سے منع کرتا ہوں کہ کسی مسلمان کو گالی دے یا جھوٹے کی تصدیق کرے یا سچے کی تکذیب کرے یا عادل حاکم کی نافرمانی کرے اور زمین میں فتنہ کرے۔

اے معاذ: ہر درخت و پتھر کے پاس اللہ کو یاد کرو اور ہر گناہ کے ساتھ توبہ کرو، مخفی گناہ پر مخفی توبہ اور اعلانیہ گناہ پر توبہ کرو۔

اصفہانی کی روایت ہے کہ شرمندہ نہ ہونے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہے اور اکڑنے والا اس کے غضب کی امید رکھا کرے ،اے اللہ کے بندو! یاد رکھو ہر آدمی کو اپنے عمل کا سامنا کرنا ہوگا اور دنیا سے تب تک نہیں جائے گا۔جب تک کہ وہ اپنے اچھے یا برے عمل کو (یا اس کا کچھ نہ کچھ نتیجہ) نہ دیکھ لے اور اعمال کا انجام کے لحاظ سے اعتبار ہوگا۔دن رات لپیٹے جارہے ہیں اس لیے آخرت کی طرف بہتر عمل لے کر چلو اور ٹال مٹول کرنے سے دور رہو اس لیے کہ موت اچانک آنے والی ہے اور کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کے علم پر مغرور نہ ہو اس لیے کہ آگ تمہیں جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ''فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ'' (پس جو رائی کے ذرہ بھر نیکی کرے گا، وہ اسے دیکھے گا اور جو رائی کے ذرہ بھر برائی کرے گا وہ اسے دیکھے گا)

طبرانی میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے البتہ اس میں انقطاع ہے ''التائب من الذنب کمالا ذنب لہ'' (گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے، جیسے اس کا گناہ ہی نہیں) بیہقی نے دوسری سند کے ساتھ روایت کیا، البتہ اس میں یہ اضافہ ہے جو گناہ کی معافی مانگتا

ہو۔ مگر ساتھ ساتھ گناہ بھی جاری رکھے، وہ رب تعالیٰ کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والا ہے۔ صحیح ابن حبان اور حاکم نے صحیح روایت نقل کی ، ندامت بھی توبہ ہے، یعنی ندامت توبہ کا بڑا رکن ہے جیسے حج کا عرفات (یعنی وقوف عرفات حج کا بڑا رکن ہے اور ندامت کا معنی یہ ہے کہ نافرمانی کی برائی اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کا ڈر اور شرمندگی ہو یہ نہ ہو کہ صرف دنیا میں بے عزتی یا مال برباد ہونے کا اندیشہ ہو اور اس پر شرمندہ ہوتا ہے۔ حاکم نے صحیح روایت نقل کی ہے، البتہ سند سقوط ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کی گناہ کے باعث ندامت پائی، تو معافی مانگنے سے پہلے ہی اسے معاف کر دیا۔ مسلم وغیرہ میں ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم گناہ نہیں کرو گے اور پھر معافی نہیں مانگو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں چھوڑ کر دوسری قوم لائے گا جو گناہ کرے گی پھر معافی مانگے گی اور اللہ تعالیٰ انہیں معاف کرے گا۔

اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کی مدح پسند نہیں، اس لیے اس نے اپنی مدح پسند فرمائی اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں اس لیے اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر قبول کرنا کسی کو پسند نہیں اس لیے اس نے کتاب نازل فرمائی اور رسول بھیجے تاکہ لوگوں کے سامنے ایک حجت قائم ہو جائے۔ مسلم میں ہے قبیلہ جہینہ کی ایک عورت حضور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اسے زنا سے حمل تھا، اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ میں حد کے قابل ہوئی مجھ پر حد جاری کی جیئے ، حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کے سرپرست کو بلایا اور فرمایا اس کی اچھی طرح رکھو جب بچہ پیدا ہو جائے تو اسے میرے پاس لاؤ اس نے ایسا ہی کیا پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے کپڑے کس کر باندھ دئے جائیں اور حد لگانے کا حکم دیا، چنانچہ اسے سنگسار کر دیا گیا پھر اس کا جنازہ پڑھا، مراد رسول ﷺ حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ اس کا جنازہ پڑھتے ہیں حالانکہ اس نے زنا کیا تھا، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ستر شہروں میں رہنے والوں کے درمیان تقسیم کر دی جائے تو وہ توبہ ان کی بخشش کے لیے کافی ہے اور کیا تم نے کوئی ایسا پایا ہے کہ جس نے اللہ عزوجل کے لیے اپنی جان کی سخاوت کر دی ہو؟ حضرت ابن مسعودؓ سے صحیح روایت ہے کہ دو بستیاں تھیں ایک نیک لوگوں کی اور ایک برے لوگوں کی، ایک آدمی برے لوگوں کے بستی سے نکلا تاکہ نیک لوگوں کی بستی میں جائے نیک زندگی گزارے مگر درمیان میں مشیت الٰہی سے وہ فوت ہو گیا، اب فرشتہ اور شیطان باہم جھگڑنے لگے۔ شیطان نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم اس نے کبھی بھی میری نافرنی نہیں کی۔ فرشتہ نے کہا یہ توبہ کرتے ہوئے وہاں سے نکلا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ یہ دیکھو کہ دونوں (بستیوں) میں سے کس کے زیادہ قریب ہے؟ جب ناپا تو وہ نیکوں کی بستی کے قریب تھا۔

Scanned with CamScanner

# دعا

الحاج رانا ذوالفقار علی خاں

''تم مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا'' (القرآن)

اللہ رب العزت سے مانگنے کے آداب میں یہ ضروری شامل ہے کہ اسے تعریفی کلمات اور اس کے اچھے اچھے ناموں کے ساتھ پکار کر دعا مانگی جائے ۔۔۔۔ میں کسی پر تنقید نہیں کرتا دعا عبادت کا مغز ہے حدیث شریف میں دعا کی بڑی اہمیت بتائی ہے ۔ دوا، دعا میں فرق ہے ۔ دوا مرض کا علاج، دعا مرض کا علاج بھی ہے اور روح کا علاج بھی ہے دعا سے دل کو تسکین ملتی ہے، دعا یقین ہے، جس کو خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا ۔ دعا آسمان و زمین کا نور ہے، دعا میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت، خلقیت اور اللہ کے نافع ہونے کا اقرار ہے، دعا دراصل ندا ہے، مالک کے سامنے التجاء ہے (اپنی فانی اور محدود زندگی کی کسی الجھن سے نکلنے کے لیے ) ۔ دعا فریاد ہے فریاد کا سلسلہ پیدائش سے ہی شروع ہو جاتا ہے معصوم اور بے شعور بچہ فریاد اور پکار سے زندگی کے سفر کا آغاز کرتا ہے اور اس کے بعد یہ عمل جاری رہتا ہے ۔ انسان فریاد کرتا ہی رہتا ہے (کسی نہ کسی مشکل میں نجات کے لیے ) ۔ بیمار آدمی جب اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو وہ اپنی بیماری سے نجات چاہتا ہے اسے اللہ کے ساتھ دوسری وابستگیاں یاد نہیں رہتی وہ صرف علاج چاہتا ہے، معالج چاہتا ہے، شفا چاہتا ہے غریب کی دعا غریبی سے نجات کے لیے ہے، محبت کرنے والے اللہ سے قرب مانگتے ہیں غرضیکہ ہر انسان ایک الگ خواہش لے کر اللہ کو پکارتا ہے ۔

اگر گوش باطن سے سنا جائے تو یہ کائنات ایک مجسم فریاد کی صورت میں نظر آئے گی، دعا شعور کا فطری طور پر ودیعت کیا گیا ہے ۔ آداب دعا اور فضیلت دعا مذہب نے سکھائے ہیں لیکن یہ شعور زندگی میں موجود ہے بچہ بیمار ہو جائے تو ماں کو آداب دعا خود بخود آجاتے ہیں جہاز خطرے میں ہو تو مسافروں کو دعا سکھانے کی ضرورت نہیں پڑتی دعا ان کے دل سے نکلتی ہے بلکہ ان کی آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے ۔ دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جہاں مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے اگر آپ با آواز بلند دعا مانگیں تو وہ دور سے سنتا ہے اگر آپ دل میں دعا مانگیں تو وہ وہیں موجود ہوتا ہے، دعا کو انداز تقرب کا اظہار کا اعلان ہے دعا الفاظ کی محتاج بھی ہے اور الفاظ سے بے نیاز بھی ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھانا بھی دعا ہے ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے

ہم خود نہ حاصل کر سکیں لیکن جس کا حاصل کرنا ممکن ہو مثلاً ہم یہ نہیں مانگتے کہ پرندوں جیسے پر عطا کر کیونکہ یہ ممکن نہیں۔ہاں البتہ یہ کہہ سکتے ہیں اللہ ہمیں عشق کے پر لگا کر اڑا کیونکہ یہ ممکن ہے۔دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے یہ بڑے نصیب کی بات ہے کہ انسان دعا کا سہارا ہاتھ سے نہ جانے دے۔جب کسی قوم یا فرد کا دعا سے اعتبار اٹھ جاتا ہے تو آنے والا وقت مصیبت کا خار خانہ ہوتا ہے۔گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں کیونکہ اللہ کریم کے پاس مکمل اختیار ہے چاہے تو گنہگار کی دعا منظور فرمائے نہ چاہے تو پیغمبر کی دعا بھی منظور نہ فرمائے۔(نوح سینکڑوں سال اللہ کے دین کی خدمت کرتے رہے آخر ان کا بیٹا بھی طوفان کی نذر ہو گیا لیکن ان کے ایمان میں فرق نہ آیا) دعا آخر سوال ہی تو ہے ماننے والا مانے یا نہ مانے۔یہ زندگی ہے اس میں غم ضرور آئے گا، تکلیفیں ضرور آئیں گی، بیماری ضرور آئے گی پھر موت بھی ضرور آئے گی ان حالات میں دعا کا مقام کہاں رہ گیا۔دعا کا یہی مقام ہے کہ انسان تقرب الٰہی کی خواہش کمزور نہ ہونے دے۔دعا یہ ہے کہ اللہ ہمیں اپنی رحمت سے مایوس نہ ہونے دے، دعا یہ ہے کہ دل نورِ ایمان سے روشن رہے، دعا یہ ہے کہ اتنا کرم نہ ہو کہ ہم اس کی یاد سے غافل ہو جائیں اور اتنا ستم نہ ہو کہ ہم اس کی رحمت سے دور ہو جائیں۔دعا یہ ہے کہ اللہ ہمیں منظور ہونے والی دعاؤں کی اگنی عطا فرما دے اور وہ دعائیں جن پر بابِ قبول بند ہو انکی توفیق عطا نہ فرمائے۔انسان اکثر ان چیزوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے لیے نقصان دہ ہیں اور اکثر ان چیزوں کو ناپسند کرتا ہے جو اس کے لیے مفید ہیں۔ہم اپنی پسند کی چیزیں مانگتے ہیں اور جب وہ حاصل نہیں ہوتی تو شور مچاتے ہیں حالانکہ ان کا حاصل نہ ہونا ہی ہمارے لیے مفید ہے اس لیے ضروری ہے کہ مسنون دعائیں مانگی جائیں۔ہمیں دعاؤں کی تعلیم دی گئی ہے بچے کو پیدا ہونے سے لیکر میت کے دفن کرنے تک ہر مقام پر دعا کو طریقہ کار بتایا گیا ہے مثلاً معمولی سا موقع ہے آئینہ دیکھنا ہے اس کے لیے بھی دعا ہے کہ "اے اللہ میرے چہرے کی طرح میرے کردار کو خوبصورت بنا" (الحدیث)۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک آدمی گڑگڑا کر دعا مانگ رہا تھا۔ایک مقرب فرشتے کا وہاں سے گزر ہوا۔عابد (داعی) پہچان گیا کہ یہ فرشتہ ہے داعی بولا اے فرشتے میری چند دعائیں اللہ کے ہاں پہنچا دو پھر اس نے آرزوئیں گنوانی شروع کر دی، فرشتہ بولا بس بس میں سمجھ گیا، وہ بولا کیا سمجھ گئے ہو ابھی تو بات مکمل نہیں ہوئی، فرشتے نے کہا میں اللہ سے کہہ دوں گا کہ تیرا فلاں بندہ کہہ رہا تھا کہ اے مالک اپنے سوا مجھے سب کچھ دے دے۔بس اتنی بات ہے کہ ہم اللہ کے تقرب کے سوا سب کچھ مانگتے ہیں۔

پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔ماں کی دعا دشت ہستی سایہ برابر ہے، دعا کی افادیت برحق ہے دعا سے حاصل کی ہوئی نعمت کی

قدر ایسے کرنی چاہیے کہ منعم (اللہ) کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہماری دعاؤں کو قبول فرمایا، یہ اس کا احسان ہے۔ زمین آسمان اور اس کے مابین جو کچھ بھی ہے اسکی خیریت کی دعا مانگی جائے تو اپنی زندگی خیریت سے گزر جاتی ہے۔نفرت والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے، سب کی بھلائی چاہنے والا بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہے۔اللہ کو سب سے زیادہ وہ ہستی محبوب ہے جس کو رحمت دو عالم بنا کر بھیجا گیا یعنی حضرت محمد ﷺ کے وسیلے اور واسطے سے دعاؤں کی مقبولیت عطا ہو جاتی ہے شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اب احتساب میرے گناہوں کا کس لیے اب واسطہ دیا ہے تمہارے حبیب کا

ہر حال جب تک زندگی ہے دعا رہے گی دعا آہ ہے، فریاد ہے، دعا اللہ کی رحمت کو دعوت دیتی ہے اس طرح دعا دعوت ہے اور شب تاریک کی تنہائیوں میں ٹپکنے والا آنسو بھی دعا ہے۔سر نیاز کا بے نیاز کے سامنے جھک جانا بھی دعا ہے۔کسی بے بس کا منہ خاموشی سے سوئے فلک اٹھنا بھی دعا ہے بلکہ مضطرب دل کی دھڑکن بھی دعا ہے کسی دور رہنے والے کو محبت سے یاد کرنا بھی دعا ہے۔روح کی مخلصانہ آرزو بھی دعا ہے دعا دینے والے کے در پر کبھی ہم سائل بن کر جاتے ہیں اور کبھی دعا دینے والا سائل بن کر ہمارے در پر دستک دیتا ہے۔ہم کسی کی دعا کی تاثیر ہیں ہماری دعائیں کسی زمانے کو اثر دیں گی منظور ہو یا نامنظور دعا بدستور جاری رہنے والا امر ہے اور جاری رہنا چاہیے۔

## التجا

اے غمزدوں کو خوش کر دینے والے اللہ! اے زندہ اور ہمیشہ رہنے قائم رہنے والے اللہ! میں تیری رحمت کا طلبگار ہوں ، اے اللہ اے رب رحیم میں کمزور ہوں تو قوتوں والا ہے، میں عاجز ہوں تو بے نیاز ہے، میں منگتا ہوں تو داتا ہے، میں مجرم ہوں تو حقیقی عظیم شہنشاہ ہے، تجھے تیری شان رحیمی و کریمی کا واسطہ سردار انبیاء حضرت محمد ﷺ کا واسطہ مجھ پر کرم فرما اور میرے صغیرہ کبیرہ گناہ معاف کر دے کیونکہ میں کسی امتحان اور آزمائش کے قابل نہیں۔اے اللہ! اے رب کریم تو معاف کرنے والا ہے معاف کرنے کو پسند کرتا ہے معاف کرنا تیری ادا ہے تو مجھے بھی معاف فرما دے میری حاجتیں پوری کر دے کیونکہ تو ہی مشکل کشا ہے تو ہی میرا آقا اور مولا ہے تو ہی ارض و سما کا مالک ہے اور تو ہی وسعتیں دینے والا ہے اے اللہ رب العزت میں کچھ نہیں میرا کچھ نہیں تو ہی سب کچھ ہے تیرا ہی سب کچھ ہے تو ہی ہر چیز کا قادر اور مالک ہے۔

طالب دعا: خاکسار! ''الحاج رانا ذوالفقار علی خاں مرحوم''

# سلام و قیام

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (ایم اے۔ پی ایچ ڈی)

محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر پاک بلند کرنا اللہ تعالیٰ کا مطلوب و مقصود ہے۱۔ اسی لیے ولادت و بعثت سے لاکھوں سال پہلے اللہ نے ذکر پاک کی محفل سجائی جس میں کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام شریک تھے۲۔ پھر ہر نبی نے اپنی اپنی امتوں میں محفلیں سجائیں اور آپ کی آمد کی خوشخبریاں سنائیں یہاں تک کہ آپ کا نام نامی سارے عالم میں جانا پہچانا ہو گیا۳۔ پھر آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ذکر پاک کی محفل سجائی جس میں ہزاروں امتی شریک ہوئے، اس محفل میں آپ نے اعلان فرمایا۔۔۔ میں ایک رسول کی خوشخبری سناتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور جس کا نام "احمد" ہو گا۴۔ ان تمام محافل کو ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ قرآن حکیم ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر مصطفیٰ ﷺ سنت الٰہی بھی ہے، سنت ملائکہ بھی ہے، اور سنت انبیاء بھی۔۔۔ کوئی نبی نہیں جس نے آپ کا ذکر نہ کیا ہو اور کوئی امت نہیں جس نے ذکر پاک کی محفل نہ سجائی ہو۔۔۔ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ ہی کے وسیلہ سے دعا مانگی جو قبول ہوئی۵۔ جب آدم علیہ السلام کی زبان پر نام نامی آیا تو اولاد آدم اس ذکر پاک سے کیسے محروم رہ سکتی ہے؟ اس لیے فرمایا اے ایمان والو! تم بھی درود بھیجو اور خوب خوب سلام بھیجو۶۔۔۔ اللہ اپنے محبوب کریم ﷺ پر درود بھیج رہا ہے۷۔ کس حالت میں بھیج رہا ہے؟۔۔۔ کوئی نہیں بتا سکتا کیا کھڑے ہو کر؟

۔۔۔ نہیں نہیں کھڑا ہونا تو بندوں کی صفت ہے، رب ذوالجلال کو اس سے کیا علاقہ؟ ہاں وہ اس حالت میں درود بھیج رہا ہے جس کو نہ دماغ سوچ سکتا ہے، نہ زبان بیان کر سکتی ہے اور نہ قلم لکھ سکتا ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب ﷺ پر درود بھیجنا ہی کمال عظمت کی دلیل ہے، اس سے بڑھ کر آپکی عظمت کیا اور کیا نشانی ہو گی؟۔۔۔

حوالہ جات

1: سورۃ الانشراح، آیت ۴۔ 2: سورۃ آل عمران، آیت ۸۱۔ 3: سورۃ البقرۃ، آیت ۱۳۶۔ 4: سورۃ الصف، آیت ۶۔ 5: فتاویٰ ابن تیمیہ، ج ۲، ص ۱۵۔

6: سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶۔ 7: سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶۔

ہاں ربِ جلیل اپنے محبوب ﷺ پر درود بھیج رہا ہے اور اس کے فرشتے ۸۔ ان گنت فرشتے پرا باندھے، صف بہ صف کھڑے درود بھیج رہے ہیں ۹، سبحان اللہ۔۔۔ سبحان اللہ! صلوٰۃ سلام کے لیے کھڑا ہونا تو ان فرشتوں کی سنت ہے۔ آیت کریمہ میں پہلے ہی اشارہ فرمادیا ورنہ فرشتوں کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟۔۔۔ اللہ اللہ فرشتے ہمارے دائیں بائیں ۱۰۔۔۔ فرشتے ہمارے آگے پیچھے کھڑے درود بھیج رہے ہیں ۱۱۔۔۔ ہم بھیجے نہ بھیجیں، ہم کھڑے ہوں نہ ہوں، وہ تو کھڑے ہوئے ہیں درود بھیج رہیں ہیں ۔۔۔ ہم کو خبر تک نہیں قرآن حکیم ہم کو بتا رہا ہے، ہاں قسم ہے ان پرا باندھے صف بہ صف کھڑے فرشتوں کی ۱۲۔۔۔ محبوب دو عالم ﷺ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز جنازہ میں کھڑے ہوکر درود پڑھا کرتے تھے۔۔۔ حضور انور ﷺ کے وصال کے بعد جب جسد اطہر تخت پر کفنا کے لٹادیا گیا تو حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل، حضرت عزرائیل علیہم السلام نے فرشتوں کے لشکروں کے ساتھ فوج در فوج صلوٰۃ سلام پیش کیا ۱۳۔ پھر حضور اکرم ﷺ ارشاد کے مطابق پہلے، مدینہ منورہ کے مردوں نے، پھر عورتوں نے، اس کے بعد بچوں نے باری باری، فوج در فوج آپ کے جسدِ اطہر کے سامنے کھڑے ہوکر صلوٰۃ سلام پیش کیا ۱۴۔ یہ سلسلہ بارہ گھنٹے سے زیادہ عرصے تک جاری رہا۔۔۔ تو کھڑے ہوکر صلوٰۃ سلام پیش کرنا سنتِ صحابہ بھی ہے، آج روضہ انور کے سامنے سب کھڑے ہوکر ہی درود سلام پیش کرتے ہیں

قیام کا حکم تو قرآن حکیم میں بھی ہے اور قرینہ بتاتا ہے کہ یہ حکم سلام و قیام کو بھی شامل ہے ۔۔۔ سلام و قیام، علم الٰہی میں تھا۔۔۔ مستقبل میں ہونے والے کاموں کے اشارے قرآن کریم میں کردیے گئے مثلاً سواری کے جانوروں کے ذکر کرکے فرمایا ''ہم وہ سواریاں پیدا کریں گے جس کی تمہیں خبر نہیں ۱۵۔۔۔ آج وہ سواریاں ہم نے دیکھ لیں اور دیکھ لیں گے۔۔۔ ایک جگہ فرمایا ''ہم انہیں دنیا بھر میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے اور خود ان کے وجود کے اندر ۱۶۔۔۔ آج ہزاروں نشانیاں ہم نے دیکھ لیں اور وجود کے اندر کا راز معلوم ہوگیا کہ سانس کی نالی میں کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ'' اور داہنے پھیپھڑے پر ''محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا ہے ۱۷۔۔۔ تو یہ کرنا ہے کہ علمِ الٰہی میں تھا کہ محبانِ رسول ﷺ صلوٰۃ سلام کے لیے کھڑا ہوا کریں گے۔

## حوالہ جات

8: سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶۔ 9: سورۃ الصفات، آیت ۱۔ 10: سورۃ ق، آیت ۱۸۔ 11: سورۃ رعد، آیت ۱۱۔ 12: سورۃ الصفات، آیت ۱
13: فتاوی رضویہ، ج ۴، ص ۵۴، بحوالہ بیہقی وحاکم وطبرانی۔ 14: مدراج النبوت، ج ۲، ص ۴۴۔ 15: سورۃ نحل، آیت ۱۸۔ 16: سورۃ فصلت، آیت ۵۳۔ 17: روزنامہ ''البلاد'' (سعودی عرب) شمارہ یکم شعبان ۱۴۱۲ھ۔



Scanned with CamScanner

چنانچہ ارشاد فرمایا۔۔۔''اور جب کہا جائے گا اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو، اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا ہے درجے بلند فرمائے گا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے ۱۸۔۔۔یعنی میر مجلس یا بانی محفل میں کھڑے ہونے کے لیے کہے تو حاضرین بلا حیل و حجت کھڑے ہو جایا کریں۔اللہ تعالیٰ ایسے مسلمانوں اور علماء کے درجے بلند فرمائے گا۔۔۔۔بے شک اللہ ہمارے کھڑے ہونے کو دیکھ رہا ہے ۱۹۔اور حضور انور ﷺ بھی ہمارے سلام و قیام کو ملاحظہ فرما رہے ہیں ۲۰۔۔۔جب اللہ اور رسول ﷺ ہم کو دیکھ رہے ہیں تو کون ہے جو صلواۃ سلام کے وقت کھڑا ہونا نہ چاہے گا۔۔۔مگر پھر بھی بعض حضرات سلام و قیام کے وقت نفرت اور حقارت کے ساتھ اٹھ کر چلے جاتے ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ کل قیامت کے دن جب منہ پر مہر لگادی جائے گی اور ہمارے پاؤں ہمارے خلاف گواہی دیں گے ۲۱ اور یہ کہیں گے ''خدایا'' جب حاضرین محفل تیرے حبیب کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھ رہے تھے تو یہ نفرت اور حقارت کے سے اٹھ کر الٹے پاؤں واپس جا رہا تھا۔۔۔کیا رب جلیل کے سامنے اس بیان سے ہمارا سر اونچا ہوگا یا نیچا؟۔۔۔۔یہ فیصلہ آپ خود فرمائیں۔۔۔ہم فائیو سٹار ہوٹلوں میں بھی ٹھہرتے ہیں اور وہاں دینی محفلوں میں شریک بھی ہوتے ہیں جب کہ سب کو معلوم ہے کہ فائیو سٹار ہوٹل منکرات اور محرمات کے مراکز ہیں اور ایسے مراکز سے حضور پرنور ﷺ نے دامن بچانے کی ہدایت فرمائی ہے۔۔کوئی دامن نہیں بچاتا، کب جوق در جوق جاتے ہیں۔۔۔۔

بے شک اجتماعی طور پر صلواۃ سلام کھڑے ہو کر پڑھنا سنت ملائکہ بھی ہے اور سنت صحابہ بھی اور سنت علماء اور صلحا بھی۔۔۔آج سے کچھ کم سات سو برس پہلے جلیل القدر عالم و عارف امام تقی دین سبکی ۲۲ (م ۷۵۶ھ / ۱۳۵۵ء) کی محفل میں علماء کرام کا عظیم اجتماع تھا، اس محفل میں ایک عاشق رسول نے امام صرصری ۲۳ کا ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ ''عزت اور شرف والے حضور پرنور ﷺ کا ذکر سن جمیل سن کر صف بہ صف کھڑے ہو جاتے ہیں'' ۲۴۔یہ شعر سننا تھا کہ میر مجلس امام تقی الدین سبکی کھڑے ہو گئے وہ کیا کھڑے ہو گئے تمام علماء کھڑے ہو گئے۔۔۔کیوں نہ کھڑے ہوتے کہ فرشتے بھی تو کھڑے ہوتے ہیں۔۔۔کیوں نہ کھڑے ہوتے کہ صحابہ کرام بھی تو کھڑے ہوئے تھے کھڑے ہونے کا یہ سلسلہ چل نکلا۔۔۔

## حوالہ جات

18: سورۃ مجادلہ، آیت ۱۱۔19: سورۃ شعراء، آیت ۲۱۸۔20: سورۃ بقرہ، آیت ۱۰۴۔21: سورۃ النور، آیت ۲۴۔22: اہل حدیث عالم مولوی نذیر حسین دہلوی نے امام تقی الدین سبکی کی جلالت شان کا اعتراف کرتے ہوئے انکو ''امام جلیل مجتہد کبیر'' تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے اجہاد پر علماء کا اجماع ہے (قلمی دستخطی فتویٰ بحوالہ اقامۃ القیامہ، لاہور)۔23: یحییٰ بن یوسف صرصری ''معجم المولفین'' بیروت، ج ۱۳، ص ۳۳۶، ۳۳۷۔24: طبقات القبری، ج ۱، ص ۲۰۸ مصر۔



Scanned with CamScanner

کچھ کم چار سو برس پہلے محدث وقت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی صلواۃ سلام کے لیے کھڑے ہوتے تھے اور اس کو عظیم سعادت سمجھتے ہوئے وسیلہ نجات اخروی تصور فرماتے تھے ۲۵۔۔۔مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اشرف علی تھانوی کے مرشدِ کریم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (م ۱۳۱۰ھ ۔ ۱۸۹۲ء) کوئی سو برس پہلے صلواۃ سلام کے لیے کھڑے ہوتے تھے اور اس میں بے حد سرور کیف پاتے ۲۶۔۔۔یہ محدثین و علماء ملت اسلامیہ کے پاسبان تھے افسوس ایسے عرفاء علماء پر تنقید ہماری عادت بن گئی ہے۔۔۔۔قرآن کریم میں تو لکھا ہے کہ جب سرکشوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی (ناقتہ اللہ) ۲۷ کی شان میں دست درازیاں کیں تو آن کی آن میں تباہ برباد کر دیے گئے۔۔۔ہم اللہ کے دوستوں (اولیاء اللہ) ۲۸ کی شان میں مسلسل زبان درازیاں کر رہے ہیں حتیٰ کہ ان کے نیک اعمال کو کفر و شرک سے تعبیر کر رہے ہیں تو ہمارا کیا حال ہوگا؟ ہم خود عذاب الٰہی کو دعوت دے رہے ہیں۔۔۔دین کے لیے ہزاروں کاوشوں کے باوجود عالم اسلام پر ظلمت کے بادل چھا رہے ہیں۔۔۔یہ کیا ہو رہا ہے؟۔۔۔یہ کیوں ہو رہا ہے؟۔۔۔اندھیرا بڑھ رہا ہے ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا۔۔۔اپنے دل سے پوچھیں؟ وہی ٹھیک بتاتا ہے حضور پرنور ﷺ نے فرمایا اپنے دل سے پوچھو۔ اپنے دل سے فیصلہ طلب کرو۔۔۔۔

الحمد للہ صلواۃ سلام کے لیے ہمارے وہ تمام اسلاف کھڑے ہوتے تھے جن کی تقویٰ اور پرہیزگاری، طہارت و صداقت، پاکیزگی و پارسائی کی ہم قسم کھا سکتے ہیں ۲۹۔ عالمی سطح پر ہر براعظم میں ذکر پاک کی محفلیں ہوتی ہیں اور کھڑے ہو کر صلواۃ سلام پیش کیا جاتا ہے ۳۰۔ حتیٰ کہ سعودی عرب میں بھی جہاں مواجہہ شریف کے علاوہ کسی محفل پاک میں کھڑے ہو کر صلواۃ سلام پیش کرنا ممنوع ہے (مگر جھنڈے کی سلامی اور قومی ترانے کے لیے کھڑے ہونے کا حکم ہے) وہاں پر پابندی کے باوجود دیہاتی لوگ ۱۲ ربیع الاول کو مذہبی عیدوں میں ایک عید تصور کرتے ہیں، ولادت کی رات ذکر تلاوت کرتے ہیں اور کھڑے ہو کر صلواۃ سلام پیش کرتے ہیں ۳۱۔ یہ دیہاتی مسلمان عربوں کا معمول ہے۔۔۔۔اللہ نے حکم دیا ہے کہ ہمارے پیاروں کے راستے پر چلتے رہو۔ دانائی یہی ہے کہ ہم عشق کو عقل نارسا کے بھینٹ نہ چڑھائیں اور اپنی محبت کو رسوا نہ کریں۔۔۔۔

## حوالہ جات


25: اخبار الاخیار، ص ۶۲۴، کراچی ۔ 26: فیصلہ ہفت مسئلہ (مع تعلیمات) لاہور، ص ۱۱۱ ۔ 27: سورۃ الاعراف، آیت ۷۳ ۔ 28: سورۃ یونس، آیت ۶۲

29: سید محمد جعفر برزنجی نے عقد الجواہر فی مولا النبی الازہر میں قیام کو مستحب فرمایا ہے۔ 30: نقشبندیہ فاؤنڈیشن برائے تعلیمات اسلامی امریکہ کی طرف سے شکاگو میں ۲۶ اور ۲۷ اگست ۱۹۹۵ کو انٹرنیشنل میلاد النبی ﷺ کانفرنس منعقد کی گئی جس میں فضلاء اور محققین نے شرکت کی اور کھڑے ہو کر سلام پیش کیا گیا۔ 31: عاتق بن غیث البلادی: الادب الشعبی فی الحجاز، مکہ مکرمہ ۱۹۸۲۔




Scanned with CamScanner

# غیبت کی تباہ کاریاں

عبدالغفور قادری طالبعلم

"ولا يغتب بعضكم بعضا"

(اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے)"ايحب احدكم ان ياكل لحم اخيه ميتا فكرهتموه" (کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا)۔

## غیبت کیا ہے؟ غیبت کی تعریف۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا! اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے مسلمان بھائی کے ان عیوب کا ذکر کرنا جس کا ذکر کرنا وہ ناپسند کرتا ہو غیبت ہے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر چہ میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جس کا میں ذکر کروں۔ کیا یہ بھی غیبت ہے، فرمایا! اگر تمہارے بھائی میں وہ عیب ہے تب ہی تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ عیب نہیں تو تم نے اس پر بہتان لگایا

حضرت ماعز اسلمیؓ کا واقعہ کتب احادیث میں موجود ہے کہ انہوں نے آقائے رحمت ﷺ کے دربار رسالت میں خود حاضر ہو کر اپنے زنا میں ملوث ہو جانے کا اعتراف کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان پر حد جاری فرمائی، اور اسی دوران وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد نبی کریم ﷺ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ اور چند صحابہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے دو آدمیوں کو کہتے سنا کہ ماعز کی موت پر بڑا افسوس ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈال دیا تھا لیکن اس نے خود ہی اس کا اعتراف کر لیا اور پھر اس سے اسی طرح سنگسار کیا گیا۔ جس طرح کتے کو سنگسار کیا جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام خاموش رہے تھوڑی دور مزید چلنے کے بعد آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ رک

گئے جہاں ایک گدھا مرا پڑا تھا۔ آپ ﷺ نے ان دونوں حضرت کو طلب فرمایا۔ حاضر ہونے پر ان سے کہا اس مردار گدھے کا گوشت کھاؤ وہ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ ﷺ اسے کون کھا سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم مردہ گدھا کھانے سے تو نفرت کرتے ہو لیکن تم نے اپنے بھائی کی عزت پر جو حملہ کیا وہ مردار کھانے سے بھی بدتر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ تو جنت کی نہروں میں نہا رہا ہے۔ اور تم یہاں اس وقت اس کی غیبت کر رہے ہو۔

ایک موقع پر بعض صحابہ کرامؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کی غیبت کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں طلب فرمایا اور فرمایا کہ تم نے ابھی گوشت کھایا ہے۔'' وہ عرض کرنے لگے یارسول اللہ ﷺ ہمیں کئی دن سے گوشت میسر نہیں آیا۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ تھوکو! انہوں نے تھوکا تو یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ اس میں گوشت کے ریشے موجود ہیں آپ ﷺ نے فرمایا تم نے ابھی زید کا گوشت کھایا ہے کیونکہ تم نے ان کی غیبت کی۔

حضرت ابوسعید اور جابرؓ عرض کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ''غیبت زنا سے زیادہ شدید ہے'' صحابہ کرام نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ ''غیبت زنا سے کس طرح زیادہ ہے'' آپ ﷺ نے جواب عطا فرمایا۔ اگر کوئی زنا کرتا ہے اور توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ عزوجل اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور غیبت کرنے والے کو نہیں بخشا جاتا جب تک وہ معاف نہ کر دے جس کی اس نے غیبت کی ہو۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم حضور ﷺ نے دربار عالیہ میں حاضر تھے کہ اچانک ایک بدبو پھیلی آقا ﷺ نے فرمایا! ''اتدرون ماھذا'' ہم نے عرض کی نہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! ابھی کچھ منافقوں نے کچھ مسلمانوں کی غیبت کی ہے یہ گندی بو غیبت کی ہے۔

..............................................

# بے اولادی

تحریر: حکیم محمد قاسم فاضل طب الجراحت مستند ہمدرد (سی بلاک واپڈا روڈ عارف والہ)

## اولاد کا نہ ہوسکنا۔

عورت کی بے اولادی کا طعنہ دینا، منحوس یا بد نصیب کہنا درست نہیں۔ مردوں میں بھی بانجھ پن کی وجہ موجود ہوا کرتی ہے۔ جدید دور میں مردمیں بانجھ پن کی شرح میں اضافہ دیکھنے میں زیادہ آ رہا ہے۔ شوگر بلڈ پریشر کی ادویہ کی عرصہ دراز تک استعمال بھی بانجھ پن کی صورت حال میں مبتلا کرتا ہے۔ بانجھ پن یا عقم کا مطلب بچہ پیدا کرنا کی صلاحیت میں کمی یا بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت کا نہ ہونا۔

## بے اولادی۔

ایک سال کی عرصہ تک نارمل مباشرت ہوتے رہنے اوراس دوران کوئی مانع حمل طریقہ اختیار نہ کرنے کے باوجود حمل قرار نہ پاسکنا بانجھ پن کہلاتا ہے۔ عام طور پر بانجھ پن کی دواقسام ہیں۔ 1: ابتدائی بانجھ پن ایسی خواتین جن کو پہلے کبھی بھی حمل نہ ہوسکا ہو
2: ثانوی بانجھ پن ایسی خواتین جن کو پہلے حمل ہو چکا ہوتا ہے مگر بعد میں کسی وجہ سے مرد یا عورت میں یہ صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔
زمانہ قدیم میں بانجھ پن جوڑوں میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت کم ہوا کرتی تھی۔
مگر جدید دور میں اعلیٰ تشخیص کی بدولت بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت اللہ تعالیٰ کے کرم سے 85% تک ہو جاتی ہے۔ تشخیص سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ بچہ پیدا ہونے کی وجہ مرد یا عورت دونوں میں سے کس کے اندر ہے۔

## حمل قرار پانے کے لیے۔

مرد اور عورت کا تندرست ہونا بہت ضروری ہے۔ مرد کو ضعیفِ باہ کا مریض نہیں ہونا چاہیے۔ مرد کا مادہ تولید نارمل اور اسپرم خلیوں کی شرح مناسب ہونی چاہیے۔ اسپرم کی صورت حال اس طرح ہونی چاہیے کہ کم از کم ۷۲ گھنٹے کے پرہیز کے بعد حاصل کردہ مادہ منویہ کو تجزیہ کرنے کے بعد مادہ کی مقدار 1.5 ملی لیٹر سے 5 ملی لیٹر تک ہو ایک سی سی مادہ منویہ میں 100 ملین (دس کروڑ) یا اس سے زائد

سپرم 50 سے 60 فیصد تک حرکت کرنے والے اور 60 فیصد تک نارمل شکل وصورت والے ہونے چاہیے۔

## مرد میں اسپرم کی تعداد میں کمی۔

اسپرم کی تعداد کی ایک سی سی میں 100 ملین سے کم ہونا یا مادہ منویہ میں اسپرم کی عدم موجودگی کا مریض نہیں ہونا چاہیے۔

## عورت کے لیے ضروری۔

عورت کا صحت منداور توانا ہونا چاہیے۔ عورت میں ورم رحم سیلان الرحم ماہواری کی بے قاعدگی، ہارمون کے توازن میں خرابی ماہواری یا صفین کی بندش یا حیض میں کمی وغیرہ کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ جسمانی طور پر موٹاپا اور خون میں کولیسٹرول کا لیول ٹھیک ہونا چاہیے۔ عورت کی طرف سے اسکی بیضہ دانی یا اوری سے ایک مکمل نمو یافتہ اور صحت مند بیضہ پیدا ہوا سے قاذف نالی میں پہنچنے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ بیضہ خارج ہونے عمل کو عمل تبویض کہا جاتا ہے۔

ہر ماہ بعد بیضہ ایک یا دوسری اوری سے خارج ہو کر قاذف نالیوں (فلپس ٹیوب) میں پہنچتا ہے۔ بیضہ خارج ہونے پر عورت کچھ اس طرح کا احساس اور تجزیہ کرلیا کرتی ہے 1: بدن میں درجہ حرارت ایک فارن ہائیٹ پہنچ جاتا ہے، اگر حمل قرار نہ پائے تو ماہواری آنے تک بڑھتا رہتا ہے 2: چھاتیوں میں بھراؤں محسوس ہوتا ہے مہبلی کی رطوبت کم ہو جاتی ہے اوزیما کی وجہ سے وزن میں معمولی اضافہ ہو جاتا ہے 3: ایسی علامات جن خواتین میں نہیں پائی جاتی وہ بیضہ خارج کرنے سے قاصر رہتی ہیں۔ بیضہ خارج ہونے سے عورت کے رحم کے منہ میں لگے پلک پر جیسٹرون ہارمون کے اندر سے چپچپا اور نرمخاط میں تبدیل ہو جاتا ہے ایسا ہونا ضروری ہوتا ہے کہ اسپرم آسانی سے رحم کے منہ میں آسانی سے داخل ہو سکے۔ حمل قرار ہونے کے لیے ضروری ہے کہ صحبت اس وقت کی جائے جب بیضہ خارج ہو چکا ہو۔ اسپرم کو اس قابل ہونا چاہیے کہ وہ بیضہ کی بیرونی جھلی کو اپنے خامروں سے توڑ کر بیضہ میں داخل ہو سکے۔ جب بیضہ بارآور ہو چکا ہو تو اس دوران نسوانی جنسی ہارمون اسٹروجن پروجسٹرون کے زیر اثر رحم کی اندرونی جھلی بطانہ رحم کی لائننگ مکمل ہو چکی ہوتا کہ بارآور بیضہ رحم میں پہنچ کر آسانی سے دھنس سکے اور یہاں پر 9 ماہ یا 10 ماہ تک اپنی نشوونما جاری رکھے۔ بیضہ کا رحم میں امپلانٹ ہونا بے حد ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ بہت سے بارآور بیضے صحیح طریقے سے امپلانٹ نہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہو جاتے ہیں۔ فی زمانہ ہمارے معاشرے میں بے اولاد جوڑوں میں خواتین 60% اور مرد 40% بانجھ پن کا شکار ہیں۔

وقت پر تشخیص ہونے پر یقینی شفاء حاصل کی جا سکتی ہے۔ اللہ کریم نے دنیا میں کوئی ایسا مرض لاعلاج نہیں بھیجا ہر مرض کی تقریبا 70% دوائیں موجود ہیں۔



Scanned with CamScanner

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ

عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؕ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى

اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى

اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؕ

Scanned with CamScanner

آج میلاد نبی ہے کیا سہانا نور ہے۔ آگیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

# جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

و

# مشعل بردار جلوس

خطاب

مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا

## مفتی خان محمد قادری

پرنسپل جامعہ اسلامیہ لاہور

جامعہ مسجد سلطانیہ D بلاک سے عظیم الشان جلوس علماء مشائخ کی قیادت میں روانہ ہو کر مختلف مقامات سے ہوتا ہوا جناح چوک عارفوالہ میں خطاب اور صلوٰۃ وسلام کے ساتھ اختتام پذیر ہوگا۔

زیر صدارت

رہبر طریقت رہبر شریعت

حضرت پیر سید منظور احمد شاہ صاحب

بانی و شیخ الحدیث

مدرسہ غوثیہ عارفوالہ

11 اپریل

12 ربیع الاول

بروز منگل

بعد

نماز عشاء

زیر قیادت

امیر اہلسنت حضرت

نزاکت حسین گولڑوی

امیر سنی علما کونسل پاکستان

نوٹ: بذریعہ قرعہ اندازی عمرہ دیا جائیگا۔

منجانب: سنی علماء کونسل عارفوالہ و سنی تحریک عارفوالہ

Scanned with CamScanner

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

عارف والا۔ پاکپتن شریف پاکستان

ماہنامہ

# ندائے حق

INTERNATIONAL


زیرِ سرپرستی

یکے از مطبوعات

پیر طریقت اُستاذ العلماء الحاج

حضرت پیر سید

## منظور احمد شاہ بخاری

بانی و شیخ الحدیث دارالعلوم حنفیہ غوثیہ (رجسٹرڈ) عارفوالا


جلد نمبر 02 محرم الحرام ۱۴۲۵ھ مارچ 2004ء شمارہ نمبر 01



**مدیر**

پیر سید خلیل الرحمٰن بخاری

**نائب مدیر**

میجر (ر) بشیر حسین قادری

**معاون مدیر**

حافظ محمد اکرم راشد ایم۔اے

**مجلس مشاورت**

۱) حضرت علامہ مولانا علی احمد سندھیلوی لاہور
۲) حضرت علامہ مولانا حافظ بشیر احمد فردوسی بوریوالا
۳) حضرت علامہ حافظ محمد نواز بشیر جلالی لاہور
۴) حضرت علامہ قاری محمد جمال قادری عارفوالا
۵) حضرت علامہ حافظ محمد عبداللہ چشتی پیر محل
۶) علامہ قاری محمد اشرف قادری
۷) قاری ذوالفقار علی قادری
۸) حافظ محمد یونس قادری بہاول نگر

**خصوصی معاون**

مخدوم و محترم جناب

محمد احمد گوندل صاحب

Director General
Invironment Foundation
Blochistan

**مجلس معاونین**

۱) چوہدری احمد رضا سلطان صاحب ساہیوال
۲) چوہدری مشتاق احمد سیکرٹری نیشنل اسمبلی اسلام آباد
۳) چوہدری طارق محمود صاحب [illegible] عارفوالا
۴) جناب الحاج رانا ذوالفقار علی خان صاحب عارفوالا
۵) جناب حاجی نوید حسین قادری صاحب لاہور
۶) پیر سید مطلوب حسین شاہ صاحب
۷) مرزا خرم نصیر قادری صاحب کراچی
۸) حاجی زبیر احمد صاحب لاہور (۹) چوہدری محمد افضل

ناظم اشاعت: ملک محمد آصف شہزاد

ناظم اشتہارات: ملک محمد عابد شہزاد


ممبر شپ فیس: 15 روپے ماہانہ — بمعہ عام ڈاک خرچ 150 روپے


مقام اشاعت: شعبہ تبلیغ مرکزی دارالعلوم جامع حنفیہ غوثیہ (رجسٹرڈ)۔
71/EB ٹھیکواں شریف عارف والا۔ فون: 0446-33192-34192



ملنے کا پتہ

مکتبہ المدینہ اینڈ جنرل سٹور

Ph 30991

بالمقابل سہارا مارکیٹ، ایم سی ہائی سکول روڈ عارفوالا



کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: عارفوالا کمپیوٹر کالج (مشتاق احمد عاکف، چوہدری عبدالرزاق)

# عکس آئینہ


| نمبر شمار | عنوان | | صفحہ |
|---|---|---|---|
| 1- | حمد، | (امیر چغتائی) | 1 |
| 2- | نعت | (حافظ محمد اکرم راشد) | 2 |
| 3- | درس قرآن | (شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعید | 3 |
| 4- | مرادِ رسول سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ | (حافظ سید شمشیر علی شاہ) | 6 |
| 5- | پنجتن پاک اور آیت مباہلہ | (سید خلیل الرحمٰن بخاری) | 11 |
| 6- | یادِ رفتگان سلطان العارفین حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ | (حافظ محمد اکرم راشد ایم اے) | 15 |
| 7- | شہادت | (علامہ غلام یٰسین پاکپتنی) | 21 |
| 8- | یزید اور یزیدیت | (علامہ بشیر احمد فردوسی) | 26 |
| 9- | سنہری پھول | (رانا ذوالفقار علی خاں) | 32 |
| 10- | تاریخ کے آئینے میں | (نذیر احمد بھٹی) | 33 |
| 11- | یوم عاشورا اور نوافل | (محمد مظہر فرید چشتی) | 37 |
| 12- | سیب + کیلا | (حکیم غلام محی الدین ماجد القادری) | 40 |
| 13- | اقوال زریں | (سید اعجاز حسین بخاری) | 43 |
| 14- | آپ نے پوچھا ہے | (مولانا محمد حسین) | 44 |

# حمد

دوسرا کون ہے جہاں تو ہے
کون جانے تجھے کہاں تو ہے

لاکھ پردوں میں تو ہے بے پردہ
سو نشانوں میں بینشاں تو ہے

تو ہے خلوت میں تو ہے جلوت میں
کہیں پنہاں کہیں عیاں تو ہے

نہیں تیرے سوا یہاں کوئی
میز باں تو ہے مہماں توں ہے

نہ مکاں میں نہ لا مکاں میں
جلوہ فرما یہاں وہاں تو ہے

کچھ رنگ تیرا چمک میں، بو تیری
خوب دیکھا تو باغباں تو ہے

محرم راز تو ہیں امیر
جس کو کہتے ہیں راز داں تو ہے

(امیر چغتائی)

# نعت

مدینے میں جب شام ہو تی ہے
دل دھڑکتا ہے پہلو میں رُک رُک کر آفاق میں
رہتا ہے صدا چرچا اُس کا
کر تی ہے معطر جسم و جاں کو ہر دم
پا جا تے ہیں حیات ِ جاوید وہ لو گ
کٹتی ہے جو گھڑی قرب و جوارنبی میں
حرکت ِ زبان ِ مصطفیٰ سے جو بنتی ہے آواز
عقبیٰ سنوار لو غلام مصطفیٰ بن کر راشد

محبت رسول کا انعام ہوتی ہے
جب وقت ِ نزع آمد ِ خیر الا نام ہو تی ہے
جو قوم نبی کے غلامون کی غلام ہو تی ہے
فضا ء جو طیبہ میں محو خرام ہو تی ہے
عمر جن کی مدینے میں تمام ہو تی ہے
وہ بعداز مصائب وآلام ہوتی ہے
یاحدیث ہوتی ہے یا خدا کا کلام ہوتی ہے
عبد مصطفیٰ پہ آتش ِ جہنم حرام ہوتی ہے

(حافظ محمد اکرم راشد ایم اے)

# درس قرآن

تحریر شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی

**ایاک نعبد و ایاک نستعین**

ترجمہ: اے پروردگار ہم تیری عبادت کرتے ہیں تجھ سے مدد چاہتے ہیں

## استعانت کے معنی

استعانت کا لفظ عون سے ماخوذ ہے، علامہ زبیدی عون کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کسی کام پر مدد کرنے والے کو عون کہتے ہیں، عرب کہتے ہیں: جب قحط آتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے اعوان بھی آتے ہیں، یعنی ٹڈیاں، مکھیاں اور بیماریاں، لیث نے کہا ہر وہ چیز جو تمہاری مدد کرے وہ تمہاری عون ہے، جیسے روزہ عبادت کے لیے عون ہے، اس کی جمع اعوان ہے اور عرب کہتے ہیں: استعنتہ فاعاننی میں نے اس سے مدد طلب کی تو اس نے میری مدد کی۔ (تاج العروس ج ۹ ص ۲۸۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ)

## ایاک نستعین کی تفسیر

علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:

ایاک نستعین کا معنی یہ ہے: اے ہمارے رب ہم اپنی عبادات، اپنی طاعات اور اپنے تمام معاملات میں صرف تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں، تیرے سوا اور کوئی مددگار نہیں ہے، کفار اپنے معاملات میں اپنے باطل معبودوں سے مدد طلب کرتے ہیں اور ہم اخلاص کے ساتھ تیری عبادت کرتے ہیں اور اپنے تمام امور میں تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ہم اپنی اطاعت اور تمام امور میں تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۵۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

عبادت کو استعانت پر مقدم کرنے کی وجوہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عبادت بھی اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ پھر بہ ظاہر یہ چاہئے تھا کہ پہلے ایاک نستعین ہوتا پھر ایاک نعبد ہوتا، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ واو ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

**یامریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی مع الراکعین** (آل عمران:۴۳)

اے مریم! اپنے رب کی عبادت کر، سجدہ کر اور رکوع کرنے والون کے ساتھ رکوع کر۔

اس آیت میں پہلے سجدہ اور پھر رکوع کا ذکر ہے حالانکہ ترتیب کے اعتبار سے پہلے رکوع اور پھر سجدہ ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ وسیلہ مقصود پر مقدم ہوتا ہے، بندہ کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب تم نے دعا اور سوال کرنا ہو تو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، تا کہ تمہاری دعا قبول ہو، اس لئے مدد طلب کرنے سے پہلے عبادت کرنے کا ذکر کیا گیا، تیسرا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے **الحمد الله رب العلمین** اور **مالك یوم الدین** فرمایا تھا تو اسی وزن پر **ایاك نعبد وایاك نستعین** فرمایا، اگر **ایاك نستعین وایاك نعبد** ہوتا تو ان آیات کے آخری الفاظ کا اختتام ایک فصل اور ایک وزن پر نہ ہوتا۔

## اولیاء اللہ سے استعانت کی تحقیق (علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں)

استعانت میں عموم مراد ہے، ہر چیز میں ہم صرف تجھ سے ہی استعانت کرتے ہیں کیونکہ حدیث صحیح میں نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن عباس سے فرمایا:

**اذا ستعنت فاستعن بالله** (جامع ترندی ص 361) (ترجمہ: جب تم مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو)

اسی حدیث کی وجہ سے حضرت ابن عباس نے استعانت میں عموم کا قول اختیار کیا ہے، سو جس شخص نے اپنے اہم معاملات بلکہ دوسرے غیر اہم معاملات میں بھی غیر اللہ سے مدد چاہی ہو تو اس نے ایک عبث عمل کیا، اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں مدد طلب کی جاتی حالانکہ وہ غنی کبیر ہے اور دوسروں سے کیسے مدد طلب کی جائے گی جب کہ سب اس کے محتاج ہیں، اور محتاج کا محتاج سے مدد طلب کرنا ناپختہ رائے ہے اور عقل کی کج روی اور میں نے کتنے لوگوں کو دیکھا جنہوں نے غیر اللہ سے عزت اور دولت طلب کی اور وہ ذلیل اور فقیر ہوئے سو اللہ کے سوا اور کوئی اس لائق نہیں کہ اس سے مدد طلب کی جائے

(روح المعانی ج اص 91، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ مراغی لکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہ کریں اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی ایسی تعظیم کریں جیسی معبود کی تعظیم کی جاتی ہے اور اللہ کے سوا کسی سے مدد نہ طلب کریں اور کسی کام کو پورا کرنے کے لئے جو طاقت درکار ہوتی ہے وہ کسی اور سے نہ مانگیں ماسوا ان کی جن کا کسب کرنا اور جن کو حاصل کرنا ہمارے لیے عام اسباب میں مشروع اور میسر ہے۔

اس کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے اسباب کو مسیات کے ساتھ مربوط کیا ہے اسی طرح ارتفاع موانع پر بھی ان کو موقوف کیا ہے اور ان اسباب کے حصول کے لئے انسان کو علم اور معرفت سے نوازا ہے اور موانع اور رکاوٹوں کے دور کرنے پر انسان کو قدرت عطا کی ہے اور اسی اعتبار سے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کریں اور تعاون کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وتعا و نوا علی البر والتقوی ولا تعا ونو ا علی الا ثم والعد وان (المائدۃ:2)

(ترجمہ: اور تم نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

قال ما مکنی فیه ربی خیر فا عینونی بقو ۃ اجعل بینکم و بینهم رد ما (الکھف:95)

(ترجمہ: ذوالقرنین نے کہا میرے رب نے جس پر مجھے قدرت دی ہے وہ (تمارے مال سے بہتر ہے تو تم (محنت کے کام میں) طاقت سے میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان نہایت مضبوط دیوار بنا دوں گا۔

Scanned with CamScanner

# مرادرسول سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

تحریر: حافظ سید شمشیر علی

حضرت عمرؓ بن الخطاب بن نفیل کا تعلق قبیلہ قریش کی شاخ بنو عدی سے تھا ان کی والدہ بن مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں حضرت عمر نے سن 6 ہجری میں 26 یا 27 برس کی عمر میں اسلام قبول کرلیا ان کی ایک بیٹی حضرت حفصہ کو بیوہ ہونے کے بعد سرورِ عالمؐ کے نکاح میں آنے اور ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی ذی شرف خاتون کی نسبت سے حضرت عمرؓ کی کنیت ابو حفص ہوئی۔ سن 24 ہجری میں یکم محرم کو انتقال فرمایا۔ حضرت عمرؓ بہت وجیہہ اور خوب صورت آدمی تھے دراز قد، چھرا جسم، گورا رنگ نہایت چاق و چوبند اور بہادر، بھاگتے ہوئے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو جاتے اور دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں کو یکساں قدرت سے استعمال میں لاتے۔ ان کا شمار عرب کے مشہور پہلوانوں میں ہوتا تھا عکاظ کے مقام پر جو میلہ لگتا تھا۔ حضرت عمرؓ اس میں اپنی کشتی کے جوہر دکھاتے۔ لیکن وہ عام پہلوانوں کی طرح نہ تھے جن پر جسم اور مسیمانیت کا اتنا غلبہ ہو جاتا ہے کہ ان کی روحانی فکری اور ذہنی صلاحیتیں دب کر رہ جاتی ہیں۔ سیدنا عمر فاروقؓ نہایت عالم فاضل اور دانا تھے۔ حضورؐ کی بعثت کے وقت مکہ کے جن سترہ آدمیوں کو لکھنا پڑھنا آتا تھا آپؓ بھی ان میں شامل تھے۔ انہوں نے یہ استعداد اپنی ذاتی قابلیت سے بہم پہنچائی تھی۔ خاندانی اور موروثی حالات کا اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ ان کے والد نے تو شاید زیادہ سے زیادہ انکو اونٹوں کا چرواہا بنانا چاہتا ہوگا۔ ان کے بچپن کے حالات تو معلوم نہیں۔ تاہم اتنا معلوم ہے کہ وہ مکہ میں چند میل دور جنگلوں میں اونٹ چرانے جایا کرتے تھے۔ سارا دن اونٹوں کے پیچھے پیچھے چلتے لیکن جب چلتے چلتے تھک جاتے ذرا دم لینے کے لئے رک جاتے تو باپ کے ہاتھ سے مار پڑتی خلیفہ بننے کے بعد ان کا ضجنان کے جنگل سے گزر ہوا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور گزرے ہوئے دنوں کو یاد کر کے کہنے لگے۔ اللہ اکبر! ایک زمانہ وہ بھی تھا جب میں سادہ سا کرتا پہن کر یہاں اونٹ چرایا کرتا تھا تھک کر بیٹھ جاتا تو ابا پٹائی کرتے۔ آج یہ دن ہے کہ اللہ کے سوا میرے اوپر کوئی دوسرا حاکم نہیں۔ حضرت عمر نے رائج الوقت فنون سپہ گری میں کمال حاصل کیا۔ وہ شمشیرزنی شاہ سواری، تیراندازی اور نیزہ بازی کے ماہر تھے۔ علم کے شعبوں میں شاعری فقہ، قضا حدیث پر مکمل عبور حاصل تھا۔ قرآن مجید کا کافی حصہ یاد تھا۔

## سید نا عمر فاروقؓ کا قبول اسلام

سیدنا عمر ابن لخطاب کا قبول اسلام تاریخ اسلام کا ایک اتنا اہم اور دل گراز واقعہ ہے کہ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم اس واقع سے بہت متاثر ہوئے۔ غیر مسلم مصنفین میں اس واقعہ کو سب سے بہتر اور دل نشیں انداز میں رقم کرنے کا سہرا جناب جی سنگھ وارا کے سر ہیں۔ جی ایس دارا مذہبا سکھ تھے اور پیشہ کے اعتبار سے وکیل اور صحافی تھے۔ رسول عربی کے نام سے ان کی کتاب 1939ء میں شائع ہوئی رسول عربی میں سیدنا عمر ابن الخطاب کے قبول اسلام کا واقعہ بڑی تفصیل سے بیان ہوا اور اپنی اثر آفرینی کے اعتبار سے اس لائق ہے کہ ہم اس کا تفصیل سے مطالعہ کریں۔

## قتل کا منصوبہ

مسلمان اب حبش کو ہجرت کر گئے تھے آنحضرت پیچھے اکیلے رہ گئے تھے کفار نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنی کارستانیوں میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ ایک دن بد باطن لوگ جمع ہو گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ لعنت ہے ہماری غیرت پر جہاں ہم سے ایک کج محمدؐ (نعوذ باللہ) سیدھا نہ ہو سکا۔ وہاں ہمارا جینا موت سے بدتر ہے کیا ہم میں سے ایک آدمی ایسا نہیں جو ہمارے ان معبودوں کو اس جادوگر کے پنجے سے بچائے کیا کوئی منچلا جوان ایسا نہیں کر سکتا جو اسکے مقابلے میں سامنے آئے کیا کوئی جانباز عربی ایسا نہیں ہے جو قوم کی خاطر اپنا خون بہائے۔ یہ جوشیلی تقریر لوگوں نے سنی تو ان بے غیرتوں کی غیرت نے جوش مارا۔ ابو جہل نامی ایک جہل اس مجلس میں شامل تھا کہنے لگا کہ میں ایک صد لرنٹ احد ایک ہزار سکہ چاندی دوں گا جو محمدؐ کا سر کاٹ کر پیش کرے گا۔ اس پر ایک شخص نو بہ عمر اسم گرامی عمر شجاعت کے جوش سے معمور اور دلاوری کے نشہ میں چور گھٹنا ٹیک کر اٹھا اور للکارا کہ اے مکہ والو! بس اب میں تمہارے روبرو منہ تب دکھاؤں گا اگر محمدؐ کا سر کاٹ کر لاؤں گا اب وہ نہیں یا میں نہیں قتل کے لئے حلف اٹھایا یہ بات سن کر وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے اب محمدؐ سے ہماری خلاصی ہوئی عمر بڑا جوان ہے محمدؐ اس کے روبرو کیا جانا ہے یہ ایک وار سے اس کے دو ٹکڑے کر آئے گا اور اپنا اور اپنی قوم کا نام بلند کر جائے گا جاہل ابو جہل اپنے زر کے زعم میں اور عمر اور اپنی نوعمری کے نشہ میں دونوں مرد میدان بن کر اس کام کو نکلے۔ قول وقرار تو بڑی مجلس ہی میں ہو چکا تھا اور آنحضرتؐ کے سر کی قیمت ایک صد اونٹ اور ایک ہزار سکہ ارمقرر ہو چکی تھی اور شہرہ شجاعت علیحدہ، مگر مزید قول وقرار کے لئے یہ مرد کعبہ کے بتوں کے سامنے حاضر

ہوئے، وہاں ابوجہل نے قسم کھائی اور اپنی جہالت وشرارت کو مزید کا کیا عمر نے حرم سے نکلتے ہی تلوار نیام سے کھینچ لی اور شمشیر بکف گئے نبی اللہ کے خون کی پیاس میں تشنہ لب آپ کے گھر کی طرف دوڑا۔

☆ بجرم عشق تو مارا کشتند غوغائیست　　　تو بر سر بام آ کر خوش تماشائیست

(ترجمہ: تیرے عشق میں لوگ ہمیں جان سے مار رہے ہیں ایک ہنگامہ برپا ہے تو بھی چھت پر آ اور دیکھ کتنا حسین نظارہ ہے

عمر کا اپنی بہن کا قتل کرنے کا مقصد اتفاقاً عمر کو راستہ میں ایک دوست ملا اس سے پریشان حال ہوا کہ بھائی یہ کیا ماجرا ہے تو چلا کہاں ہے سچ بتا یہ کس کی جان پر آ بنی ہے اور تو نے یہ کہاں سے ٹھانی ہے عمر نے ابوجہل کی داستان سنائی اور ساتھ ہی ایک صد اونٹ اور ایک ہزار سکہ کی بات بتائی تو وہ کہنے لگا یہ سب کچھ درست ہے اور بجا لیکن محمد تو پھر بھی ایک غیر شخص ہے اس سے چار دن ٹھہر کر بھگت لینا بات کر اپنے بہن بہنوئی کی جن کا اسلام تیرے نام پر دھبہ ہے۔ پہلے اپنے گھر والوں کا بندوبست کر جو ہر وقت محمد کا کلمہ پڑھتے ہیں اور اگر تم کو یہ کام کرنا ہی ہے تو کیوں نہیں اپنے ان دونوں کا کام تمام کرتے۔ تمہارے اپنے کعبہ قبیلہ کی عزت بھی رہ جائے گی اور مسلمانوں کو بھی عبرت آ جائے گی عمر نے جب یہ بات سنی تو اس کے تن بدن میں ایک نئی آگ بھڑک اٹھی وہ الٹے قدموں لوٹا اور سیدھا بہن کے گھر گیا دوڑا آیا اور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا بہن اسکی آواز پہچان گئی اس نے جھٹ سے خباب کو جو اس وقت سورہ طہ پڑھ رہے تھے اندر چھپا دیا اور وہ جانتی تھی کہ تم تند مزاج ہے اور ہمارے ترک کفر کا بھی مخالف ہے ایسا نہ ہو اسکو قرآن پڑھتا دیکھ کر طیش میں آ جائے اور خباب مفت میں زیر عتاب بن جائے۔ بہن نے دروازہ کھولا اور عمر کی آنکھوں میں خون ٹپکتا دیکھا اور ننگی تلوار پر نظر لگائی تو تاڑ گئی کہ اجل آئی عمر غصے سے بھرے اندر آئے اور بہنوئی سے پوچھا کہ تم کیا کر رہے ہو انہوں نے کہا تمہیں کیا مطلب عمر نے بہنوئی کو مارنا شروع کیا بہن نے آگے بڑھ کر روکنا چاہا اور عمر نے بہن کو تماچے مارے اور کہا تم قوم میں فساد ڈالنا چاہتے ہو۔ بہن آنکھوں میں آنسو بھر کر بولی بھائی جان جھگڑا یا جنگ وجدال کا کوئی سوال نہیں تو میرا بھائی ہے میں تیری بہن ہوں اگر بھائی کی شمشیر کو بہن کے سر سے غرض ہے تو لے تیرے حوالے ہے اور سر جھکا دیا تجھے میرا عذر سننے کی خواہش ہے تو پل کا پل اس تلوار کے کہنے نہ چل اپنی عقل کی رہنمائی میں چل تو عقلمند ہے تجھے چاہیے کہ تو ذرا غور سے میرا عذر سماعت کرے اگر وہ قابل پذیرائی نہ ہو تو پھر تیرا جو دل چاہے کرنا عمر نے یہ بات سنی تو ذرا جھجک گیا تلوار نیچے کر لی اور کہا جلدی بتا تو کیا کہتی

ہے وہ کہنے لگی آخر تو بہن کے گھر آیا ہے کسی دشمن کے گھر نہیں ذرا تحمل سے بیٹھ اور حوصلہ سے سب بات سن میری جان جاتی ہے تو جائے لیکن تجھے یہ افسوس نہ رہے کہ تو نے منصفی نہ کی ۔ یہ سن کر عمر کا غصہ اور بھی ٹھنڈا ہو گیا اور وہ بیٹھ گیا میرے پیار ے عمر بس یہی میری آرزو ہے کہ تو میری حیات کی خاطر اور اپنی عاقبت کی خاطر کلام الہی میں اور دل میں کچھ خوفِ خدا پیدا کر جس خدا نے تمہیں انسان کے مرتبے تک پہنچایا کامیاب آدمی وہ نہیں ہوتا جسے عیش نہیں یاد خدا نہ رہے جیسے طیش میں خو فِ خدا نہ رہا عمر نے جب یہ گفتگو سنی تو دنگ رہ گیا اسکے جسم وجان پر حیرت سی چھا گئی اور وہ سوچ و بچار کے بھنور میں پھنس گیا آخر یہ ماجرا کیا ہے اجل اسکے سامنے کھڑی ہے مگر اسکے اندیشہ نہیں کہ میں اس کا سر قلم کرنے آیا تھا یہ مجھے پند و نصیحت کے سبق دینے جا رہی ہے کبھی اللہ کا نام لیتی ہے کبھی کلام اللہ کا ذکر کرتی ہے وہ آخر کیا ہے جس چیز نے اسکو اتنا اطمینان قلب دے رکھا ہے دیکھوں تو سہی وہ چیز کیا ہے بہن سے کہا لاؤ مجھے سنا دو جو سنانا چاہتی ہو بہن اندر گئی اور خیاب کو وہاں سے باہر لے آئی اور سورۃ طٰہٰ سنانے کو کہا جوں جوں عمر یہ سنتا گیا اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ آخر اس نے تلوار میان کے اندر ڈالی اور کہنے لگا میری بہن تو میری خطا معاف کر اور میرے قصور سے در گزر کر مجھے اس ہستی کے پاس لے چل جس نے یہ کلام تم کو بتایا ہے اور یہ روشنی تم کو دکھائی ہے بہن بھائی حضورؐ کی گھر کی طرف روانہ ہوئے دروازہ کھٹکھٹایا حضورؐ خود اٹھے اور دروازہ کھولا اور عمر کو دیکھتے ہی بے ساختہ فرمایا کہ عمر آخر کب تک میری جان کے قصد میں رہو گے ادھر عمر کو دیکھو تو وہ گویا تصویر بے جان ہے دونوں ہاتھ باندھے سر جھکائے آنکھیں زمین پر لگائے کھڑا ہے بولنا چاہتا ہے مگر لب پر سکوت طاری ہے عمر آنحضرتؐ کے قدموں پر گرنے کو ہی تھا کہ آپؐ نے جھٹ سے اسکو گلے لگا لیا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ اب جو عمر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ نگاہوں سے دیکھا تو حسن اور رعب رسالت سے اس پر ایک سکتا کا عالم طاری ہو گیا جو جو حرکات اس نے کی تھیں یا دوسروں کی انگیخت سے جن کا موجب ہوا تھا یکے بعد دیگرے اس کی آنکھوں کے سامنے موجود پا کر پشیمانی اور شرم کے پسینے اور پسینے اس کی پریشانی پر بہانے اور دیر تک اس کے حوصلہ و ہمت جگہ پر نہ آئے آخر جب دل نے زور قرار پکڑا تو طبیعت ٹھکانے پر آنے لگی تو عمر نے آپؐ سے مخاطب ہو کر کہا کہ یا محمدؐ آپؐ نے مجھے کیا کر دیا آپ کے کلام میں کیا اعجاز ہے اور آپؐ کی زبان میں کیا تاثیر ہے مجھے آج وہ آنکھ نصیب ہوئی ہے جس سے میں آپؐ کا حسن و جمال دیکھوں اے شاہِ حسن آپ نے میرا دل لوٹ لیا ہے مجھ میں تاب وتواں کہاں کہ میں کچھ کہہ سکوں جو کہوں تو یہ کہ مجھ پر نگاہ کرم کرو۔

## سید نا عمر فاروقؓ کی وفات

بدھ 26 ذی الحجہ 23 ہجری کو حج سے واپسی کے چند روز بعد سید نا عمر فاروق مسجد نبوی میں نمازِ فجر کی امامت کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ کے پارسی غلام ابولولو فیروز نے جو پہلے سے کہیں چھپا ہوا تھا۔ دو دھاروالے خنجر سے آپ پر چھے وار کیے پھر تیرہ دیگر حضرات کو زخمی کرتا ہوا بھاگا مگر پیٹ میں خنجر مار کر خود ہی مر گیا تھا دیکھئے ان حضرات کے نزدیک نماز دین کی ہر چیز کے مقابلے میں کس درجہ اہم تھی کہ ایک ایسے حادثے کے بعد بھی جس میں امیر المومنین کو مہلک زخم لگے سات دوسرے لوگ شہادت پر سرفراز ہوئے اور چھ افراد شدید زخمی ہو گئے صفیں اپنی جگہ قائم ہیں لیکن نماز نہیں توڑی گئی سید نا عمر فاروقؓ کے انہماک کا یہ عالم تھا کہ انہیں اپنے قاتل کا چہرہ اور نام تک یاد نہیں تھا انہیں بعد میں بتایا گیا کہ ان کا قاتل ابولولو تو پارسی ہے تو انہوں نے فرمایا خدا کا شکر میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھ نہیں ہوئی جو خود کو مسلمان کہتا تھا۔

## سید نا عمر فاروقؓ کا ایک قول

مخلوق کو خوش کرنے کے لئے خالق کو ناراض نہ کرو (مخلوق کی ناراضگی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا البتہ) خالق ناراض ہو گیا تو تمہیں کسی جگہ کوئی بھی تمہیں پناہ نہیں دے گا۔

# پنجتن پاک اور آیت مباہلہ

ازقلم: سید خلیل الرحمٰن بخاری

پنجتن پاک یہ مقدس ہستیاں ہیں۔

1- حضور نبی کریم ﷺ
2- حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
3- حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا
4- حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
5- حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

آیت مباہلہ یہ ہے:

فمن حاجك فيه من بعد ماجاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءكم ونساءنا ونساءكم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنت الله على الكذبين۔ (آل عمران: پ3ع14)

ترجمہ: (پھر اے محبوب) جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آ چکا تو ان سے فرمادو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں (کنزالایمان)

## شان نزول اور تفصیلی بیان

یہ آیت کریمہ نجران کے یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بحث کرنے آئے تھے۔ نجران مکہ معظمہ سے جانب یمن سات منزل کے فاصلے پر ایک بڑا وسیع و عریض شہر ہے جو بجران بن زید بن یشجب بن یعرب کے نام سے موسوم ہے۔ یہ شہر ملک عرب میں عیسائی مذہب کا بہت بڑا مرکز تھا اور ۷۳ گاؤں اس سے متعلق تھے۔ یہاں ایک عظیم گرجا تھا جس کو عیسائی کعبہ کہتے تھے۔ اسی میں ان کے بڑے بڑے پادری رہتے تھے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے ایک سال پیشتر یہاں کے عیسائیوں کا ایک وفد جو ساٹھ افراد پر مشتمل تھا مدینہ منورہ آیا۔ ان میں لارڈ بشپ بھی تھا جس کا نام ابوحارثہ تھا اور ان ساٹھ افراد میں

چوبیس 24 افراد عیسائیوں کے اشراف کے لوگوں سے تھے۔ اور پھر ان ۲۴ میں سے تین مرجع کل تھے۔ ان میں ایک کا نام عبدالمسیح اور عاقب لقب تھا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ جس کی رائے کے بغیر عیسائی کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ دوسرے کا نام ایہم تھا یہ اپنی قوم کا افسر مال تھا۔ جس کے ذمہ ساری قوم کے خورد ونوش اور رسد کا انتظام تھا۔ تیسرے کا نام ابو حارثہ بن علقمہ تھا۔ جو نصاریٰ کے تمام علماء یا دریوں کا بڑا پیشوا تھا۔ یہ گروہ نماز عصر کے وقت مدینہ منورہ پہنچا۔ اس وفد کے تمام شرکاء نہایت عمدہ اور قیمتی پوشاکیں پہن کر بڑی شان وشوکت کی ساتھ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے مناظرہ کرنے آئے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ ہم نے آج تک ایسی شان وشوکت والی جماعت نہ دیکھی تھی۔ یہ لوگ سیدھے مسجد نبوی میں آئے۔ نماز کا وقت تھا فوراً ان لوگوں نے وہیں جانب مشرق متوجہ ہو کر نماز شروع کر دی۔ حضور سید عالم نے فرمایا: انہیں اپنی نماز پڑھ لینے دو۔ (تفسیر نعیمی ج ۳ ص ۲۹۸)۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادت کریمہ کے مطابق اس وفد کو بھی دعوت اسلام دی۔ لیکن وہ رضامند نہ ہوئے اور مباحثہ کرنے لگے۔ ان کا مرکزی مسئلہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ مسیح خدا تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ سلم نے اس کے جواب میں آیات قرآنیہ پڑھیں جن میں دلائل قطعیہ سے ثابت کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ کے بندے ہیں خدا نہیں۔ بلا باپ کے پیدا ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ خدا ہیں۔ آخر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام بھی تو بن ماں باپ کے پیدا کیے گئے تھے۔ تو جب انہیں اللہ کی مخلوق اور اس کا بندہ مانتے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی مخلوق اور اس کا بندہ ماننے میں کیا تعجب و رکاوٹ ہے۔ جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو حضرت مریم سے پیدا ہونا بھی ثابت ہے۔ لیکن عیسائیوں کا یہ وفد دلائل قاطعہ سننے کے باوجود اپنی ضد پر قائم رہا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ان آیات مباہلہ کو نازل فرمایا اور ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اے محبوب ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو آؤ ہم اور تم اپنے بال بچوں کو لے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کریں کہ جو اپنے دعوے میں جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور وہ عذاب خداوندی کا مستحق بنے۔ اہل اسلام اس کو مباہلہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس حکم مبارک کے بعد وفد کے علماء نصاریٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ایک دن کی مہلت مانگی کہ ہم کل آپ کو اس کا جواب دیں گے۔ جب وہ جمع ہوئے تو انہوں نے اپنے سب سے بڑے عالم اور صاحب رائے شخص عاقب سے کہا کہ اے عبدالمسیح آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نے کہا اے جماعت نصاریٰ تم پہچان چکے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی مرسل ضرور ہیں۔ اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو سب ہلاک ہو جاؤ گے۔ اب اگر نصرانیت پر قائم رہنا چاہتے ہو انہیں چھوڑ دو اور اپنے اپنے گھر لوٹ چلو۔ یہ مشورہ کرنے کے بعد وہ تمام لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی گود میں امام حسین ہیں اور دست مبارک میں امام حسن کا ہاتھ ہے اور حضرت فاطمہ وحضرت علی حضور کے

پیچھے ہیں اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام ان لوگوں سے فرما رہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ نجران کے سب سے بڑے پادری بشپ نے جب اس نورانی قافلے کو دیکھا تو کہنے لگا اے گروہ نصاریٰ!

انی لا ری وجوھا لو سالوا اللہ ان یزیل جبلا من مکانہ لا زالہ بھا فلا و تباھلوا فتھلکوا ولا یبقی علی وجہ الارض نصرانی الی یوم القیمہ۔

(تفسیر کبیر الجزء الثامن ص ۸۵)

"یعنی بے شک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹانے کی دعا کریں تو یقیناً اللہ تعالیٰ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا دے گا۔ پس ان سے مباہلہ مت کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔"

چنانچہ عیسائیوں نے اپنے پادری کی بات مان لی اور مباہلہ سے راہ فرار اختیار کی اور جزیہ دینا منظور کر لیا کہ ہم ہر سال دو ہزار جوڑے کپڑے (جن میں ایک جوڑے کی قیمت چالیس دینار سے کم نہ ہوگی) دیں گے۔ ایک ہزار ماہ صفر میں اور ایک ہزار ماہ رجب میں اور تیس (۳۰) اونٹ، تیس (۳۰) زرہ اور تیس (۳۰) نیزے پیش کرتے رہیں گے۔ صاحب تفسیر نعیمی نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عیسائی بطور جزیہ دو ہزار جوڑے، ۳۳ زرہ ۳۳ اونٹ اور ۳۴ گھوڑے دیا کریں گے۔

تاریخ اسلام مولفہ عبدالرحمٰن شوق امرتسری اپنی کتاب کے صفحہ ۲۸۱ جلد اول میں تحریر کرتے ہیں کہ عیسائیوں نے جہاں جزیہ دینا قبول کیا اسی کے ساتھ ساتھ یہ صلح نامہ بھی لکھا گیا کہ (۱) مسلمانوں کی طرف سے جو بھی قاصد ان کے پاس آئے گا وہ اس کی مہمان نوازی کریں گے۔ (۲) نہ سود لیں گے اور نہ سود کا کاروبار کریں گے۔ (۳) مسلمان ان کے دین ان کی آزادی کے نگران رہیں گے۔ اس صلح نامہ پر نامور صحابہ کرام نے دستخط فرمائے اور ان کے حوالے کر دیا گیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ان الھلاک قد تدلی علی اھل نجران ولو لا عنوا المسخوا قردہ وخنازیر ولا ضطرم علیھم الوادی نارا ولا متاصل اللہ نجران واھلہ حتی الطیز علی رؤس الشجر ولما حال الحول علی النصاری کلھم حتی یھلکوا۔

(سیرت رسول عربی و تفسیر کبیر جزء ثامن ص ۸۵)

"یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اہل نجران پر یقینی ہلاکت طاری ہو جاتی۔ اگر وہ ہم سے مباہلہ کر لیتے تو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کر دیئے جاتے اور عذاب الٰہی کی آگ سے ان کے جنگل جل

جاتے۔ نجران اور وہاں کے رہنے والے حتیٰ کہ درختوں پر بیٹھے ہوئے پرندے جل جاتے اور ایک سال کی مدت میں تمام عیسائی ہلاک ہو جاتے۔"

مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ جس کسی نے بھی مباہلہ کیا ہے۔ اگر وہ باطل پر ہے تو اس پر روز مباہلہ سے ایک سال بھی نہیں گزرے گا کہ وہ ہلاک ہو جائے گا۔

خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۴۳ پر ایک حدیث پاک حضرت ابونعیم کے حوالے سے تحریر فرمائی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل نجران کی ہلاکت کی خبر دینے والا آ گیا تھا حتیٰ کہ پرندے بھی ان کی ہلاکت کی خبر دے رہے تھے اگر وہ مباہلہ کرتے تو ہلاک ہو جاتے۔

صحیح مسلم شریف ج ۲ ص ۲۷۸ اور صاحب مراۃ المناجیح نے ج ۸ ص ۴۵۰ پر بحوالہ مسلم ایک حدیث پاک حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی ہے کہ:

لما نزلت هذه الايه ندع ابناء نا وابناء كم دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم عليا فاطمه وحسنا و حسينا فقال اللهم هو لاء اهل بيتي۔

"جب یہ آیت یعنی آیت مباہلہ نازل ہوئی کہ ہم اپنے اور تمہارے بیٹوں کو بلائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور فاطمہ اور حسن وحسین کو بلایا اور فرمایا یہ میرے گھر والے ہیں۔"

صاحب صواعق محرقہ نے ص ۵۲۴ پر کشاف کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس سے بڑھ کر چادر والوں کی فضیلت کی کوئی قوی دلیل نہیں اور وہ حضرت علی حضرت فاطمہ اور حسنین کریمین ہیں کیونکہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں بلایا اور حسین کو گود میں لیا، حسن کا ہاتھ پکڑا اور حضرت فاطمہ اور حضرت علی آپ کے پیچھے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ آیت سے مراد حضرت فاطمہ کی اولاد اور ان کی ذریت ہے۔ جنہیں وہ اپنے بیٹے کہتے ہیں اور آپ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

# یادرفتگان

## سلطان العارفین
## حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ

**تحریر:** حافظ محمد اکرم راشد ایم اے

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی اشاعت کا سہرا بزرگان دین کے سر ہے۔ انہوں نے اپنے اپنے انداز اور طریقہ تبلیغ کو اپناتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کے تصور کو عوام الناس کے اذہان میں منتقل کیا انہی بزرگان دین میں سے آسمان ولایت کے آفتاب حضرت بابا فرید الدین مسعودؒ ہیں جن کو دنیا گنج شکرؒ کے نام سے جانتی ہے۔

**پیدائش:** حضرت بابا صاحبؒ سیر الاقطاب کی روایت کے مطابق رمضان المبارک کے مہینے میں 569ھ کو کتم عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہوئے۔ والدین نے آپ کا اسم گرامی مسعود رکھا ایک تقریب کے موقع پر حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ نے آپ کا اسم گرامی فرید الدین ارشاد فرمایا اسی دن سے آپ فرید الدین مسعود کے نام سے موسوم ہو گئے۔ گنج شکر اس لیے کہلائے کہ آپ نے ایک روز مٹی کی ڈلیاں ہاتھ میں اٹھائیں تو وہ شکر ہو گئیں۔ آپ کے والد ماجد شیخ سلیمان فاتح ہندوستان حضرت محمود غزنویؒ کے بھانجے تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ عظیم بزرگ مولانا وجیہ الدین فجندیؒ کی دختر نیک اختر تھیں۔

گلشن اولیاء میں یہ بات درج ہے کہ حضرت بابا صاحب کی پیدائش کے کئی سو برس پہلے کے مشائخ عظام نے پیشنگوئی کی تھی کہ ہندوستان میں ایک شیخ کامل پیدا ہوا گا جو گنج شکر کے نام سے موسوم ہوگا۔ بڑے بندگان خدا کو اس کے فیض سے خدا تک رسائی حاصل ہوگی اور اس کے اکثر مرید قطب وقت ہوں گے،

فرید الدین گنج شکرؒ نے جب زندگی کی چار بہاریں اس دنیا فانی کے اندر گزار لیں تو والدہ محترمہ نے آپ کو تعلیم

کے لئے مکتب بھیجا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت وفطانت کے زیور سے مرصع فرمایا ہوا تھا قلیل عرصہ میں آپؒ نے کلام الٰہی ناظرہ پڑھنے کے بعد از بر کرلیا اور پھر مروجہ تعلیم عربی اور فارسی کی طرف متوجہ ہو گئے پھر مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے آپ نے ملتان شریف کا رخ کیا جو کہ اس وقت علوم وفنون کا مرکز بنا ہوا تھا بڑے بڑے علماء اور مشائخ وہاں براجمان تھے اور بالخصوص آپ کے خالہ زاد بھائی حضرت مخدوم بہاؤالدین ملتانی بھی موجود تھے۔ آپ جب ملتان پہنچے تو سب سے پہلے اپنے خالہ زاد بھائی سے ملے اور بعد ازاں مولانا منہاج الدین کی مسجد میں قیام فرما کر تحصیل وتکمیل علوم میں مشغول ہو گئے اور بھرپور توجہ کے ساتھ علم حاصل کیا۔ ان ایام میں جہاں آپ نے تعلیم کے حصول کی خواہش کو عملی جامہ پہنایا وہاں دیگر مشاغل کے ساتھ ساتھ مجاہدے اور ذکر الٰہی کے سلسلے کو زمانہ طالب علمی میں ہی جاری رکھا۔ اسباق سے فارغ ہو کر روزانہ ایک ختم قرآن آپ کا معمول تھا علائق دنیاوی سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی زمانہ طالب علمی اور ایام طفولیت میں ہی آپ کی عبادت اور ریاضت کا چرچا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد باباصاحبؒ ملتان سے قندھار تشریف لے گئے اور وہاں چند دن تعلیم حاصل کی اور پھر ملتان واپس تشریف لائے اور شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ کی خانقاہ میں قیام فرمایا دوران تعلیم حضرت باباصاحبؒ نے حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت شیخ بہاؤالدین حمویؒ، حضرت شیخ وحدین کرمانیؒ، حضرت شیخ سیف الدین خضریؒ سے ملاقات کی اور روحانی استفادہ کیا۔

## حلقہ ء ارادت و مجاہدات

تکمیل علوم ظاہری کے بعد آپ کا شوق خداطلبی فراواں ہوا اور آپ دہلی تشریف لائے اور قطب الاقطاب خواجہ قطب صاحبؒ سے بیعت ہوئے۔ اس وقت مجلس میں مولانا علاؤالدین کرمانیؒ، سید نورالدین مبارک غزنویؒ اور دوسرے بزرگ بھی اس موقع پر موجود تھے۔ اس کے بعد آپ کے ریاضات، مجاہدات کا سلسلہ شروع ہوا جس میں نوافل، ذکر الٰہی، صوم اور شب بیداری کا ذکر کثرت سے ملتا ہے آپ کے بارے مشہور ہے کہ آپ نے چلہ معکوس بھی کیا۔ ایک مرتبہ حضرت باباصاحبؒ چلے میں بیٹھے ہوئے تھے، شب وروز کے مجاہدوں کی وجہ سے بدن ضعف اور نقاہت کا شکار ہو چکا تھا۔ اپنی جگہ سے کھڑے ہونے کی طاقت بھی باقی نہیں رہی تھی۔ سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نوازؒ دہلی میں حضرت قطب

الاقطابؒ کے پاس تشریف لائے۔ تمام مریدین کو حضور خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں پیش کیا اور سب نے اپنی اپنی لیاقت کے مطابق سرکار غریب نوازؒ سے نعمت حاصل کی۔ اس کے بعد خواجہ صاحبؒ نے استفسار فرمایا کہ ان طلبگاران عشق ومحبت کے علاوہ تو کوئی مرید ایسا نہیں ہے جو نہ مل سکا ہو۔ حضرت قطب صاحبؒ نے فرمایا ہاں ایک ایسا فقیر مرید ہے جو چلہ میں بیٹھا ہوا ہے سرکار غریب نوازؒ نے فرمایا آؤ چل کر دیکھ آئیں یہ دونوں بزرگ غزلی دروازے کے برج پر تشریف لے گئے، دروازہ کھلوایا، طویل عرصہ کے مجاہدوں سے حضرت بابا صاحبؒ اس قدر کمزور ہو چکے تھے کہ وہ ان بزرگوں کے احترام میں کھڑے نہ ہو سکے اور وہ تعظیماً کھڑے ہوتے ہی گر گئے اور سنبھلتے ہی فوراً سر قدموں میں رکھ دیا سرکار غریب نوازؒ نے حضرت قطب صاحبؒ کو فرمایا "بختیار" کب تک اس نوجوان کو ریاضتوں اور مجاہدوں کی آگ میں جلائے گا آؤ اور ان کو مل کر سمجھ عطا کریں۔ یہ فرما کر دایاں بازو سرکار غریب نوازؒ اور بایاں بازو حضرت قطب الاقطابؒ نے پکڑ کر حضرت بابا صاحبؒ کو کھڑا کیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا۔

"یا جل جلالہ فرید کو مقبول فرما کر درویش کامل کا مرتبہ عطا فرما"

ندا آئی ہم نے فرید کو مقبول کیا، فرید یگانہ روزگار ہوگا، اس کے بعد قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے اپنی خلافت عطا فرمائی، خواجہ غریب نواز نے اپنا خرقہ اور حضرت قطبؒ نے دیگر اشیاء جو خلافت کے لئے ضروری ہوتی ہیں عطا فرمائیں۔

## مرشد سے بے انتہا عشق

حضرت بابا صاحبؒ کو اپنے پیرو مرشد جناب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے بے پناہ عشق تھا اور ہمیشہ اپنے مرشد کی خدمت میں لگے رہتے تھے اور وضو کروانے کی خدمت پر مامور تھے سردی کے موسم میں پیر صاحب کا حکم تھا کہ وضو کیلئے ہمیشہ گرم پانی تیار رہے۔ ایک شب حضرت بابا صاحبؒ پانی گرم کرنے کے لئے اٹھے۔ آگ موجود نہ تھی آگ کی تلاش میں شہر کی طرف جا رہے تھے کہ ایک گھر میں آگ کی روشنی نظر آئی اور آپ نے دستک دی خادمہ باہر آئی تو بتایا کہ مجھے آگ درکار ہے اور میں نے اپنے پیرو مرشد کے وضو کے لئے پانی گرم کرنا ہے اس نے اپنی مالکہ سے سارا ماجرا بیان کیا اور بی بی نے اس کو اندر بلا لیا۔ آپ کا حسن و جمال دیکھ کر وہ آپ پر فریفتہ ہوگئی کہنے لگی میرے پاس آرام کرو۔

Scanned with CamScanner

آ گ مل جائے گی حضرت بابا صاحب انکار کر کے چلے گئے اور پورے شہر کا چکر لگایا لیکن کہیں آ گ میسر نہیں آئی تو پھر گھوم پھر کر اسی مکان پر تشریف لے گئے اور منت سماجت کے ساتھ آ گ طلب کی ۔ اس بی بی نے کہا اگر واقعی تمہیں آ گ کی ضرورت ہے اور تم میری درخواست قبول کرنے سے قاصر ہو تو پھر آ گ کے بدلے ایک آنکھ نکال کر دے دو آپ نے آنکھ نکال کر عورت کے حوالے کی اور آ گ لے کر آستانہ، مرشد پر حاضری کی سعادت حاصل کی اور پانی گرم کر کے قطب صاحبؒ کو وضو کروایا اس دوران مرشد نے پوچھا کہ فرید آپ نے اپنی آنکھ پر پٹی باندھ رکھی ہے اس کی کیا وجہ ہے آپ نے سارا ماجرا سنایا، اتنے میں عورت کا شوہر آنکھ لیے ہوئے آیا اور حضرت خواجہ قطب صاحبؒ سے عرض کیا حضور یہ اس آدمی کی آنکھ ہے آنکھ کے بدلے آ گ لے کر آیا ہے حضرت بابا صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضور یہ تو ایک آنکھ ہے اگر ہزار آنکھیں بھی ہوں تو آپ پر قربان کر دوں حضور خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ نے فرمایا۔ اس آنکھ کو اپنی اصلی جگہ رکھ دو جب فرمان مرشد کی تعمیل کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس آنکھ کو اچھا اور نور علیٰ نور کر دیا۔

## کرامات

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی کرامات کا سلسلہ طویل ہے تصوف کی کتابوں میں اوراق کے اوراق بھرے پڑے ہیں اور کچھ کرامات تو ایسی ہیں کہ ہر خاص وعام ان سے واقف ہے۔ رسالہ کی ضخامت اس بات کی متقاضی ہے کہ " **سلسلہ کرامات** " کو محدود رکھا جائے اور کرامات کے لئے قرطاس مخصوص انداز میں استعمال میں لائے جائیں ۔ اس لئے یہاں بالخصوص آپ کی اس کرامت کا ذکر ہوگا جو معاشرتی اور معاشی و دینی لحاظ سے سودمند ثابت ہو۔ اور درج ذیل کرامات ہیں آپ نے اہل خرد کو جھجھوڑا عقل کے گھوڑے دوڑانے والو سوچو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اسلام کے ارکان (5) ہیں جن کو ہر ذی شعور بخوبی جانتا ہے لیکن آپؒ نے جس چھٹے رکن کا ذکر کیا ہے وہ ہے " روٹی " تو آپ اس تصور سے یہ بات ہر خاص وعام کے ذہن میں لانا چاہتے ہیں کہ جب تک پیٹ غذا سے بھرا ہوا نہ ہوگا یعنی اتنی غذا اس میں نہ ہوگی جو اس کی زندگی کے لئے کافی ہو تو اس وقت اسلام کا کوئی رکن بھی وہ ادا نہ کر سکے گا۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا جو اپنے آپ کو بڑا فقیہ اور صاحب علم تصور کرتا تھا اور بابا صاحبؒ کی مجلس میں بیٹھ کر بے تکی باتیں کرنے لگا۔ آپ نے دفعتاً پوچھا کہ اسلام کے رکن کتنے ہیں ملا صاحب نے جواب دیا کہ " پانچ " کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، حضرت بابا فرید الدین

گنج شکرؒ نے فرمایا کہ میں نے سن رکھا ہے کہ چھٹا رکن بھی ہے ملا صاحب بگڑ گئے اور کہا کہ آپ بڑے عالم دین بننے کی کوشش نہ کریں آپ لوگ بے علم اور کم فہم ہیں آپ کو کیا پتہ آپ جانتے ہی نہیں ہیں چھٹا کوئی رکن ہی نہیں ہے بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے معتبر علماء سے سنا ہے کہ چھٹا رکن "روٹی" ہے اس پر مُلا صاحب بگڑ گئے اور سخت وسست لہجہ میں باتیں کرنے لگے اور غضب ناک ہو کر چلے گئے بات آئی گئی ہوگئی کچھ عرصہ بعد مولانا صاحب پورے ساز و سامان کے ساتھ سفر حج پر روانہ ہوئے اور وہاں مکہ مکرمہ میں سات سال رہے اور اس دوران سات حج کیے اور سات مرتبہ مدینہ منورہ کی زیارت کی۔ ساتویں حج کے بعد عازم وطن ہوئے اور واپسی کے لئے رخت سفر باندھا بحری سفر کے دوران جہاز جس پر علامہ موصوف سوار تھے سمندری لہروں کی نظر ہو گیا اور مولانا صاحب کسی جہاز کے شکستہ تختے پر بیٹھ کر خدا خدا کر کے کنارے لگے اور اس طرح جان بچی لیکن جس جگہ اس شکستہ تختے نے انہیں کنارے لگایا وہ جگہ بے آب و گیاہ تھی اور جنگل بیابان اور خشک پہاڑ تھے یعنی پانی جو پینے کے قابل ہو کا نام ونشان تک نہ تھا غرق ہونے سے تو بچ گئے لیکن ایک اور افتاد آن پڑی کہ بغیر خورد و نوش یہاں ٹھہرنا پڑا جہاں دور تک زندگی کے نام ونشان تک دکھائی نہ دے رہے تھے بغیر کھائے پیئے تین دن گزر گئے بھوک سے نڈھال ہو گئے یہاں تک کہ چلنا پھرنا مشکل ہو گیا ان حالات میں ایک شخص نان فروش کی شکل میں پاس سے گزرا تو لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے اس کو آواز دی وہ جب قریب آیا تو کھانا طلب کیا۔ اس نان فروش نے قیمت مانگی مولانا صاحب نے کہا کہ میرا سب کچھ سمندر میں غرق ہو چکا ہے میں آپ کو کیا دے سکتا ہوں نان فروش نے کہا کہ بغیر قیمت کچھ نہیں دوں گا جب منت سماجت کی تو نان فروش نے کہا کہ اچھا آپ سات حجوں کا ثواب مجھے دے دیں۔ مولانا صاحب نے کہا کہ ٹھیک ہے ثواب لے لو اور ایک روٹی مجھے دے دو، اسی طرح پھر بھوک لگی تو پھر وہی نان فروش آیا اور ساری عمر روزوں کا ثواب لے کر روٹی دی، یہی سلسلہ رہا یہاں تک کہ زکوۃ، نماز، اور دیگر زندگی میں اس نے اگر کوئی اعمال صالحہ کیے ہوئے تھے دے کر روٹی لے لی جب کچھ بھی نہ بچا اور بھوک نے پھر ستایا تو پھر اسی نان فروش سے کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے تو نان فروش نے کہا کہ اچھا ایسا کرو کہ یہ تحریر لکھ دو کہ میں نے ایک روٹی کے بدلے جملہ عبادات دے دیں اور ان کا ثواب تمہیں دے دیا ہے۔ تو میں تمہیں کھانا دے سکتا ہوں۔ الغرض اس نے تحریر دے دی اور نان فروش کھانا دے کر غائب ہو گیا۔ مولانا صاحب کو پانی میں دور سے آتا ہوا جہاز دکھائی دیا اور انہوں نے کپڑے سے اشارہ کیا وہ قریب آ

گیا اور لنگر انداز ہوا۔ مولانا صاحب جب سوار ہو گئے اور گھر واپس آ گئے ۔ کچھ دنوں کے بعد بابا صاحبؒ کے پاس آئے اور اسی دن متکبرانہ انداز میں بیٹھے اور تکبر و غرور اور عونت بھرے لہجے سے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا۔ دریں اثنا بات پھر چھٹے رکن کی چل پڑی ۔ بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے لکھا ہوا پڑھا ہے کہ چھٹا رکن روٹی ہے ۔ وہ پھر بھڑ گئے کہا کہ میں نہیں مانتا دکھاؤ مجھے کہاں لکھا ہوا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں کتاب اٹھا لاؤ اور اپنے پاس سے دیگر مریدین کو اُٹھا دیا ۔ جب کتاب آئی تو آپ نے اس کی ورق گردانی شروع کر دی اور فرمایا کہ یہ دیکھو یہ لکھا ہوا ہے ۔ جب مولانا صاحب نے دیکھا تو یہ انہی کی تحریر تھی جو انہوں نے نان فروش کو لکھ کر دی تھی ۔ فوراً ایک زوردار چیخ ماری اور سر حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے قدموں میں رکھ دیا اور بیعت ہو گئے اور ساری عمر ان کی خدمت میں گزار دی ۔ آج اگر اس بات کا بنظر عمیق جائزہ لیا جائے تو بابا صاحبؒ کا فرمان صدفی صد درست ہے کہ جب تک رزق حلال پیٹ میں نہ جائے گا عبادت کہاں قبول ہو گی ۔ اس لیے دیگر ارکان اسلام کو بجا لانے کے لئے اس بنیادی رکن کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے ۔

حضرت بابا صاحبؒ نے جملہ لمحات زیست خدمت خلق اور عبادت الٰہی میں گزارے اور بنی نوع انسان کی راہنمائی کے لیئے کمر بستہ رہے ۔ آپ نے اپنے اخلاق کریمانہ کے ذریعے دشمنان اسلام کو اسلام کی دشمنی چھوڑ کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا یہ بوریا نشین ہی تو تھے جنہوں نے برصغیر پاک ہند میں اسلام کو پھیلایا ۔ یہی وجہ ہے کہ آج 800 سال گزر جانے کے باوجود بھی کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا کہ آپ کے مرقد مبارک پر تلاوت کلام پاک نہ ہو رہی ہے ۔ اور تشنگان اپنی روحانی پیاس نہ بجھا رہے ہوں ۔ آپ نے ۵ محرم الحرام (۶۶۴ ھجری) بحوالہ تحریر کردہ تاریخ وصال بر مزار مبارک) کو وصال فرمایا اور اپ کا مزار مبارک پاکپتن شریف میں ہے ۔ اور مرجع خاص و عام ہے ۔ جہاں ہر سال ۵ محرم کو عرس مبارک بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے ۔ ملکی و غیر ملکی مریدین کثیر تعداد میں شرکت کرتے ہیں ۔

Scanned with CamScanner

# شہادت

از قلم غلام یٰسین، پاکپتنی قبولہ شریف

شہادت کی دو قسمیں ہیں

1- **شہادت جہریہ** 2- **شہادت سریہ**

عام طور پر شہادت جہریہ کے چار جز و ہوتے ہیں، شہید دشمنان دین کے ہاتھوں آلہ جارحہ سے زخمی ہو یا اس کے جسم کا کوئی عضو الگ ہو جاتا ہے جسم سے خون بہتا ہے اور وہ راہ خدا میں مقتول ہو کر جان بحق ہو جاتا ہے اور شہادت سریہ میں دشمن کے ہاتھوں سے زہر دیئے جانے سے یا مثلاً پانی میں ڈوب کر، آگ میں جل کر، عمارت کے نیچے دب کر موت واقع ہوتی ہے۔

مقتول فی سبیل اللہ ہونے کی محبت و خواہش شہادت جہری وسری دونوں کو شامل ہے اس شہادت کی دونوں قسموں کا وجود حضور سید عالم ﷺ کی ذات مقدسہ میں ثابت ہے، وہی صورت ظاہری جو حقیقت باطنہ کی دلیل ہے وہ بھی حضور سید عالم ﷺ کی ذات مقدسہ میں پائی گئی۔

شہادت سری کی ظاہری صورت بکری کے اس زہر آلودہ شانہ کا لقمہ تناول فرمانا ہے جو خیبر میں ایک یہودیہ نے حضور ﷺ کو بھیجا تھا حضور ﷺ نے اس میں ایک لقمہ تناول فرمایا تو اس شانہ سے آواز آئی کہ حضور! مجھ میں زہر ہے آپ ﷺ تناول نہ فرمائیں۔ حضور ﷺ نے پھر اس میں سے نہ کھایا۔ ایک صحابی اس زہر آلودہ شانہ کا لقمہ کھانے کی وجہ سے اسی وقت شہید ہو گئے۔ اس میں شک نہیں کہ حضور ﷺ نے زہر آلود گوشت کا لقمہ کھایا اور اس کا اثر جسم اقدس میں آیا بلکہ اس کا اثر ہمیشہ باقی رہا، لیکن اس کے کھانے سے جس طرح وہ صحابیؓ اس وقت جان بحق ہو گئے اس طرح حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ واقعہ نہیں ہوا اس لئے کہ ارادہ الٰہیہ اپنی مراد سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ مشیت ایزدی یہی تھی کہ نبی کریم ﷺ کی جان پاک کسی بھی دشمن کے ہاتھوں نہ جانے پائے۔ آیت کریمہ " واللہ یعصمك من الناس !

اس پر شاہد عادل ہے

لہذا حضور کریم ﷺ زندہ سلامت رہے لیکن اس زہر آلودہ لقمہ کے تناول فرمانے سے اللہ تعالیٰ کی حکمت پوری ہوگئی کہ زہر کا اثر جسم اقدس میں پہنچا اور وفات مقدسہ تک اس کا اثر وجود پاک میں باقی رہا۔

جو شہادت سریہ اور اس کی حقیقت باطنہ کی ظاہری صورت قرار پایا اور اس کے لئے دلیل کی حیثیت میں ظاہر ہوا اس حکمت کو اللہ تعالیٰ نے پورا کیا کہ حضور کریم ﷺ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی تجلیات جلال و جمال کے مشاہدہ میں مستغرق ہوگئے۔

بحکم خداوندی میں ایسے مشغول ہوئے کہ اس گوشت میں یہودیہ نے جو زہر ملایا تھا اس کی طرف بھی حضور ﷺ کی توجہ نہ رہی اور اس عدم التفات کی حالت میں ایک لقمہ زہر آلود گوشت کا حضور ﷺ نے تناول فرمالیا اور حکمت خداوندی کا مقتضیٰ پورا ہوگیا اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ لقمہ کے سوا اب میرے حبیب اس گوشت سے کچھ نہ کھائیں تو حضور ﷺ کے سینہ اقدس میں جو علم رسالت کی تجلیاں جلوہ گر تھیں انہیں اس زہر آلود گوشت میں منعکس فرمایا جو ایک آواز کی شکل میں ظاہر ہوئیں۔

جس کے سننے کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو متوجہ فرمایا گوشت سے آواز کا پیدا ہونا گوشت کی صفت نہیں بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کے آفتاب علم کی شعاعیں تھیں جو گوشت کے آئینہ میں چمکیں اور حضور ﷺ کی طرف واپس آئیں جیسے زمین پر رکھا ہوا شیشہ جب آفتاب کے مقابل ہوکر چمکنے لگے تو اس سے بلند ہونے والی شعاعیں سورج ہی کی طرف واپس جاتی ہیں اور وجود آفتاب کی دلیل ہوتی ہیں بالکل اسی طرح آفتاب علم مصطفیٰ ﷺ کی شعاعیں اس گوشت میں چمکیں جو حضور ﷺ کے سامنے رکھا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے انوار علم نبوی کی شعاعوں کو قبول کرنے کی قابلیت اس گوشت میں اپنی قدرت کاملہ سے اسی طرح پیدا فرمادی تھی جس طرح آئینہ میں انوار آفتاب کو قبول کرنے کی صفتِ وقابلیت پیدا فرمائی ہے۔ زہر آلود گوشت میں منعکس ہونے والی تجلیاں اہل بصیرت کی نظر میں آفتاب علم محمدی ﷺ کی چمکتی ہوئی دلیل ہیں

الغرض خیبر میں زہر آلودہ گوشت کا لقمہ تناول فرمانا اور اس کے اثرات کا ذات پاک مصطفوی ﷺ میں ہونا شہادت سریہ کی حقیقت کی صورت ظاہری اور دلیل قوی ہے اس کے بعد شہادت جہریہ کی طرف آئیے تو اس کی ظاہری صورت بھی حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں ثابت ہوا

Scanned with CamScanner

## 2- شہادت جہریہ

جنگ احد میں حضور سید عالم ﷺ کا جسم مبارک زخمی ہوا۔ جسم اقدس سے خون بھی جاری ہوا اور جسم اقدس کا ایک نورانی جزو بھی علیحدہ ہوا۔ لیکن ایسا جزو مبارک جس کے الگ ہونے سے ذات مقدسہ میں کسی قسم کا عیب نہ آئے ظاہر ہے کہ آنکھ، ناک، کان، ہاتھ، پاؤں یا ان کا کچھ حصہ اگر کٹ جائے تو آدمی عیب دار ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ چونکہ محمد ﷺ ہیں جس کے معنی ہیں بہت تعریف کیا ہوا یعنی بے عیب (کیونکہ عیب کی مذمت کی جاتی ہے جو محمدیت کے خلاف ہے) اس لئے مشیت ایزدی کا تقاضا یہ ہوا کہ بدن، مبارک کا ایک جزو الگ ہونے سے محبوب ﷺ کی ذات مقدسہ میں کوئی عیب نہ پیدا ہو۔

چنانچہ حضور ﷺ کے دندان مبارک کا ایک کنارہ جنگ احد میں ایک کافر کے خنجر مارنے سے شکستہ ہوا۔ جس کی وجہ سے دندان مبارک کی شعاعیں پہلے سے زیادہ ہوگئیں جیسے سچے موتی کا ایک کنارا گر جائے تو اس جگہ کی چمک اور زیادہ ہو جاتی ہے۔

اس طرح آقائے نامدار ﷺ کا دندان مبارک جس کی چمک سے ظلمت شب میں اجالا ہو جاتا تھا ایک کنارہ گر جانے سے بجائے عیب دار ہونے کے اور زیادہ چمک دار ہو گیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ دندان مبارک جڑ سے اکھڑ گیا تھا۔ یہ غلط ہے اس لئے کہ صحیح حدیث سے یہی ثابت ہے کہ صرف کنارا گرا تھا۔ دندان مبارک جڑ سے نہیں ٹوٹا۔ علاوہ ازیں دانت کا جڑ سے الگ ہو جانا حسن وخوبی کے خلاف تھا اس لئے محمدیت کا مقتضی یہیں تھا کہ صرف کنارہ گر جائے تو اور دندان مبارک اپنی جگہ بدستور قائم رہے۔

خلاصہ المرام یہ کہ شہادت جہریہ کے اجزائے اربعہ میں سے تین جزو حضور ﷺ کی ذات مقدسہ اقدس میں جنگ احد کے موقع پر پائے گئے۔ جسم اقدس کا زخمی ہونا (2) جسم اقدس سے خون مبارک کا بہنا (3) بدن مبارک کا ایک جزو لطیف بدن سے جدا ہونا اب اگر چوتھا جزو ﷺ کا مقتول ہو کر وفات پا جانا بھی متحقق ہو جاتا تو وعیدہ الہیہ۔

اللہ یعصمل من الناس۔

غلط قرار پاتا اور ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ وعدہ الہیۃ کا غلط ہونا محال ہے لہذا شہادت جہریہ کے چوتھے جزو سے

اپنے حبیب ﷺ کی ذات کو بچانا اور چار میں سے تین جز و حضور ﷺ کو عطا فرما دیئے۔

بنا پر میں اگر یوں کہہ دیا جائے کہ اللہ کثر حکم الکل "اکثر اجزاء کیلئے کل اجزاء کا حکم ہے لہذا شہادت جہریہ کے تمام اجزاء حضور ﷺ کی ذات مقدمہ میں حکماً پائے گئے تو یہ صحیح ہوگا اور ان اجزاء کا پایا جانا شہادت جہریہ کی صورت ظاہری قرار ہوگی اور یہ دلیل ہوگی اس حقیقت شہادت کے وجود پر جس کو ہم حضور سید عالم ﷺ کے لئے اچھی ثابت کر چکے ہیں معلوم ہوا کہ شہادت سری اور جہری دونوں کی حقیقت اور ان کی ظاہری صورت نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ میں پائی جاتی ہے جس کا انکار کوئی اہل علم منصف مزاج نہیں کر سکتا۔

اس بحث سے فارغ ہو کر ظہور تام کے مسئلہ کو آگے لائیے ادنیٰ تامل کے بعد آپ اس حقیقت کو سمجھ پائیں گے کہ حضور نور مجسم ﷺ کی ذات اقدس میں کمال شہادت کا ظہور تام ارادہ الہیہ۔ "واللہ یعصمک من الناس" کے خلاف تھا اس لئے اس کو موخر فرمایا گیا اور حسنین علیھما السلام جن کی ذات قدسیہ میں اولادِ رسول ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کے بدن مبارک اجزائے کریم پائے جاتے ہیں اور یہ بدن دونوں شہزادے مل کر ایک جسم نبوی کی شبہ کامل قرار پاتے ہیں۔

اس ظہور تام کا مظہر، تم قرار پائے یعنی امام حسن علیہ السلام مذہر سے شہید ہوئے اور امام حسین علیہ السلام نے میدان کربلا میں دشمنانِ دین کے ہاتھوں تلوار سے جام شہادت نوش فرمایا اور یہ دونوں شہادتیں اس جوہر شہادت محمدی اور روح شہادت مصطفیٰ کا ظہور تام قرار پائیں اس پورے بیان کو ایک مثال ہی میں آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ایک درخت کی شاخوں میں (2) دو پھل لگے تو ہر عقلمند یہی کہے گا کہ پھل اگر چہ شاخوں کو لگے ہوئے ہیں مگر یہ شاخوں کے نہیں بلکہ درخت کے پھل ہیں۔ اس پورے بس یوں کہیے کہ شجر محمدی ﷺ کی دو شاخیں ہیں۔

ایک حسین علیہ السلام اور دوسری حسن علیہ السلام، حسن علیہ السلام کی شاخ میں شہادت سرّی کا پھل لگا اور حسین علیہ السلام کی شاخ میں شہادت جہری کا پھل اگر چہ شاخوں میں لگا ہوا ہے لیکن در حقیقت درخت کا پھل ہے شہادت حسنین علیہ السلام بظاہر حسنین کی ذات مقدسہ میں پائی جاتی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ شہادت محمدی ہے جس کا ظہور تام حسنین علیہما السلام میں ہو رہا ہے۔

چونکہ ظہور شہادت کا تعلق جسمانیت سے ہے اس لئے شہادت محمدی کا ظہور تام مندرجہ ذیل تین اوصاف کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

(1) مظہر اتم شہادت محمدی ایسا شخص ہونا چاہیے جو جزئیت اور جسمانیت میں رسول ﷺ کے ساتھ کمال قرب کی صفت رکھتا ہو کیوں کہ شہادت کا تعلق جسم وجسمانیت سے ہے۔

(2) شہادت محمدی کا مظہر اتم منصنت بالرجولیۃ ہوگا کیوں کہ اس کے بغیر رسول ﷺ کی ذات مقدسہ سے مناسبت کاملہ نہیں ہوسکتی۔

(3) شہادت محمدی کا مظہر اتم دو افراد ہونے چاہیں جو پہلی (2) صنعتیں مساوی طور پر اپنے اندر رکھتے ہوں۔

کیوں کہ ایک شہادت جہری ہے دوسری سری، ایک شخص ایک ہی شہادت کا مظہر اتم ہوسکتا ہے لہٰذا دو فرد ہونے ضروری ہیں ادنیٰ تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ان امور ثلاثہ کا جامع بغیر حضرات حسنین علیما السلام کے اور کوئی نہیں، لہٰذا ان کی خصوصیت باقی تمام مظاہر کی مدت محمدی کے مقابلہ میں اظہر من الشمس ہے۔


## نرخ نامہ اشتہارات بلیک اینڈ وائٹ

| فل صفحہ | 1000/- | ہاف صفحہ | 600/- | چوتھا حصہ | 300/- |
| --- | --- | --- | --- | --- | --- |

اپنے اشتہارات کی بکنگ کے لئے رابطہ کریں

☆ ملک محمد آصف شہزاد، مکتبہ المدینہ اینڈ جنرل سٹور
بالمقابل سہارا مارکیٹ ایم سی ہائی سکول روڈ عارف والا: 30991

☆ چوہدری عبدالرزاق، عارفوالا کمپیوٹر کالج تھانہ بازار عارفوالا: 30822

☆ ضیغم ملک آرٹسٹ اینڈ ایڈوائزر O-28 بلاک عارفوالا: 33958

# یزید اور یزیدئیت

از قلم علامہ بشیر احمد فردوسی بورے والا

ناپاک اور نجس تھی طبیعت یزید کی گستاخ و بے ادب تھی جبلت یزید کی
حد سے گزر چکی تھی شرارت یزید کی مشہور ہو چکی تھی خباثت یزید کی
بدکار اور فاسق و آثم یزید تھا بدخلق اور جابر و ظالم یزید تھا

کسی بھی شخصیت اور اسکے عقائد و نظریات کے بارے میں فیصلہ کرنا کہ وہ حق پر ہے یا باطل پر اس کا بہترین معیار قرآن و سنت اور اکابرین امت کی وہ شخصیات ہیں جن پر امت کا اتفاق و اتحاد ہے آیئے اس میزان اور ترازو میں یزید اور اسکے کردار کا موازنہ کرتے ہیں تاکہ حق کا تعین ہو سکے اس مضمون میں ہمارا مقصد سید الشہدا امام حسینؓ اور یزید کے مابین تقابل کرنا نہیں ۔ کیونکہ ایک طرف نور ہی نور ہے دوسری طرف ظلمت ہی ظلمت ۔ ایک طرف سراپا حق ہے دوسری طرف سرتاپا باطل ایک طرف ایمان دوسری طرف کفر ایک طرف حیاتِ جاودانی دوسری طرف ابدی موت ۔

ایک طرف علم دوسری طرف جہالت، ایک طرف حسن کائنات دوسری طرف انسانیت کے نام پر بدنما داغ، ایک طرف بستیوں کے سردار دوسری طرف جہنم کا ٹھیکیدار، ان میں تقابل کرنا ہی درست نہیں ۔ البتہ منطقی زبان میں ان کے مابین نسبت تباین کی ہے ۔ اس موضوع پر لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ماضی قریب سے خارجیت نے یزید کی مدح سرائی میں کتابیں اور رسالے لکھنے شروع کر دیے ہیں اور یزید کے مدح سرا کبھی کبھی مناظروں کا بھی چیلنج کرتے رہتے ہیں پچھلے دنوں میں بندہ ناچیز کو دو مرتبہ دعوت دی گئی کہ آپ نے یزید کے موضوع پر گفتگو کرنی ہے ۔ لیکن دونوں مرتبہ فریق مخالف نے راہِ فرار اختیار کرنے میں عافیت سمجھی ۔ اس بات کے پیش نظر اس موضوع پر مضمون لکھنے کا ارادہ کیا تاکہ حق کا تعین ہو سکے ۔ آیئے سب سے پہلے قرآن پاک میں غور و فکر کرتے ہیں تو متعدد مقامات سے مفسرین کرام نے یزید کا کافر اور ملعون ہونا ثابت کیا ہے، (1) قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ متوفی 01225 زیر آیت الم تر الی الذین بدلوا۔ الایہ تحریر فرماتے ہیں ثم کفر یزید ومن معہ بما انعم اللہ علیھم وانتصبو العداوۃ ال النبی ﷺ و

قتلو حسينا رضى الله عنه ظلماً و كفر يزيد بدين محمد ﷺ حتى انشطر ابيا تاً حسين قتل حسينا رضى الله عنه۔ (تفسیر مظہری جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 271)

ترجمہ: پھر یزید اور اسکے ساتھیوں نے اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے انعامات پر کفر کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کی دشمنی دلوں میں ڈالی اور ظلم کرتے ہوئے حضرت امام حسینؓ کو شہید کیا تو یزید نے سخت بے ادبی والے شعر کہے۔

اسی طرح آیت استخلاف کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

ومن كفر بعد ذلك اشارة الى يزيد بن معا وية حيث قتل ابن بنت رسول الله ﷺ ومن معه من اهل بيت النبو ه واهان عتر ته وافتخريه وقال هذا يوم بيوم بدر ولبعث جيشاً على مرينة رسول الله ﷺ الخ (تفسیر مظہری جلد نمبر 6 صفحہ نمبر 553)

ترجمہ: ومن کفر بعد ذلک سے یزید بن معاویہ (کے کفر) کی طرف اشارہ ہے جس وقت اس نے رسول اکرم ﷺ کے نواسے کو شہید کیا اور جو آپ کے ساتھ اہل بیت نبوت میں سے تھے اور آپ کے خاندان کی توہین کی اور اس پر فخر کیا اور کہا یہ آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے۔

اور مدینہ شریف پر بھی لشکرکشی کی وغیرہ ذلك اور اسی طرح زیر آیت **فهل عسيتم** تحریر فرماتے ہیں۔

قال ابن الجوزي انه روى القاضى ابو يعلى فى كتا به المعتمد الا صول بسند ه عن صالح بن احمد بن حنبل انه قال قلت لابى ، يا ابت يزعم بعض النا س انا مخب يزيد بن معا وية فقال احمد يا بنى هل يسو ع لمن يومن بالله ان يحب يزيد ولم لا يلعن رجل لعنه الله فى كتا به قلتيا ابت اين لعن الله يزيد فى كتابه قال حيث قال فهل عسيتم ان تو لسيتم ان تفسد و ا فى الارض و تقطعو ار حامكم اولك الذين العن هم الله فا صمهم وا عمى الصار هم (تفسیر مظہری جلد نمبر 8 صفحہ نمبر 434)

ترجمہ: ابن جوزی فرماتے ہیں کہ قاضی ابو یعلیٰ نے اپنی کتاب "المعتمد الاصول" میں اپنی سند کے ساتھ حضرت صالح بن احمد بن حنبل سے روایت فرماتے ہیں کہ (حضرت صالح نے) اپنے باپ سے کہا ابا جان بعض لوگوں کا گمان ہے کہ ہم یزید بن معاویہ سے محبت کرتے ہیں امام احمد بن حنبل نے ارشاد فرمایا اے میرے بیٹے کیا مومن کیلئے جائز ہے کہ یزید سے

محبت کرے اور ایسے آدمی پر کیوں نہ لعنت کرے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے (حضرت صالح فرماتے ہیں) میں نے کہا اے ابا جان کس جگہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کی ہے تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

**فهل عسيتم الآ يه**

اسی طرح علامہ سید محمود احمد آلوسی بغدادی علیہ الرحمہ زیر آیت یایھا الرسول بلغ ، الآیہ تحریر فرماتے ہیں

وما اخبر به الرسول ﷺ من فسا د الدين علىٰ ايد ى اغيلمة من شفهاء قريش وقد كان الو هر يرة رضى الله عنه يقول لو شئت ان اسميهم با سما بهم لغعلت اوالمر اد الا حاديث التى فيها تغيسين اسماء امراء الجور و امو الهم وذمگم وقد كان رضى الله عليه يكنى عن بعض ذلك والا يعرح خوفا علىٰ نفسيه منهم بقوله اعوذ بالله سبحانه مس راس استين واما رة الصبيان يشير الىٰ خلا فت يزيد الطريد لعنه الله تعالىٰ علىٰ رغم انف اولياء لا نها كانت سنة ستين من الهجرة واسستجاب الله تعالىٰ دُعاء ابى هر يرة رضى الله عنه فما ت قبلها بسنة۔ (تفسیر روح المعانی جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 191ء192)

رسول اکرم ﷺ نے خبر دی کہ دین کا فساد قریش کے نوجوان لڑکوں کے ہاتھ پر ہوگا اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں اگر میں چاہوں تو ان کے نام ذکر کردوں البتہ ایسا کردوں یا اس سے مراد وہ احادیث ہیں جن میں ظالم امرا کے نام متعین ہیں اور انکے احوال اور ان کی مذمت کا ذکر ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ بعض کا ذکر اشارہ کرتے تھے اور انکی تصریح نہیں کرتے تھے اپنی جان کے خوف کی وجہ سے (پیارے آقا ﷺ کے فرمان کیوجہ سے) اپنے اس قول سے میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ سے 60ھ سے اور بچوں کی حکومت سے اور اشارہ کیا یزید کے (زمانہ حکومت کی طرف کیونکہ 60ھ میں اور اللہ تعالیٰ اسکے مددگاروں کو ذلیل کرے۔

اس لئے کہ اسی کی حکومت 60ھ میں تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی دعا قبول فرمائی اور آپ اس کی حکومت سے ایک سال پہلے وصال فرماگئے (59ھ میں) اسی طرح بعض اکابرین نے یزید کا لعنتی ہونا۔ اس آیت سے بھی ثابت کیا ہے۔

Scanned with CamScanner

ان الذین یو ذون الله ور سول لعینهم الله فی الد نیا والا خر ہ واعد لهم عذ ابا مهینیا،

ترجمہ: بے شک جولوگ ایذا پہنچائے ہیں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کو دنیا اور آخرت میں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

کیونکہ وہ بھی نواسۂ رسول ﷺ اور دیگر اہلبیت نبوت کوشہید کر کے ایذ ائے رسول کا مرتکب ہوا ہے ان آیات کے بعد جب احادیث مبارکہ میں غور وفکر کرتے ہیں تو بہت سی احادیث میں اشارہ وصراحتا یزید کا مغضوب ہونا ثابت ہوتا ہے مضمون کے طوالت کے خوف کیوجہ سے چند ایک روایات پر اکتفا کرتے ہیں۔

قال کنت مع مر وان وا بی هر یر ہؓ فسمعت انا هر یرة یقول سمعت الصا دق المصد وق ﷺ لقو ل هلا ك امی علیٰ اید ی غلمة من قریش فقال مر وان غلمة قال العر هیر ہؓ ان شئت ان اسمیهم بنی فلا ں بنی فلا ں۔ (بخاری شریف) بلداول صفحہ نمبر 509)

ترجمہ: یحیٰ بن سعید اموی اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں مروان اور ابو ہریرۃؓ کیساتھ تھا میں نے ابو ہریرۃؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں میری امت کی ہلاکت قریش کے ایک نوجوان کے ہاتھوں پر ہے۔ مروان نے پوچھا کہ وہ نوجوان کون ہے حضرت ابو ہریرۃؓ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو انکے نام بتادوں کہ وہ فلاں بن فلاں ہے۔

حدیث--------عن سعد قال سمعت البنی ﷺ یقول لا یکید اهل المد ینة احد الا الماع کما ینما ع الملاح فی الماء (بخاری شریف جلداول صفحہ نمبر 252)

ترجمہ: حضرت اسحاق سعد کہتے ہیں نبی پاک ﷺ نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ مکر وفریب کریگا وہ اس طرح گھل جائیگا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے

حدیث-----------قال سئلت انسا احیرم رسول ﷺ المد ینة قال لعم هی احرام لا یختلیٰ خلا ها فمن فعل ذلك وعلیه لعنة الله والملكة والناس اجمعین۔ (مسلم شریف جلداول صفحہ نمبر 441)

ترجمہ: حضرت عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سوال کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے مدینہ پاک کو حرم بنایا تو انہوں نے کہا ہاں وہ حرم ہے اسکی گھاس نہ کاٹی جائے جو شخص ایسا کریگا اس پر اللہ تعالیٰ کی اور ملائکہ کی اور تمام انسانوں کی

لعنت ہو۔

**نوٹ** :- اس مفہوم کی متعدد احادیث مسلم شریف میں موجود ہیں کون نہیں جانتا کہ یزید نے اہل مدینہ پر بہت ظلم کیے اور بہت سے صحابہ کرام کو شہید کرایا تو جو شخص صرف مدینہ شریف کی گھاس کاٹے وہ ملعون ہے اور جس نے پورے مدینہ شریف کو ویران کیا وہ کیسے معلون نہیں ہوگا؟

**لطیفہ** : غالباً 1992ء ایک مرتبہ بندہ ناچیز کا ڈاکٹر اسحاق بانی ادارہ اشاعت اسلام لاہور سے بذریعہ خط رابطہ ہوا اور سوال کیا کہ یزید کے متعلق آپکا کیا نظریہ ہے تو انہوں نے اپنے دو مضمون (فوٹوسٹیٹ جو کہ پہلے کے لکھے ہوئے تھے) میرے پاس بھیجے اسکے چندایام بعد بندہ ناچیز کا لاہور جانیکا اتفاق ہوا تو ان سے بالمشافہ ملاقات ہوئی۔ تو بندہ ناچیز نے وہی سوال (یعنی یزید کے بارے میں) دہرایا۔ تو انہوں نے کہا میرے مضامین پڑھ کر آپ کی تسلی نہیں ہوئی تو بندہ ناچیز نے کہا نہیں تو وہ فرمانے لگے آپ کے کیا اعتراضات ہیں تو بندہ نے عرض کیا کہ آپ نے اپنے مضمون میں یہ تو لکھا ہے کہ اس نے مدینہ شریف پر حملہ کرایا تو اسکے بعد بندہ ناچیز نے یہی مسلم شریف کی حدیث پیش کی تو عرض کیا ان احادیث کی روشنی میں وہ ملعون نہیں ہے؟ تو وہ خاموش ہو گئے پھر ان سے سوال کیا گیا ان احادیث مبارکہ کی سند ضعیف ہے تو کہنے لگے نہیں۔ سند تو صحیح ہے بندہ ناچیز نے کہا پھر حدیث صحیح پر عمل کر کے اس کو ایک ہی بار ملعون کہہ دیں لیکن وہ کہنے لگے فلاں حدیث میں اس طرح ہے (یعنی انکا اشارہ حدیث قسطنطنیہ کی طرف تھا) تو بندہ ناچیز نے عرض کیا کہ ایک بار ان احادیث مبارکہ پر عمل کر کے آپ فرمادیں وعلیہ لعنۃ اللہ پھر حدیث قسطنطنیہ پر بھی بات کر لیں گے وہ نہ مانے تو بندہ ناچیز نے کہا کہ آپ اپنے آپ کو اہلحدیث بھی کہلاتے ہیں اور حدیث پر عمل کرنے سے بھی گریزاں ہیں اسی مضامین کی احایث دیگر کتب میں بھی موجود ہیں مثلاً البدایہ النھایہ۔

حدیث: عن اسا عب ان خلا ط ان رسول الله ﷺ من اخا ف اهل المد ینه ظلما اخا فه الله وعليه لعنة الله و الملئكة والنا س اجمعين (بحوالہ شبیر و یزید صفحہ نمبر 267)

ترجمہ: سائب بن خلاط سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اللہ تعالیٰ اسے ڈرائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کے ملائکہ کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اب اس کے بعد اکابرین اہل سنت میں سے جن کے علم وعمل پر

امت کا اتحاد واتفاق ہے ان میں سے چند ایک کے حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

نوٹ: اس سے پہلے ایک دلچسپ واقعہ بندہ ناچیز کے پاس ایک مرتبہ جامعہ حنفیہ بورے والا کے ایک مدرس تشریف لائے تو اتفاقاً محرم شریف کا مہینہ گزر رہا تھا تو ان کے ساتھ یزید کے حوالے سے بات چیت شروع ہوگئی تو وہ فرمانے لگے میں نے پچھلے دنوں اپنے طلباء کو یزید کے بارے میں سمجھاتے ہوئے کہا کہ یزید کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے تو بندہ ناچیز کی عادت یہ ہے کہ یزید کے بارے میں کوئی بھی نرم لفظ استعمال کرے تو وہ مجھ سے برداشت نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ خاندان نبوت کا دشمن تھا اسلیئے اسکے بارے میں نرمی زیب ہی نہیں دیتی بندہ ناچیز نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی یہ بات غلط ہے کیونکہ اسلام کا مزاج یہ ہے کہ صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہا جائے تو وہ مجھے فرمانے لگے کہ اہل سنت کا اس بارے میں کیا نظریہ ہے بندہ ناچیز نے عرض کیا کہ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ لعنتی ہے تو انہوں نے کہا کہ اس پر ثبوت پیش کریں تو بندہ ناچیز نے کہا آپ کے نزدیک عقائد کی کونسی کتاب معتبر ہے وہ فرمانے لگے "شرح عقائد" تو میں نے کہا اگر شرح عقائد سے دکھادوں کہ وہ لعنتی ہے تو مان جاؤ گے؟ فرمانے لگے کہ اس میں ایسا نہیں ہے میں نے شرح عقائد پڑھی ہے تو بندہ ناچیز نے شرح عقائد کھول کر انکے سامنے یہ عبارت رکھ دی۔

(جاری ہے)

# سنہری پھول

1- زندگی کے البم میں ضروری نہیں کہ آخری تصویر آخری صفحے پر ہی لگے

2- زندگی کے رنگ محل میں اگر محبت کا رنگ نہ ہو تو یہ ویران پڑا رہتا ہے

3- خلوص اور اعتماد کے بغیر انسان زندگی کی شاہراہ پر کامیاب نہیں ہو سکتا

4- زندگی کی مصیبتیں کم کرنا چاہتے ہو تو زیادہ سے زیادہ مصروف رہو

5- مسرتیں وہیں پروان چڑھتی ہیں جہاں اعتماد کے بیج کی آبیاری ہو

6- غم زمین کی طرح نہیں ہیں کہ انکی سرحدوں کو بدل دیا جائے یا انہیں وارثوں میں بانٹ دیا جائے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بھی اپنا دکھ تو اپنا ہی رہتا ہے۔

7- بدگمانی جہاں جنم لیتی ہے اعتماد اس جگہ نہیں رہتا

8- بدگمانی ایسا زہر ہے جو ہرے بھرے درخت کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے

(رانا ذوالفقار علی خاں)

# تاریخ کے آئینے میں

## قائداعظم محمد علی جناح کا بچپن، تعلیم اور شادی

تیسری قسط: ازقلم۔ نذیر احمد بھٹی

گراہمس شپنگ اینڈ ٹریڈنگ کمپنی سے تجارتی رابطے کے سبب جناح بھائی نے اپنے کاروبار کے علاوہ گوند کتیرہ وغیرہ بھی برآمد کرنا شروع کردیا۔ ان کے کئی ملکوں کے تاجروں کے ساتھ کاروباری تعلقات تھے۔ ان ملکوں میں خاص طور سے ان کا مال انگلستان اور ہانگ کانگ جاتا تھا۔ چونکہ ان تاجروں سے انگریزی خط و کتابت ہوتی تھی۔ اس لئے جناح نے انگریزی لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا۔

اس زمانہ میں کھارادر کے کچھ بیوپاری بنکاری کا کام بھی کرتے تھے۔ سندھ، بلوچستان اور پنجاب کا تمام تجارتی مال کراچی کی بندرگاہ سے باہر جاتا تھا اور بنکاری کی مناسب سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے انہی تاجروں کے ذریعے روپے پیسے کا لین دین ہوتا تھا۔ بہت سے لوگ ان تاجروں کے پاس اپنی رقم جمع کرا دیتے تھے اور یہ تاجر موجودہ زمانہ کے بنکوں کی طرح کاروبار کرتے تھے۔ اگرچہ اس وقت جدید بنکاری کے اصولوں کا وجود نہ تھا تاہم یہ لوگ بڑے دیانتدار تھے اور ان کی زبان پر ہی سارا کاروبار چلتا۔ جناح بھائی پونجا بھائی کی فرم بھی اسی قسم کی ایک فرم تھی اور کراچی خصوصاً کھارادر کے لوگ اور تاجران پر بہت اعتماد کرتے تھے۔

مٹھی بائی کا ان دنوں پیر بھاری تھا۔ جناح بھائی اپنی نوعمر بیوی کی ہر طرح دیکھ بھال کر رہے تھے دونوں کو اس مبارک ساعت کا انتہائی بے چینی کے ساتھ انتظار تھا۔ جب ان کے گھر میں کسی معصوم بچے کی کلکاریوں کی آواز گونجے گی۔ کراچی میں اس زمانہ میں کوئی میٹرنٹی ہوم نہ تھا اور اچھی تجربہ کار دائیاں بھی بہت کم تھیں۔ کھارادر میں چونکہ بڑے بڑے تاجر رہتے تھے۔ لہذا وہاں چند دائیاں بھی آباد ہوگئی تھیں۔ جو اپنے پیشے سے مشاق تھیں۔ انہی دائیوں میں سے ایک دائی کی خدمات جناح بھائی پونجا بھائی نے حاصل کیں اور اتوار کے دن 25 دسمبر 1876 کو ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔

یہ بچہ بہت کمزور تھا، دبلا پتلا جسم، لمبے لمبے ہاتھ، لمبوترا سر، والدین بچے کی صحت کے بارے میں کافی پریشان تھے۔ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ کمزوری کے سوا بچے میں کوئی جسمانی نقص نہیں ہے لہذا تشویش کی کوئی بات نہیں مگر ڈاکٹر کے کہنے سے ماں کی تشویش اور اندیشے تو کم نہیں ہوتے۔اب بچے کا نام رکھنے کا مسئلہ درپیش تھا۔اب تک اس خاندان میں جو کاٹھیاواڑ میں رہتا تھا۔ بیشتر مردوں کے نام ہندو ناموں سے ملتے جلتے تھے لیکن سندھ مسلمانوں کا صوبہ تھا۔مزید برآں ہمسایوں کے بچوں کے نام اسلامی تھے۔

آخر میاں بیوی نے طے کیا کہ ان کے پہلوٹھی کے بچے کا نام محمد علی ہوگا۔

مٹھی بائی کو محمد علی سے بہت محبت تھی اگر چہ ان کے چھ بچے اور ہوئے تاہم وہ زندگی بھر محمد علی سے بے پناہ محبت کرتی رہیں۔ان کے دوسرے بچے رحمت، مریم، فاطمہ، شیریں، احمد علی اور بندے علی تھے۔آپ کی چار لڑکیاں اور تین لڑکے تھے جناح بھائی، پونجا بھائی اپنے کاروبار پر کافی توجہ دیتے اور اکثر رات گئے تک کام میں مصروف رہتے۔مٹھی بائی کا اصرار تھا کہ وہ بچے کے عقیقے کے لئے اسے حسن پیر کی درگاہ پر لے کر چلے جو کہ پانیلی سے دس میل دور گنیوڈ نامی گاؤں میں تھی۔انہوں نے حسن پیر کی کرامات کے متعلق بہت کچھ سنا تھا۔ماں کی حیثیت سے انہوں نے یہ محسوس کرلیا ہوگا کہ محمد علی مستقبل کا ایک عظیم انسان ہوگا۔لہذا وہ حسن پیر کی درگاہ تک جانے پر مصر تھیں۔ جہاں مخصوص روایتی انداز میں بچے کا سر مونڈا جاتا تھا اور ماں دعا مانگتی تھی۔ پہلے تو جناح بھائی نے اپنی مصروفیات کا سہارا لے کر ٹالنا چاہا مگر بعد میں انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور دونوں میاں بیوی چند ماہ کے بچے کو ساتھ لے کر بادبانی کشتی کے ذریعے کراچی سے کاٹھیاواڑ کی ایک چھوٹی سی بندرگاہ ویراول روانہ ہو گئے۔ویراول پہنچ کر انہوں نے گنیوڈ جانے کے لئے ایک بیل گاڑی کی اور بے شمار صعوبتیں اٹھانے کے بعد آخر وہ حسن پیر کی درگاہ تک پہنچ ہی گئے۔جہاں محمد علی کا عقیقہ ہونا تھا۔

حسن پیر کی زندگی کے متعلق حقائق اور ان کے پیروں کے عقائد آپس مین کچھ اس طرح گڈمڈ ہو کر رہ گئے ہیں کہ ان میں امتیاز کرنا ممکن نہیں رہا۔تاہم یہ ثابت ہو چکا ہے۔کہ حسن پیر اسماعیلی مبلغ کی حیثیت سے بلوچستان کے راستے ایران سے آئے تھے اور انہوں نے کچھ عرصہ ملتان مین قیام کیا تھا۔

ان کی سادہ اور پاک باز، زندگی نے نہ صرف مسلمانوں کو ان کا گرویدہ بنالیا بلکہ بہت سے غیر مسلم بھی ان کے

دست حق پرست پر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اس کے بعد سندھ کے طول و عرض میں انہوں نے تبلیغ اسلام کی اور پھر کچھ سے گزر کر آخر پانیلی کے قریب ایک مقام پر ڈیرہ ڈال دیا۔

کہا جاتا ہے کہ وہ مافوق الفطرت طاقتوں کے مالک تھے۔ان سے کئی کرشمے اور کمالات منسوب کئے جاتے ہیں ۔ایسے بزرگوں کے متعلق جن کی خدمات اور کارنامے تاریخی اور دستاویزی شواہد کے صورت میں موجود نہیں ہوتے۔عام طور پر ایسی باتیں مشہور ہو جاتی ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ حسن پیران مسلمان صوفیا کے مسلک کے پیرو تھے۔جن کی زندگی قرآن پاک اور اسلام کی تعلیمات کی تبلیغ و ترویج اور معبود حقیقی کے عشق میں گزری۔وہ رات کو جلد سو جاتے اور دو بجے اٹھ کر فجر کی نماز تک دریائے بھدو کے کنارے اپنے خیمہ میں یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ایک رات وہ حسب معمول ذکر الٰہی میں مصروف تھے کہ پانی کی ایک زبردست لہر انہیں بہا کر لے گئی اور اس عالم میں بھی ان کی محویت ختم نہ ہوئی۔اس طرح دریا میں ڈوب جانے سے ان کا وصال ہو گیا۔ان کی لاش بہتی ہوئی پانیلی سے دور گینوڈ نامی گاؤں کے قریب پہنچ گئی۔گینوڈ کی بیشتر آبادی رباری ذات کے غیر مسلموں پر مشتمل تھی۔جن کا پیشہ مویشیوں کی نسل کشی تھا۔

صبح سویرے کچھ رباری باشندے دریائے بھدو کے کنارے پہنچے تو انہیں کنارے پر ایک لاش نظر آئی۔چونکہ حسن پیر کی شہرت دور دور تک پہنچ چکی تھی اس لیے ان لوگوں نے لاش کی شناخت کر لی۔بزرگوں کے مشورہ سے گینوڈ کے باشندوں نے طے کیا کہ حسن پیر کی تجہیز و تکفیل کی جائے اور ان کا مقبرہ تعمیر کیا جائے۔ان کا خیال تھا کہ حسن پیر کی درگاہ سے گاؤں خوشحال ہو جائے گا۔اس طرح حسن پیر کو گینوڈ میں دفن کر دیا گیا۔سالہا سال گزر جانے کے باوجود ریاست گونڈل کے لوگوں کی عقیدت سے آج بھی اس طرح موجود ہے اور ہر سال ان کی درگاہ پر عرس ہوتا ہے۔جس میں ان کے ہندو اور مسلمان عقیدت مند جوق در جوق شرکت کرتے ہیں۔

عقیقہ کے بعد ماں باپ بچے کو لے کر اپنے گاؤں پانیلی آئے اور اس مرتبہ بھی انہوں نے بیل گاڑی کے ذریعے سفر کیا۔پانیلی اور گونڈل میں چند ہفتے قیام کے بعد وہ کراچی واپس آ گئے۔جہاں جناح بھائی پھر اپنی کاروباری مصروفیات میں کھو گئے۔مگر ماں نے اپنی تمام تر توجہ اور محبت اپنے بچے کے لئے مخصوص کر دی تھی۔

جناح بھائی پونجا بڑے کفایت شعار تھے وہ روپیہ پیسہ احتیاط سے صرف کرتے۔نئے شہر میں کاروبار جمانے کے

لئے انہیں پائی پائی کو سنبھال کر رکھنا پڑ رہا تھا۔ دولت کی دیوی عجیب وغریب مزاج رکھتی ہے۔ یہ آج آپ پر مہربان ہوسکتی ہے۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے۔ کہ کل اس کا مزاج کیا ہوگا۔

محمد علی چھ سال کے ہوئے تو ان کو گھر پر گجراتی کی تعلیم دینے کے لئے ایک استاد کا انتظام کیا گیا۔ والدین کا خیال تھا کہ بچے کی عمر ابھی کم ہے اسے سکول میں داخل کرانا مناسب نہیں۔ علاوہ ازیں۔ نزدیک ترین سکول بھی گھر سے خاصہ دور تھا اور بچے کے لئے پیدل سکول آنا جانا مشکل ہو جاتا۔ محمد علی فطرتاً چاق و چوبند اور ذہین تھے۔ انہیں گھر پر بیٹھے سبق یاد کرتے رہنا اچھا نہیں لگتا تھا وہ زیادہ وقت آس پاس کے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل کود میں گزارتے۔ ہمجولیوں میں وہ بہترین کھلاڑی مشہور تھے۔ دوسرے لڑکے محمد علی کو اپنا استاد سمجھتے اور وہ بھی خود کو ایک طرح دوسرے ساتھیوں سے ممتاز گردانتے۔ جب محمد علی نو سال کی عمر کو پہنچے تو انہیں ایک پرائمری سکول میں داخل کر دیا گیا۔ ایک سال بعد جناح بھائی نے سوچا کہ محمد علی کو گھر سے دور کسی سکول میں داخل کرانا بہتر ہوگا کیونکہ کھارادر کے بچوں کی صحبت کا محمد علی کی تعلیم پر برا اثر پڑ رہا تھا۔ یہ بچے ان کو پڑھنے کی بجائے گولیاں، گلی ڈنڈا اور کرکٹ کھیلنے کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے۔ باپ نے فیصلہ کیا کہ محمد علی کو سندھ، مدرسۃ الاسلام میں داخل کرا دیا جائے۔ یہ ایک ہائی سکول تھا اور نیو ہنام روڈ پر ان کے مکان سے تقریباً ایک میل دور واقع تھا۔ سندھ کے مسلمانوں کے عظیم تعلیمی رہنما خان بہادر حسن علی آفندی نے یہ سکول قائم کیا تھا۔ تاہم سکول کی تبدیلی سے محمد علی کے رویہ پر کوئی اثر نہ پڑا اور وہ تعلیم سے زیادہ کھیل کود ہی میں دلچسپی لیتے رہے۔ سندھ مدرسۃ الاسلام کے انگریزی شعبہ میں داخل ہونے والے طالبعلموں کے جنرل رجسٹر سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ محمد علی کو اس سکول میں چار جولائی 1887ء کو داخل کیا گیا تھا اور وہ 114 ویں طالب علم تھے۔ دوسرے اندراجات کے مطابق ان کا نام محمد علی جناح اور جائے پیدائش کراچی تھی۔ یوم پیدائش درج نہ تھا۔ عمر 14 سال فرقہ فوجہ سابقہ تعلیم اسٹینڈرڈ چہارم گجراتی فیس معاف ہے۔ یا ادا کی جائے گی۔ ادا کی جائے گی اور جماعت جس میں داخلہ مطلوب ہے۔ اسٹینڈرڈ اول ہے۔ سکول کے رجسٹر کے اندراجات کے مطابق وہ سندھ مدرسہ چھوڑ کر بمبئی چلے گئے۔ (جاری ہے)

# یوم عاشورہ اور نوافل

تحریر: محمد مظہر فرید چشتی

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ماہ محرم الحرام بہت ہی بابرکت مہینہ اور شب عاشورہ نیز یوم عاشورہ کی عبادت کے بے حد فضائل ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ محرم کا چاند دیکھ کر چار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر اپنے اوپر دم کرنا افضل ہے۔

## نفل نماز

اول شب بعد نماز عشاء آٹھ رکعت نماز چار سلام سے پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس نماز کی برکت سے روز حشر اللہ پاک اُس نماز کے پڑھنے والے اور اسکے گھر والوں کی شفاعت فرمائے گا۔

اول شب بعد نماز عشاء، ماہ محرم چار رکعت نماز پڑھے، دو سلام کے ساتھ اور سورۃ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں سورۃ اخلاص گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھنی ہے۔ پھر بعد سلام کے یہ دعا گیارہ مرتبہ پڑھے۔

"سبوح قدوس ربنا ورب الملئکة والروح" اس نماز کے پڑھنے سے بے شمار عبادات کا ثواب درگاہ رب العزت سے عطا کیا جائے گا۔

## نفل نماز پہلی تاریخ محرم الحرام

پہلی تاریخ کو بعد نماز ظہر دو رکعت نماز پڑھے اول رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تیرہ (13) بار، دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص بارہ (12) مرتبہ پڑھے۔ پھر بعد سلام کے یہ دعائے مکرم ایک مرتبہ پڑھے۔

اللھم انت اللہ الا بة القدیر ھذہ سنة جدیدة اسئلک فیھا العصمة من

الشیطان الرجم والامان من السلطان الجبد ومن کل ذی شرو من البلاء و الافات واسئلک العون والعدل علی ھذہ النفس الامارۃ بالسوء والاشتغال بما یفر بنی الئک یا بر یا روف یا رحیم یا ذ الجلال والاکرام۔

اللہ پاک اس نماز اور دعا کے پڑھنے والے کے تمام گناہ معاف فرمائے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ دنیا سے باایمان اٹھے گا۔

## نفل نماز شب عاشورہ

عاشورہ کی شب بعد نماز عشاء چار رکعت نماز دو سلام سے پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد از سورۃ فاتحہ، آیت الکرسی تین دفعہ اور سورۃ اخلاص دس دفعہ پڑھے۔ بعد سلام کے سورۃ اخلاص ایک سو مرتبہ پڑھ کر اپنے گناہوں کی توبہ کرلے اور اللہ پاک سے بخشش طلب کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ خداوند کریم اپنی رحمت کاملہ سے اس نماز کے پڑھنے والوں کے تمام گناہ معاف فرمائیں گے۔

شب عاشورہ، بعد نماز عشاء آٹھ رکعت نماز چار سلام سے پڑھے۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص پچیس (25) مرتبہ پڑھنی ہے۔ پھر بعد سلام کے درود پاک ستر (۷۰) مرتبہ پڑھیں۔ پھر استغفار پڑھ کر ستر مرتبہ دعائے مغفرت کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس نماز کے پڑھنے والوں کی قبر روشن اور عذاب قبر نہ ہوگا اور روز حشر اسے مغفرت ہوگی۔

عاشورہ کی شب نماز عشاء کے بعد چار رکعت نماز دو سلام سے پڑھے اور سورۃ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں آیۃ الکرسی تین مرتبہ اور سورۃ اخلاص تین مرتبہ پڑھے۔ بعد سلام کے سورہ اخلاص سو مرتبہ پڑھے۔ بہشت نصیب ہوگا۔

نماز ظہر سے پہلے یوم عاشورہ چار رکعت نماز دو سلام سے اس ترکیب سے پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ۵۱ مرتبہ سورۃ اخلاص ہر چار رکعتوں میں پڑھے اور یہ نماز حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو بخش دیں۔

**وظائف**: محرم کی پہلی شب سے شب عاشورہ تک روزانہ بعد نماز عشاء ایک سو مرتبہ کلمہ توحید پڑھنا واسطے بخشش گناہ بہت افضل ہے۔ پہلی شب محرم الحرام سے شب عاشورہ تک بعد نماز عشاء اول آخر مع درود شریف کے ایک سو دفعہ یہ دعا پڑھے۔

" بسم اللہ الرحمن الرحیم ، اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا رآد لما قضیت ولا ینفع ذالجد منک الجد"

یوم عاشورہ کسی وقت باوضو ہو کر ستر مرتبہ پڑھے۔ "حسبی الله ونعم الوکیل".
مغفرت گناہ کے لئے یہ وظیفہ پڑھنا بھی افضل ہے۔

## دعائے عاشورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا قابل توبة آدم یوم عاشورآء یا فارج کرب ذی النون یوم عاشورآء۔
یا جامع شمل یعقوب یوم عاشورآء یا سامع دعوة موسی وھرون یوم عاشورآء
یا مغیث ابراھیم من النار یوم عاشورآء یا رافع ادریس الی السماء یوم عاشورآء
یا مجیب دعوة صالح فی الناقة یوم عاشورآء

یا ناصر سیدنا محمد یوم عاشورآء یا رحمن الدنیاواله آخرةورحیمهما صلے علی سید نا محمد وعلی آل سید نا محمد صل الله علیه وآله وسلم وصلی علی جمیع الانبیاء والمرسلین واقض حا جا تنا فی الدنیا والآخرة واطل عمر نافی طاعتک و محبتک ورضاك واحینا حیوة طیبة وتوفنا علی الایمان والاسلام برحمتک یا ارحم الراحمین۔ اللھم بعز الحسن واخیه وامه وابیه وجده و بنیه فرج عنا مانحن فیه پھر سات مرتبه پڑھیں۔ سبحان الله مل المیزان ومنتهی العلم ومبلغ الرضی وزنة العرش لا منجا ولا منجاء من الله الاالیه۔ سبحان الله عدد الشعغ والوتر وعدد کلمات الله الثامات کلھا نسئلک السلامة برحمتک یاارحم الراحمین۔ وھو حسبنا ونعم الوکیل۔ نعم المولی و نعم النصیر۔ ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔ وصلی الله تعالیٰ علی سیدنا محمد و علی آله وآصحبه وعلی المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات عدد ذرات الوجود وعدد معلومات الله والحمد لله رب العلمین۔

درگاہ رب العزت سے اس نماز اور دعا کے پڑھنے والے کو بے شمار عبادات کا ثواب عطا ہوگا۔

رکھے روزے اور پڑھے نوافل مرے گا کبھی نہ اس کا دل

(اخذت عبارة من اوقات الصلوة)

# سیب
## دماغ کو فرحت
## دل وجگر کو تقویت دیتا ہے

# کیلا
## ایک مفید اور مقوی غذا

سیب از قلم: حکیم غلام محی الدین ماجد القادری

سیب ایک جانا پہچانا پھل ہے پاکستان میں یہ بکثرت ہوتا ہے لوگ اسے بڑے شوق سے کھاتے ہیں ہمارے ہاں کئی قسم کے سیب ہوتے ہیں جن میں امری، کلو، شیرازی اور گولڈن بہت مشہور ہیں۔ یورپ اور امریکا اور دنیا کے بے شمار ملکوں میں کئی قسم کے سیب کی کاشت ہوتی ہے۔ دنیا بھر میں سیب کا شمار صفِ اول کے صحت بخش پھلوں میں ہوتا ہے طب مشرق کے مطابق یہ پھل مفرح دل و دماغ، مقوی دل وجگر ہوتا ہے۔

سیب میں 80 سے 85 فیصد پانی، 5 فی صد پروٹین 10 سے 15 فیصد نشاستہ شکر اور ایک سے 15 فیصد تیزابی مادے اور معدنی نمک ہوتے ہیں اگر چہ اس میں پانی زیادہ ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود تازہ سیب میں حیاتین خوب ہوتے ہیں۔

کیلے میں حیاتین الف (وٹامن اے) 90 انٹرنیشنل یونٹ، کیلسیئم، 4 ملی گرام فولاد 3 ملی گرام اور فاسفورس، 11 ملی گرام فی سو گرام پائے جاتے ہیں۔ اس میں پائے جانے والے نمکیات میگنیشیم، پوٹاش اور سوڈا قابل ذکر ہیں کسی اور پھل یا سبزی کے مقابلے میں فاسفیٹ سب سے زیادہ سیب میں ہوتے ہیں یہ بات قابل غور ہے کہ اس کے زیادہ تر غذائی اجزاء چھلکے کے بلکل نیچے ہوتے ہیں اس لئے سیب کو ہمیشہ اس کے چھلکے سمیت کھانا چاہیے۔

سیب کی چھال میں بھی کچھ کیمیائی اجزاء پائے جاتے ہیں اس کے بیجوں سے خوردنی تیل حاصل ہوتا ہے جس سے زیادہ تر سیب کی خوشبو (ایسنس) تیار کی جاتی ہے سیب میں پائے جانے والے تیزابی مادوں میں میلک اور ٹارٹرک ایسڈ قابل ذکر ہیں یہ دونوں تیزاب خاص طور پر ان لوگوں کیلئے نعمت ہیں جن کے جگر آرام پسند زندگی کی وجہ سے خراب ہو جاتے ہیں۔ چلنے پھرنے اور جسمانی محنت سے کترانے والوں کے نظام جگر کے لئے سیب کا استعمال بہت مفید ثابت ہوتا

ہے اس سے بدہضمی دور ہوتی ہے اورنقرس پیدا کرنے والے مادوں کا تدارک ہوتا ہے ان تیزابوں کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ خودسیب قابل ہضم ہوجاتا ہے بلکہ اس کی وجہ سے دیگر غذائیں بھی آسانی سے ہضم ہوتی ہیں۔ اس لیے کھانے کے بعد سیب کھانے سے غذا آسانی سے ہضم ہوکر جزوِ بدن ہوتی ہے اس کی شکر کے ہضم کرنے میں جسم کو کوئی دشواری نہیں ہوتی اور یہ بہت جلد خون میں جذب ہوکر توانائی بخشتی ہے خود سیب محض 85 منٹ میں ہضم ہوجاتا ہے۔

سیب کا رس نہ صرف یہ کہ زود ہضم اور فوری توانائی کا ذریعہ ہوتا ہے بلکہ اس سے پیٹ کی تیزابیت کم ہوتی ہے اور کھٹی ڈکاروں کی شکایت جاتی رہتی ہے سوتے وقت ایک سیب کھانے سے قبض کی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ بے خوابی کے بہت سے مریض محض اس کی وجہ سے گہری نیند سونے لگتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اگر کچے سیب کے استعمال سے تکلیف ہوتو انہیں اسے بھاپ پر گلا کر کھانا چاہیے۔

سیب دانتوں اور مسوڑوں کی صحت کے لئے بھی بے حد مفید ہے اس سے دانت صاف ہوتے ہیں اور مسوڑھے مستحکم ہوجاتے ہیں اس کی ان بے شمار خوبیوں کی بنا پر مغربی دنیا اور مشرق میں اسے طوالتِ عمر کے لئے ایک بہترین پھل سمجھا جاتا ہے طب میں سیب صفرا کی کثرت کیلئے مفید ہے اس کے استعمال سے چہرے کا رنگ صاف ہوتا ہے اس کا مربہ اختلاج اور خفقان میں کھلاتے ہیں اس کے علاوہ سیب کی قاشوں کو تراش کر اس پر عرق گلاب چھڑک کر شبنم میں رکھ کر صبح کھانے سے اختلاج اور گھبراہٹ کو بہت فائدہ ہوتا ہے اطباء کے مطابق سیب بھوک بڑھاتا اور خون صالح پیدا کرتا ہے

**کیلا :** کیلا عربی زبان میں موز اور اردو میں کیلا کہلاتا ہے کیلا پاکستان میں بکثرت پیدا ہوتا ہے آج پاکستان اس اہم، مقوی اور لذیز پھل کے سلسلے میں نہ صرف خود کفیل ہے بلکہ اس سے زرِ مبادلہ بھی کمارہا ہے آم کی طرح یہ پھل قومی صحت اور معیشت دونوں ہی کو خوب راس آیا ہے دیگر پھلوں کے مقابلے میں یہ ایک سستا پھل ہے نہایت لذیز اور شیریں نیز تمام مقوی اور بدن پرور اجزاء کا متوازن خزانہ ہے۔

اطباء کے مطابق کیلا مقوی معدہ، زود ہضم اور جسم کو حرارت بخشنے والا پھل ہے اس میں ۳۲ فیصد نشاستے دار اجزاء، ۳۔ا فیصد لحمی اجزاء، ۲۔ا فیصد روغنی اجزاء، ۷۔ا فیصد نمکیات، فولاد، کیلشیم، پوٹاشیم، میگنیشم، سوڈیم، تانبا، نیز فاسفورس، کلورین، گندھک اور فاسفیٹ اچھی خاصی مقدار میں ملتے ہیں۔ اس میں حیاتین الف، ب، ج اور ہ کی وافر مقدار ہوتی

Scanned with CamScanner

ہے۔ جدید سائنسی اور طبی تحقیق کے مطابق ۱۰۰ گرام کیلے سے ۱۵۳ غذائی حرارے حاصل ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ کیلے میں ایک قسم کی شکر ہوتی ہے جو آنتوں میں زہریلے جراثیم کی افزائش روک دیتی ہے۔ اس میں شامل فولاد اور تانبا، بڑی آسانی سے جز و بدن ہو جاتا ہے اور ان دونوں اجزاء سے جسم میں صحت مند سرخ خون خوب بنتا ہے۔

کیلا جسم کی تقویت اور وزن میں اضافے کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔ وزن میں اضافے کے لئے اسے دودھ اور بالائی کے ساتھ کھاتے ہیں۔ اس طرح یہ ایک مکمل غذا بن جاتا ہے۔ عام طور پر کیلے کو قابض سمجھا جاتا ہے۔ یہ شکایت ادھ پکے کیلے کے کھانے سے ہوتی ہے۔ خوب پکا ہوا کیلا مقوی بدن ہونے کے علاوہ ہاضم ہوتا ہے۔ اسے خوب اچھی طرح چبا کر لئی کی طرح پتلا کر کے کھانے سے قبض نہیں ہوتا۔ شیخ الرئیس کے مطابق یہ پھل ہلکا قبض کشا ہے۔ پکا ہوا کیلا جلد ہضم ہو جاتا ہے اور اس کا ۹۹ فیصد حصہ جز و بدن بن جاتا ہے۔

مروڑ اور پیچس کے لئے کیلے کی افادیت مسلمہ ہے۔ پیچس اور آنتوں کے امراض میں اسے دودھ میں گھول کر (بنانا ملک شیک) بنا کر پلانا مفید ہوتا ہے۔ اسی طرح پکے ہوئے کیلے کو سفید زیرے اور نمک کے ساتھ کھانے سے بھی پیچس کو آرام ہوتا ہے۔ بچوں کی دست کی شکایت میں بھی بے حد مفید ثابت ہوتا ہے۔ کیلا چونکہ تیزابیت کو کم کرتا ہے۔ اس لئے زخم معدہ وامعاء (السر) کے مریضوں کے لئے اس کا استعمال بہت مفید ہوتا ہے۔ اس سے السر مندمل ہونے لگتا ہے۔ یرقان میں کیلے کو دن میں دو تین بار شہد کے ساتھ استعمال کرنے سے صحت ہو جاتی ہے۔ یرقان کے لئے اس چنے برابر بجھا ہوا چونا رکھ کے چھلکا لپیٹ کر رات کو شبنم میں رکھ کر نہار منہ مریض کو تین روز کھلانے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ کچے کیلے کا سالن تیار ہوتا ہے اور لوگ اسے بھی بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ کچے کیلے کے سفوف میں خربوزے کے بیجوں کا ہم وزن مغز ملا کر بطور ابٹن استعمال کرتے ہیں۔ اس سے چہرہ صاف اور چھائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ کیلے کے گودے میں لیموں یا سرکہ ملا کر چند روز لیپ کرنے سے گنج دور ہو کر بال اگنے لگتے ہیں۔ آگ سے جلے ہوئے حصے پر کیلے کے گودے کے لیپ سے تسکین ہوتی ہے اور آبلہ نہیں بڑتا۔ کیلے کے پنج انگ یعنی پانچوں اجزاء جڑ، بیج، پتے، پھل اور پھول دوائی مقاصد کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ کیلا ایک نہایت مفید پھل ہے۔ اسے خالی پیٹ استعمال کرنے سے نفخ پیدا ہونے کا امکان رہتا ہے۔ الایچی سبز کے استعمال سے اس کی اصلاح ہو جاتی ہے

# اقوال زریں

1- ایمان کا کمال حسن خلق ہیں۔ (حضور اکرم ﷺ)

2- اپنے نفس سے جہاد، جہاد اکبر ہے (حضرت ابو بکر صدیقؓ)

3- اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام سے عزت بخشی ہے (حضرت عمر فاروقؓ)

4- موت سے پہلے جو کچھ نیکی کرنی ہو، کرلو (حضرت عثمان غنیؓ)

5- برائیوں سے پرہیز کرنا، نیکیاں کمانے سے بہتر ہے (حضرت علی مرتضیٰؓ)

6- دولت کے بھوکے کو کبھی حقیقی راحت نہیں ہو سکتی (حضرت معروف کرخیؒ)

7- موت کو یاد رکھنا نفس کی تمام بیماریوں کی دوا ہے (حضرت غوث الاعظمؒ)

8- علم کی مدد سے انسان کی وحشت اور درندگی دور ہو جاتی ہے (حکیم لقمان)

9- انسان کو دریا کی طرح سخی سورج کی طرح شفیق اور زمین کی طرح نرم ہونا چاہیے

(خواجہ معین الدین چشتی)

10- نمک کی مانگ اس لئے ہے کہ یہ غذا کو لذیز بناتا ہے اگر اپنی خاصیت کھودے تو پھر اس کو کون خریدے گا

(این خروت)

11- دل زندہ رکھنے کے لئے بہترین کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے (امام غزالی)

12- علم کے بغیر عبادت فضول ہے اور عقل کے بغیر علم (حضرت بابا فرید گنج بخشؒ)

13- عمل وہ ہے جس کی بنیاد علم پر ہے (حضرت داتا گنج بخشؒ)

14- سب سے بہتر لقمہ وہ ہوتا ہے جو محنت سے حاصل کیا جائے (حضرت علی مرتضیٰؓ)

مرتب: (سید اعجاز حسین بخاری)

Scanned with CamScanner

# آپ نے پوچھا ہے

محمد حسین مدرس شعبہ درس نظامی جامعہ حنفیہ غوثیہ نزد تھانہ صدر عارفوالا)

سوال: وضو کے فرائض کتنے ہیں قرآن کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: وضو کے چار فرض ہیں (1) چہرہ دھونا اس کی حد لمبائی میں پیشانی کے بالوں کی اگنے کی جگہ سے لے کر ٹھوڑی سے نیچے تک اور چوڑائی میں اس کی حد ایک کان کی لو سے لے کر دوسرے کان کی لو (نرم ہڈی) تک ہے۔

(2) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا دھونا (3) چوتھائی سر کا مسح کرنا

(4) ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں کا دھونا وضو کے فرائض کا ثبوت قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت مبارکہ سے ملتا ہے

یا یھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فا غسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برء وسکم وار جلکم الی الکعبین۔(المائدہ:6)

(ترجمہ) ''اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا چہرہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھوؤ

سوال: وضو کی سنتیں کتنی اور کون کونسی ہیں؟

جواب: وضو کی اٹھارہ سنتیں ہیں۔

(1) شروع میں نیت کرنا (2) شروع میں بسم اللہ شریف پڑھنا (3) دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھونا

(4) شروع میں مسواک کرنا (5) تین بار کلی کرنا (6) تین چلو پانی کے ساتھ تین بار ناک میں پانی چڑھانا

(7) غیر روزے دار کا اچھی طرح کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا (8) گھنی داڑھی کا خلال کرنا

(9) انگلیوں کا خلال کرنا (10) اعضاء وضو کو تین تین بار دھونا (11) ایک بار پورے سر کا مسح کرنا

(12) کانوں کا مسح کرنا (13) اعضاء کو مسلسل دھونا (یعنی درمیان میں وقفہ نہ ہو)

(14) گردن کا مسح کرنا (15) اعضاء کو ملنا (16) ترتیب سے دھونا (17) سر کا مسح آگے سے شروع کرنا

(18) ہاتھ اور پاؤں کو دھوتے وقت دائیں طرف سے اور انگلیوں کے سروں سے شروع کرنا۔

سوال: وضو کے مستحبات کتنے اور کون کونسے ہیں؟

جواب: وضو میں چودہ چیزیں مستحب ہیں۔

(1) بلند جگہ پر بیٹھنا (2) قبلہ رُخ ہونا (3) دوسرے آدمی سے مدد نہ لینا (4) دنیوی گفتگو نہ کرنا

(5) دل کی نیت اور زبان کے فعل کو جمع کرنا یعنی دل میں بھی وضو کا ارادہ ہو اور زبان سے بھی کہے کہ میں وضو کرتا ہوں تاکہ میرے لیے نماز پڑھنا جائز ہو جائے (6) سنت سے ثابت دعا مانگنا (7) ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ پڑھنا

(8) کانوں کا مسح کرتے وقت بھیگی ہوئی سب سے چھوٹی انگلی کو کانوں کے سوراخ میں داخل کرنا

(9) کشادہ انگوٹھی کو حرکت دینا (10) دائیں ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

(11) ناک بائیں ہاتھ سے صاف کرنا (12) غیر معذور کا وقت داخل ہونے سے پہلے وضو کرنا

(13) وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھنا (14) وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا اور یہ دعا مانگنا

**اللھم اجعلنی من التوا بین واجعلنی من المتطھر ین۔**

''یا اللہ مجھے بہت زیادہ توبہ کرنے والوں اور خوب پاک ہونے والوں میں سے بنا دے''

سوال: وضو کے مکروہات کتنے اور کون کونسے ہیں؟

جواب: وضو کرنے والے کے لئے چھ چیزیں مکروہ ہیں۔

(1) ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کرنا (2) پانی ضرورت سے کم استعمال کرنا

(3) چہرہ دھوتے وقت پانی زور سے مارنا (4) دنیوی گفتگو کرنا (5) بغیر عذر کے دوسرے سے مدد لینا

(6) تین بار نئے پانی سے سر کا مسح کرنا

سوال: وضو کے فضائل احادیث کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب: وضو کے فضائل میں چند احادیث

حدیث 1 امام بخاری و امام مسلم: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں قیامت کے دن میری امت اس حالت میں بلائی جائیگی کہ منہ اور ہاتھ پاؤں آثار وضو سے چمکتے ہونگے تو جس سے ہو سکے چمک زیادہ کرے۔

حدیث 2: صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں جس کے سبب اللہ تعالیٰ خطائیں معاف فرمادے اور درجات بلند فرمادے عرض کی ہاں یارسول اللہ! فرمایا جس وقت وضو نا گوار ہوتا ہے اس وقت وضوئے کامل کرنا اور مسجدوں کی طرف قدموں کی کثرت اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار اس کا ثواب ایسا ہے جیسا کفار کی سرحد پر حمایت بلاد اسلام کیلئے گھوڑا باندھنے کا۔

حدیث 3: امام مالک و نسائی عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مسلمان بندہ جب وضو کرتا ہے تو کلی کرنے سے منہ کے گناہ گر جاتے ہیں اور جب ناک میں پانی ڈال کر صاف کیا تو ناک کے گناہ نکل گئے اور جب منہ دھویا تو اس کے چہرہ کے گناہ نکلے، یہاں تک کہ پلکوں کے نکلے اور جب ہاتھ دھوئے تو ہاتھوں کے گناہ نکلے یہاں تک کہ ہاتھوں کے ناخنوں سے نکلے اور جب سر کا مسح کیا تو سر کے گناہ نکلے یہاں تک کہ کانوں سے نکلے اور جب پاؤں دھوئے تو پاؤں کی خطائیں نکلیں یہاں تک کہ ناخنوں سے پھر اس کا مسجد کو جانا اور نماز مزید برآں۔

حدیث 4: صحیح مسلم میں حضرت امیر المومنین فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو کوئی وضو کرے اور کامل وضو کرے پھر پڑھے

„ اشهدان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمد اعبده ورسوله ۔

اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

حدیث 5: ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص وضو پر وضو کرے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

# درس قرآن (شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی)

**الحمد لله رب العلمین:**

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

علامہ جوہری لکھتے ہیں:

حمد، ذم کی نقیض ہے، تحمید، حمد سے زیادہ بلیغ ہے اور حمد شکر سے زیادہ عام ہے، جس شخص میں بہ کثرت خصال محمودہ ہوں اس کو محمد کہتے ہیں۔ (الصحاح ج ۲ ص ۴۶۶، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ)

علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں:

حمد کا معنی ہے، شکر، رضا، جزاء اور حق کو ادا کرنا تحمید کے معنی ہیں اللہ کی بار بار حمد کرنا اور محمد کے معنی ہیں جس کی بار بار حمد کی گئی ہو۔

(قاموس ج ۱ ص ۵۶۳_۵۶۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

حمد مذمت کی نقیض ہے، ثعلب نے کہا حمد کا تعلق نعمت اور غیر نعمت دونوں سے ہے اور شکر [illegible] صرف نعمت سے ہے لحیانی نے کہا حمد شکر ہے اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے اخفش نے کہا الحمد للہ کا معنی ہے الشکر للہ اور کہا الحمد للہ کی ثناء اور اس کی تعریف ہے، ازہری نے کہا شکر صرف اس ثناء کو کہتے ہیں جو نعمت پر کی جاتی ہے، اور حمد بعض اوقات کسی کام کے شکریہ کو کہتے ہیں اور کبھی ابتداء نعمت کے بغیر کسی شخص کی ثناء کو حمد کہتے ہیں، سو اللہ کی حمد اس کی ثناء ہے اور اس کی ان نعمتوں کا شکریہ ہے جو سب کو محیط ہیں اور حمد شکر سے عام ہے۔

(لسان العرب ج ۳ ص ۱۵۵، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم، ایران، ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حمد اور شکر متقارب ہیں اور ان میں حمد زیادہ عام ہے، کیونکہ تم انسان کی صفات ذاتیہ اور اس کی عطاء پر اس کی حمد (تعریف) کرتے ہو اور اس کی صفات ذاتیہ پر اس کا شکر نہیں ادا کرتے (مثلاً کسی کی سخاوت کی تعریف کرنا شکر ہے اور اس کے حسن کی تعریف کرنا شکر نہیں حمد ہے) حدیث میں ہے، حمد رئیس شکر ہے، جس شخص نے اللہ کی حمد نہیں کی اس نے اللہ کا شکر یہ ادا نہیں کیا، حمد شکر کی رئیس اس لیے ہے کہ اس میں نعمت کا اظہار اور اس کو مشہور کرنا ہے اور حمد شکر سے عام ہے۔

(تہایہ ج ا ص ۴۳۷۔۴۳۶، مطبوعہ موسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ)

علامہ میر سید شریف حمد پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حمد: کسی خوبی کی بطور تعظیم ثنا کرنا خواہ کسی نعمت کی وجہ سے ہو یا اس کے بغیر۔

حمد قولی: زبان سے اللہ تعالیٰ کی وہ تعریف کرنا جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی زبانوں کے ذریعہ خود اپنی تعریف فرمائی ہے۔

حمد فعلی: اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے بدن سے نیک اعمال کرنا۔

حمد حالی: روح اور قلب کے اعتبار سے ثنا کرنا، مثلاً علمی اور عملی کمالات سے متصف ہونا، اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہونا۔

حمد عرفی: منعم کے انعام کی وجہ سے کوئی ایسا فعل کرنا جس سے اس کی تعظیم ظاہر ہو، عام ازیں کہ زبان سے ہو یا دیگر اعضاء سے۔

(کتاب التعریفات ص ۴۲۔۴۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز کی غیر اختیاری خوبی پر اس کی تعریف کرنا مدح ہے، مثلاً یاقوت اور موتی کی خوبصورتی پر تعریف کرنا اور کسی کے انعام اور احسان پر اس کی تعظیماً ثنا کرنا شکر ہے اور کسی کی اختیاری خوبی پر اس کی تعظیماً تعریف کرنا خواہ اس نے کوئی نعمت دی ہو یا نہ دی ہو یہ حمد ہے۔ کائنات کی کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے کہ جس کو اللہ نے کوئی نہ کوئی نعمت نہ دی ہو اس لیے اللہ تعالیٰ کی ہر ثنا اور ہر تعریف اس کا شکر ہے اور اس کی ہر حمد شکر کے ضمن میں ہے۔

## تمام تعریفوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے استحقاق پر دلیل

الحمدللہ میں الف لام یا استغراق کے لئے ہے یا جنس کے لئے ہے، اگر یہ لام استغراق ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ ہر حامد کی ہر زمانہ میں ہر حمد اللہ کا حق ہے اور اس کے ساتھ خاص ہے۔ اور اگر لام جنس کا ہو تو معنی یہ ہے کہ حمد کی ماہیت اور

حقیقت اللہ کا حق ہے کسی اور کا حق نہیں ہے کیونکہ تعریف کسی حسن اور کمال کی ہوتی ہے اور تمام محاسن اور کمالات کا مبدا اللہ تعالیٰ ہے تو ثابت ہوا کہ تمام تعریفات کا مستحق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ للہ میں لام، یا اختصاص لائق کے لئے ہے یا ملک کے لئے ہے پہلی صورت میں معنی یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں کیونکہ ہر چیز کو اس نے پیدا کیا ہے اور ہر چیز اس کے فضل اور احسان سے معمور ہے، دوسری صورت میں معنی یہ ہے کہ تمام تعریفوں کا اللہ ہی مالک ہے کیونکہ ہر چیز ہر حال میں اللہ کی مملوک ہے تو جس حال میں وہ حمد کرتے ہیں اس حال میں بھی وہ اللہ کی مملوک ہیں۔ لہذا وہ حمد بھی اللہ کی مملوک ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بہ ظاہر کسی پھول کی خوشبو کی تعریف کر رہا ہے، یا کسی عالم کے علم کی تعریف کر رہا ہے تو وہ در حقیقت اللہ ہی کی تعریف کر رہا ہے کیونکہ اس پھول میں خوشبو اور عالم میں علم کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس لئے یہ تعریف در حقیقت اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے اور اسی ایک جملہ سے مخلوق پرستی کی جڑ کٹ جاتی ہے کیونکہ جو شخص سورج کی کسی نبی کی یا کسی دیوی اور دیوتا کی پرستش کرتا ہے وہ ان میں کسی خوبی اور کمال کو دیکھ کر ان کی پرستش کرتا ہے۔ حالانکہ وہ کمال اور حسن ان کا اپنا ذاتی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا اور اس کا عطا کردہ ہے اس لئے پرستش کا حق دار صاحب کمال نہیں ہے خالق کمال ہے۔

## مخلوق کا شکر ادا کرنے سے پہلے خالق کا شکر ادا کیا جائے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا محسن شکریہ ادا کئے جانے کا مستحق نہیں ہے، امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر محسن اور ہر منعم کا شکر ادا کرنا چاہیے اور ہم اس سے منع نہیں کرتے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر نعمت در حقیقت اللہ تعالیٰ سے ملتی ہے اس لیے کسی منعم کے انعام اور کسی محسن کے احسان پر اس کی تعریف کرنے اور اس کا شکر ادا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کی جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے کیونکہ ہر نعمت اور ہر احسان در حقیقت اللہ کی دی ہوئی نعمت اور اس کا احسان ہے، مثلاً کسی بھوکے شخص کو بھوک سے بلبلاتے دیکھ کر کوئی شخص اس کو کھانا کھلا دیتا ہے، بہ ظاہر اس شخص کا احسان ہے، لیکن غور کیجئے اگر اللہ تعالیٰ کھانا ہی پیدا نہ کرتا تو وہ شخص بھوکے کو کیسے کھلاتا، یا کھانا تو پیدا کیا تھا لیکن

کھانا خریدنے کے لئے پیسے نہ ہوتے تو کہاں سے کھلاتا، کھانا بھی ہوتا اس کے حصول کے لئے پیسے بھی ہوتے مگر اس کے دل میں بھوکے کو دیکھ کر رحم نہ پیدا ہوتا تو بھوکے کو کب کھلا سکتا تھا، یہ سب کچھ ہوتا لیکن بھوکے آدمی میں کھانے کی صلاحیت نہ ہوتی مثلاً اس کے منہ میں ناسور ہوتا، یا اوپر کا جبڑا نچلے جبڑے پر بیٹھ جانے کی وجہ سے اس کا منہ بند ہوگیا ہوتا تو وہ بھوکے کو کب کھلا سکتا تھا؟ تو نعمت بھی اس نے پیدا کی، نعمت کے حصول پر منعم کو قدرت بھی اس نے دی نعمت دینے کے لئے منعم میں رحم کا جذبہ بھی اس نے پیدا کیا اور نعمت سے فائدہ اٹھانے کی منعم علیہ میں صلاحیت بھی اس نے پیدا کی، تو پھر حمد اور شکر کو کون مستحق ہوگا؟ اس لئے اولاً اسی کی حمد کی جائے اور اسی کا شکر ادا کیا جائے، اب یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے ظاہری وسائل اور اسباب کو بھی نظرانداز نہیں کیا اور اس ظاہری منعم اور محسن کا بھی شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کما حقہ حمد وثنا سے مخلوق کا عاجز ہونا

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لامحدود ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**وان تعدوانعمة الله لا تحصو ها** اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں گن نہ سکو گے۔ (النحل:۱۸)

تو جب ہم اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو گن نہیں سکتے تو ان کا شکر کیسے ادا کر سکتے ہیں؟ نیز اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور قدرت کے بغیر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں ہوسکتا، اس لیے جب انسان کسی نعمت پر شکر ادا کرے تو اس شکر ادا کرنے کی توفیق اور قدرت پر بھی شکر ادا کرے، پھر ادا کرے، پھر اس دوسرے شکر کی توفیق پر شکر ادا کرے اور یوں ساری عمر ختم ہونے کے باوجود اس کی کسی ایک نعمت کا شکر ادا نہیں ہوسکتا، تفسیر کبیر میں منقول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہی عرض کیا کہ خدایا میں تو تیری ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا، کجا غیر متناہی نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد! جب تم نے یہ جان لیا کہ تم ہماری نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہو تو ہمارا شکر ادا ہو گیا، بس تم اپنی قدرت اور طاقت کے مطابق ہمارا شکر ادا کرتے رہو!

ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ بندے اس کی حمد کرنے سے عاجز ہیں اور اس کے استطاعت نہیں رکھتے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی حمد کی اور فرمایا: الحمد للہ رب العلمین، رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کی نعمتوں کا عارف، اور اس کی حمد وثناء میں رطب اللسان رہنے والا کون ہوسکتا ہے! اس کے باوجود

آپ فرماتے ہیں: **لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک** "میں تیری ایسی ثنا نہیں کرسکا جیسی ثنا تو خود اپنی کرتا ہے"۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۲ ۔۔۔ محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ)

## اللہ کی حمد کرنے کے احوال اور اوقات

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کلام کی ابتدا **الحمد للہ** سے نہیں کی جائے گی وہ ناتمام رہے گا (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کلام کی ابتداء **الحمدللہ** سے نہیں کی گئی وہ ناتمام رہے گا۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۳۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کا کیسا نصیب رکھا ہے! اس کو اگر بھلائی پہنچتی ہے تو اپنے رب کی حمد کرتا ہے اور اس کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اس کو مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے رب کی حمد کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ایک بندہ کا بچہ فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے تم نے میرے بندے کا بچہ اٹھا لیا؟ وہ کہتے ہیں ہاں، اللہ فرماتا ہے تم نے اس کے دل کا ٹکڑا اٹھالیا، وہ کہتے ہیں ہاں! اللہ فرماتا ہے میرے بندہ نے کیا کیا؟ وہ کہتے ہیں تیری حمد کی اور **انا للہ و انا الیہ راجعون** پڑھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس نام بیت الحمد رکھ دو۔ (جامع ترمذی ص ۱۶۶ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کھاتے یا پیتے تو فرماتے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا اور مسلمان بنایا۔ (جامع ترمذی ص ۴۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت معاذ بن انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کھانا کھا کر کہا: تمام تعریفیں اللہ کیلیے ہیں، جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور مجھ کو بغیر کوشش اور طاقت کی یہ رزق دیا، تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (جامع ترمذی ص ۴۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی شخص اپنا پسندیدہ خواب دیکھے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور اس پر الحمدللہ کہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو وہ الحمدللہ کہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع۔ کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ کرتے تو فرماتے اے اللہ میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے نفس پر موت وارد کرنے کی بعد اس کو زندہ کیا، اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

(جامع ترمذی ص ۴۹۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب کسی ٹیلے یا کسی بلندی پر چڑھتے تو فرماتے اے اللہ ہر بلندی سے زیادہ بلندی تیرے لیے ہے، اور ہر حمد سے بالا حمد تیرے لیے ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

# اللہ کی حمد کی فضیلت اور اجر و ثواب

امام مسلم روایت ہیں:

حضرت ابو مالک اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پاکیزگی نصف ایمان ہے الحمدللہ میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ اور الحمدللہ آسمان اور زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں (صحیح مسلم ج ا ص ۱۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

یعنی الحمدللہ یا اس کے اجر کو اگر مجسم کیا جائے تو اس سے میزان بھر جائے گی، سبحان اللہ سے مراد اللہ کے تنزیہہ ہے اور الحمدللہ سیمراد اس کی ثناء ہے گویا آسمان اور زمین کے درمیان ہر چیز اللہ تعالیٰ کے نقص سے بری ہونے اور اس کے تعریف اور ثناء پر دلالت کرتی ہے۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت سمرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن کے بعد چار کلام افضل ہیں اور وہ بھی قرآن سے ہیں، تم ان میں جس سے بھی ابتدا کرو کوئی مضائقہ نہیں سبحان اللہ، الحمدللہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۰، ج ۴ ص ۳۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام کو سبحان اللہ کہا اس نے گویا سو حج کیے اور جس نے سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام کو الحمدللہ کہا اس نے گویا جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سو گھوڑے مہیا کیے (جامع ترمذی ص ۵۰۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت ابو ہریرہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہا اس کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے، خواہ وہ گناہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی ص ۵۰۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابن جریر اپنی سند کیساتھ روایت کرتے ہیں:

Scanned with CamScanner

حضرت ابن عباس نے کہا الحمد للہ شکر ہے، اللہ کی فرمانبرداری کرنا ہے اور اس کی نعمت اور ہدایت کا اقرار کرنا ہے
(جامع البیان، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

نبی ﷺ نے فرمایا جب تم کہتے ہو الحمد للہ رب العلمین تو تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہو اور وہ تم کو زیادہ نعمت دے گا،
(جامع البیان ج ۱ ص ۴۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

اسود بن سریعؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو حمد سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں ہے اسی لیے اس نے اپنی حمد کی اور فرمایا: الحمد للہ (جامع البیان ج ۱ ص ۴۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

علامہ قرطبی بیان کرتے ہیں:

امام مسلم حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندہ کی اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ وہ کچھ کھائے تو اللہ کی حمد کرے اور کچھ پیے تو اللہ کی حمد کرے۔

حسن بصریؒ نے کہا ہر نعمت کی بہ نسبت الحمد للہ کہنا افضل ہے۔

امام ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ کی دی ہوئی کسی نعمت پر الحمد للہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے افضل نعمت عطا فرماتا ہے۔

نوادر الاصول میں حضرت انس بن مالک کی نبی ﷺ سے روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: اگر کسی کو تمام دنیا دے دی جائے پھر اس کو الحمد للہ کہنے کی توفیق دی جائے تو الحمد للہ کہنے کی نعمت تمام دنیا سے افضل ہے۔
(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۳۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران،)

==============================

# کتاب زندگی

(علامہ محمد یوسف)

کتاب زندگی کے ورق برابر الٹ رہے ہیں، ہر آنے والی صبح ایک نیا ورق الٹ دیتی ہے۔ یہ الٹے ہوئے ورق برابر بڑھ رہے ہیں اور باقی ماندہ ورق برابر کم ہور ہے ہیں اور ایک دن وہ ہوگا جب آپ اپنی زندگی کا آخری ورق الٹ رہے ہوں گے ....... جونہی آپ کی آنکھیں بند ہوں گی، کتاب بھی بند ہو جائے گی اور آپ کی یہ تصنیف محفوظ کر دی جائے گی۔

کبھی آپ نے غور کیا اس کتاب زندگی میں آپ کیا درج کر رہے ہیں؟ روزانہ کیا کچھ اس میں لکھ کر آپ اس کا ورق الٹ دیتے ہیں۔ آپ کو شعور ہو یا نہ ہو آپ کی یہ تصنیف تیار ہو رہی ہے اور آپ اس کی ترتیب و تکمیل میں اپنی ساری قوتوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اس میں آپ وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں جو آپ سوچتے ہیں، دیکھتے ہیں، چاہتے ہیں کرتے ہیں کراتے ہیں، اس میں صرف وہی کچھ نوٹ ہو رہا ہے جو آپ نوٹ کر رہے ہیں، کسی دوسرے کو ہرگز کوئی اختیار نہیں جو ایک شوشہ بھی اس میں بڑھا یا گھٹا سکے، اس کتاب کے مصنف تنہا آپ ہیں اور صرف آپ ہی اپنی کوشش اور کاوش سے اسے ترتیب دے رہے ہیں، ذرا آنکھیں بند کیجئے اور سوچئے" کل" یہی کتاب آپ کے ہاتھ میں ہوگی اور شہنشاہ احد وقہار آپ سے کہے گا:

**اقرا کتابک ط کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا ط** (الاسراء)

پڑھ اپنی کتاب آج اپنے نامہ عمل کا جائزہ لینے کے لئے تو خود ہی کافی ہے۔

پھر سوچئے ان خوش نصیبوں کی خوشی کا کیا ٹھکانا ہوگا جن کا دفتر عمل ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور ان مجرموں پر کیا بیتے گی جن کی کتاب زندگی ان کے بائیں ہاتھ میں پکڑائی جائے گی آیئے کچھ دیر کے لئے تصور کی آنکھوں سے قرآن کے آئینے میں اس کو جھنجھوڑنے والے منظر کو دیکھیں۔

Scanned with CamScanner

يومئذ تعرضون لا تخفى منكم خافية ـ فاما من اوتى كتابه بيمينه فيقول هاؤم اقرء وا كتابيه ـ انى ظننت انى ملق حسابيه ـ فهو فى عيشة راضية ـ فى جنة عالية ـ قطوفها دانية ـ كلوا واشربوا هنيا بما اسلفتم فى الايام الخالية ـ (الحاقہ ۱۸،۲۴)

"وہ بھی کیسا دن ہوگا جب تم لوگ پیش کیے جاؤ گے، تمہارا کوئی راز چھپا نہ رہ جائے گا، اس وقت جس کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا لو دیکھو، پڑھو میرا نامۂ اعمال، میں سمجھتا تھا کہ مجھے ضرور اپنا حساب ملنے والا ہے پس وہ دل پسند عیش میں ہوگا، عالی مقام جنت میں، جس کے پھلوں کے گچھے جھکے پڑ رہے ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا) مزے سے کھاؤ پیو، اپنے ان نیک اعمال کے صلے میں جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیے ہیں۔"

واما من اوتى كتبه بشماله فيقول يليتنى لم اوت كتبيه ـ ولم ادر ما حسابيه ـ يليتها كانت القاضية ـ ما اغنى عنى ماليه ـ هلك عنى سلطنيه ـ خذوه فغلوه ـ ثم الجحيم صلوه ـ ثم فى سلسلة ذرعها سبعون ذراعا فاسلكوه ط انه كان لا يومن بالله العظيم ـ ولا يحض على طعام المسكين ـ فليس له اليوم ههنا حميم ـ ولا طعام الا من غسلين ـ لا ياكله الا الخاطون ـ (الحاقہ ۲۵،۳۷)

"اور جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا، کاش میرا نامہ اعمال مجھے نہ دیا گیا ہوتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن ہوتی۔ آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا سارا اقتدار ختم ہوگیا۔ (حکم ہوگا) پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو، اور پھر اسے جہنم میں جھونک دو۔ پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ یہ نہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لاتا تھا اور نہ مسکین کو کھلانے کے لئے ابھارتا تھا۔ لہذا آج نہ یہاں اس کا کوئی یار غم خوار ہے اور نہ زخموں کے دھوون کے سوا اس کے لیے کوئی کھانا، جسے خطا کاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔ (کیونکہ ان خطا کاروں نے زندگی بھر اسی کے کھانے کی عادت ڈالی تھی)"

کبھی آپ نے غور کیا کہ آپ اپنی کتاب زندگی کس ہاتھ میں لینے کی تیاری کر رہے ہیں، دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں؟..... دائیں ہاتھ میں وہی کتاب دی جائے گی جو خدا کی نظر میں دائیں ہاتھ کے لائق ہوگی اور بائیں ہاتھ میں وہی کتاب دی جائے گی جو خدا کی نظر میں بائیں ہاتھ کے لائق ہوگی۔ سنجیدگی سے سوچنے کی بات ہے کہ آپ شب و روز کی دوڑ دھوپ سے جو کتاب مرتب کر رہے ہیں وہ کس آرزو کے ساتھ کر رہے ہیں اور اس آرزو میں آپ کس حد تک مخلص ہیں!

Scanned with CamScanner

# امام الحفاظ الاعلام فخر المحدثین العظام شیخ الاسلام
# امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رح

حافظ محمد اکرم راشد ایم اے

## ولادت ونسب

آپ بخارا کے شہر میں ۱۳ شوال ۱۹۴ھ جمعہ کی نماز کے بعد پیدا ہوئے آپ کا نسب نامہ کچھ اس طرح ہے۔ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ، آپ کا پڑدادا مغیرہ یمان جعفی والی بخارا کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا اس لیے آپ کو جعفی کہتے ہیں کیونکہ ان ایام میں ایسا طریقہ کار تھا کہ جب کوئی کسی کے ہاتھ پر اسلام لاتا تو اس کی نسبت اس کے قبیلے کی طرف کی جاتی۔ پس دین اسلام آپ کی چوتھی پشت کی وراثت ہے آپ کا اسم گرامی "محمد" اور آپ کے باپ کا نام اسماعیل ہے اور آپ زیادہ تر امام بخاری کے نام سے مشہور ہیں آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور آپ کے القاب احادیث نبوی کے متعلق سب سے زیادہ اور مفید خدمت کرنے کے سبب امیر المومنین فی الحدیث اور ناصر الاحادیث المصطفویہ اور ناشر المواریث المحمدیہ ہیں۔ آپ کے والد اسماعیل سے عراق کے لوگوں کی کثیر تعداد نے روایت کی اور وہ ثقہ اور معتبر راویوں میں سے ہیں۔

امام بخاریؒ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ آپ کے باپ کا سایہ آپ کے سر سے اُٹھ گیا اور آپ کی کفالت آپ کی والدہ نے کی اس کے بعد مزید پریشانی کا سامنا اُس وقت کرنا پڑا جب آپ کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ اس سے آپ کی والدہ غمناک ہوگئیں اور اپنے اس عظیم فرزند کی بینائی کی واپسی کے لئے شب و روز بارگاہ ایزدی میں دست بدعا رہیں دریں اثناء ایک رات خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے امام بخاریؒ کی والدہ کو بشارت عنائیت فرمائی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے بچے کو پھر آنکھیں واپس لوٹا دی ہیں چنانچہ صبح سویرے خواب سے بیدار ہوئیں تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے فرزند کی بینائی واپس لوٹا دی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بشارت سے آپ کی آنکھوں کا روشن ہونا اس امر کی علامت تھی کہ آپ سنت ابراہیمی اور ملت حنیفی کے لئے بدعت کے اندھیرے

میں روشنی اور آنکھوں کا کام دیں گے اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے عظیم الشان نبی آخرالزمان کی سنت کے اجراء کا سبب ہوں گے۔

## تحصیل علم

امام بخاری نے ابتداء میں بخا… لی شیوخ سے علم کی پیاس بجھائی ان میں امام داخلی کے علاوہ محمد بن سلام بیکندی، عبداللہ محمد مسندی، ابراہیم بن … وغیرہم خاصی امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ نے 16 برس کی عمر میں ان شیوخ سے حدیث کا ایک بہت … ہ حاصل کرلیا۔ آپ نے عبداللہ بن مبارک اور وکیع کی سب کتابیں ازبر کرلیں۔ علامہ سلیم بن مجاہد جب محمد بن … بیکندی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امام بخاری کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے کہا کہ انہیں … ہزار احا… یث یاد ہیں۔ علامہ موصوف نے امام صاحب سے ملاقات کی اور اس بات کی بذات خود تحقیق کی۔ … ری نے … ن سے فرمایا کہ مجھے نہ صرف اس قدر احادیث یاد ہیں بلکہ میں ان کی اسناد اور راویوں کے حالات … ن واقف ہوں یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ کی عمر سولہ برس کی تھی اور آپ نے ابھی تک اپنے وطن بخارا … ن قدم نہ رکھا تھا۔

امام بخاری نے سماع حدیث کے لئے دور دراز کے سفر اختیار کیے، شام، مصر، اور جزیرہ میں دو سال رہے۔ بغداد اور بصرہ جو علم کے مرکز تھے کئی بار گئے۔ امام ذہبی کے بیان کے مطابق امام بخاری جب نیشاپور گئے تو شہر کے لوگوں نے ایسا شاندار استقبال کیا کہ اس سے پہلے انہوں نے کسی حاکم کو بھی خوش آمدید نہ کہا تھا۔ اہل شہر تین منزل باہر آ گئے تھے اور انہیں ساتھ لے کر چلے۔

امام بخاری نے نیشاپور میں بزم حدیث سجادی، امام محمد بن یحی ذہلی نے لوگوں کو یہاں تک کہ دیا کہ اس صالح اور پارسا عالم کی مجلس میں بیٹھ کر ان سے احادیث سنیں، اس کے بعد امام بخاری کی طرف عوام الناس کا رجحان اتنا زیادہ ہو گیا کہ لوگ جوق در جوق امام بخاری کی مجلس میں آنے لگے اور خود محمد بن یحی ذہلی کی مجلس درس کی رونق ماند پڑ گئی۔ مسئلہ خلق قرآن پر امام بخاری اور حنابلہ کے درمیان اختلاف رونما ہوا۔ اس وقت امام ذہلی بھی امام بخاری کے شدید نکتہ چین بن گئے۔ حکومت وقت پر حنابلہ کا اثر تھا۔ اس بنا پر امام بخاری کو اختلاف رائے کے جرم میں قید و بند کی تکالیف برداشت

کرنا پڑیں۔ آخر نیشاپور سے وطن واپس بخارا آ گئے۔ جہاں بھی مشاہیر اسلام کو اللہ تعالیٰ نے عزت وعظمت سے نوازا وہاں ساتھ ساتھ دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیاں بھی ان نابغہ روزگار ہستیوں کا تعاقب کرتی رہیں۔ لیکن ان مردان حق نے کسی مخالفت کی پرواہ کیے بغیر تبلیغ دین کا فریضہ احسن طریقے سے سرانجام دیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن　　　خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

## قوتِ حافظہ

آپ کا ذہن بہت رسا اور صاف تھا اور بہت قوی حافظہ کے مالک تھے جو کچھ ایک دفعہ سنتے یا پڑھتے وہ آئینہ کی طرح دماغ میں اتر جاتا اور پتھر کی طرح منقش ہو جاتا۔ چنانچہ بچپن میں جب آپ دیگر لڑکوں کی طرح سماع حدیث کیلئے حلقہ میں جاتے تو دیگر طلباء جو اساتذہ سے سیکھتے تھے اُسے ضبط تحریر میں لے آتے مگر آپ صرف سماع پر اکتفا کرتے اور تحریر نہ کرتے تھے آپ کے ساتھی طالب علم آپ پر اعتراض کرتے اور کہتے کہ آپ تحریر کیوں نہیں کرتے ہیں۔ کئی روز اس طرح گزر گئے اور آپ نے ان طلباء کے اعتراض کا کوئی جواب نہ دیا۔ ایک دن آپ نے کہا کہ تم لوگوں نے اعتراض کرنے کی بوچھاڑ کر دی ہے آؤ اور اپنے مسودے لاؤ۔ وہ اسی حدیث پاک والی کا پیاں اٹھا لائے اور ان پر تقریباً 15 ہزار احادیث سے زیادہ احادیث مبارکہ رقم تھیں۔ اور امام بخاری نے ان کو اس خوبی سے زبانی سنانا شروع کیا کہ معترض طلباء کو اپنے اپنے مسودہ کی اصلاح کرنا پڑی۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ بغداد تشریف لے گئے تو وہاں کے محدثین جنہوں نے آپ کے حافظہ کے متعلق دیگر احباب سے بہت کچھ سن رکھا تھا۔ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور اس شنید کی تصدیق کے لئے آپ کو آزمانا چاہا۔ پس انہوں نے دس اشخاص کو منتخب کیا اور 100 حدیث لے کر ہر ایک کو دس دس تقسیم کیں اور ایسی خلط ملط کیں کہ ایک حدیث کا سلسلہ اسناد کسی دوسری حدیث کے متن سے جوڑ دیا تاکہ پریشانی پیدا کی جاسکے۔ اور امام بخاری کے سامنے پیش کرنے کی ایک تاریخ مقرر کی۔

تاریخ مقررہ پر بغداد کے بہت سے علماء حاضر ہوئے اور ان دس منتخب اشخاص میں سے ایک نے اپنے حصہ کی دس حدیثوں میں سے ایک پڑھ کر سنائی۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے فرمایا لا اعرفہ اس طرح اس نے اپنی پوری دس حدیثیں

سنا ئیں اور آپ ہر ایک کے جواب میں لا اعرفہ ہی فرماتے رہے۔ الغرض ان منتخب دس اشخاص نے اپنی اپنی حدیثیں باری باری سنا ئیں اور آپ ہر ایک کے جواب میں لا اعرفہ فرماتے رہے۔ مجلس میں موجود علماء حضرات تو خیال کرنے لگے کہ آپ ان عقدوں کو تاڑ گئے ہیں لیکن جو اس قصے کی خبر نہ رکھتے تھے آپ کی نسبت عجز اور حافظہ کی کمی کا خیال کرنے لگے اسی طرح ان دس علماء میں سے ہر ایک نے باری باری اپنے حصہ کی مقلوب احادیث یکے بعد دیگرے پیش کیں مگر امام بخاری ہر ایک کے جواب میں (میں نہیں جانتا) کہتے رہے پس جب فارغ ہوئے تو پہلے شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ نے پہلی اس طرح پڑھی تھی اور اس کی صحیح اس طرح ہے اور دوسری اس طرح ہے، تیسری اس طرح علی الترتیب پوری دسوں حدیثوں کو اس شخص کے پڑھنے کے مطابق سنا سنا کر ہر ایک کی صحیح سند اور متن بتا دیا اور بقیہ اشخاص کی قلب کردہ حدیثیں پڑھ کر سنائیں اور ہر حدیث کو اس کے متن اور سند سے پیوند کیا۔ اس پر حاضرین نے آپ کے حافظے کا اقرار کیا اور آپ کی فضیلت کو تسلیم کیا۔ امام بخاریؒ کے حافظے کے متعدد واقعات پیش کیے جا سکتے ہیں لیکن طوالتِ مضمون سے بچنے کے لئے اسی پر اکتفا کیا ہے۔

## تالیفات و تصنیفات بخاری

امام بخاریؒ کی تصنیفات ان گنت ہیں اور ایک ایک تصنیف وثوق ووسعت کی نگاہ سے دیکھی گئی ہے۔ قطع نظر تواتر وشہرت کے آپ کی تصنیفات کا سلسلہ سند آپ تک ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں طریقوں سے ملتا ہے آپ کی تصنیفات میں سے چند ایک کا ذکر کچھ اس طرح ہے۔

1- التاریخ الکبیر 2- التاریخ الاوسط 3- التاریخ الصغیر 4- الجامع الکبیر

5- کتاب الصعفا الصغیر 6- المسند الکبیر 7- التفسیر الکبیر 8- کتاب الھبہ

9- خلق افعال العباد 10- اسلامی الصحاب 11- کتاب الوجدان 12- کتاب المبسوط

13- کتاب الفوائد 14- کتاب الاشربہ 15- کتاب الرقاق

برالوالدین وغیرہم۔

امام بخاری نے اگرچہ درس وتدریس اور تالیف وتصنیف کے ذریعہ علم حدیث کی بے حد خدمت کی لاکھوں کی

تعداد میں لوگ براہ راست آپ سے مستفید ہوئے اور امت کے استفادہ کے لئے سینکڑوں تصانیف آپ نے یادگار چھوڑیں ہیں لیکن اس سلسلے میں آپ کا سب سے بڑا کارنامہ جس کی وجہ سے آپ کو امام المحد ثین اور امیر المومنین فی الحدیث کے القاب حاصل ہوئے۔ آپ کی مشہور تالیف صحیح بخاری ہے۔ اس کتاب کی بدولت جو مقام اور عظمت آپ کے حصہ میں آئی وہ نہ آپ سے پہلے کسی محدّث کو میسر آئی اور نہ بعد میں کوئی اس عظیم مرتبہ پر فائض ہوسکا۔ آج تک صحت و جامعیت کے اعتبار سے حدیث کی کوئی کتاب ایسی نہیں جو صحیح بخاری کے مقابلہ میں پیش کی جاسکے اور آج اس روئے زمین پر کوئی کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ اگر کہلانے کی مستحق ہے تو وہ صرف بخاری ہے۔

## وفات حسرت آیات

شاہ عبدالحق صاحب دہلویؒ نے آپ کی وفات کا واقعہ کچھ اس طرح لکھا ہے کہ جب آپ علم طلب علم اور مختلف مدائن کے سفر سے فارغ ہوگئے تو اپنے وطن بخارا کی طرف واپس آگئے۔ اہل بخارا نے آپ کی بہت تعظیم وتکریم کی اس کے بعد ایک شخص کے برانگیختہ کرنے پر والی بخارا آپ کا مخالف ہوگیا ایک روایت کچھ اس طرح ہے کہ والی بخارا نے کہا کہ میری اولاد کے لئے درس کی ایک خاص مجلس کا انعقاد کریں جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ کچھ لوگوں کو محروم کرکے دوسروں کو مخصوص کروں۔ کیونکہ یہ تو خوانچۂ نبوی ہے اس میں سب یکساں ہیں پس یہ امر حاکم بخارا کی کشیدگی خاطر کا سبب بنا (جیسا کہ حکام کا قاعدہ ہے کہ گاہے بسلامے برنجندو گاہے بدشنامے خلعت دہند) نوبت یہاں تک پہنچی کہ حاکم بخارا نے آپ کو بخارا سے نکل جانے کا حکم صادر کردیا۔ اس کے بعد آپ خرتنگ چلے گئے (بخارا سے چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے) (۲۵۶ھ) کو اسی گاؤں میں آپ کا 62 سال کی عمر میں انتقال ہوگیا اور عید کے دن نماز ظہر کے بعد اسی موضع خرتنگ میں دفن ہوئے۔

(از اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر فقہاالمحد ثین) (علماء السلام)

آپ کی تاریخ ولادت اور وفات اور عمر اس رباعی میں منظوم ہے۔ (رباعی)

**کان البخاری حافظاً و محد ثا　　　جمع الصحیح مکمل التحریر**

**میلا دہ صدق ومدہ عمرہ　　　فیھا حمید وا نقضیٰ فی نور**

برادران اسلام! آج ہم اگر اپنی اخروی اور دنیاوی زندگی سنوارنا چاہتے ہیں تو ان مشاہیر اسلام جنہوں نے اپنی تمام تر زندگی سرور کائنات کے فرامین کے مطابق بسر کی کے نقش قدم پر چلیں۔ امام بخاریؒ کی ہستی ایک ایسی نابغہ روزگار ہستی تھی جس نے اس قوم کی فلاح کے لئے شب وروز کام کیا۔ اور حقیقی اسلامی طریقے سے روشناس کرایا۔

Scanned with CamScanner

# نظر بد کا علاج (سید خلیل الرحمن بخاری)

## نظر بد کی تاثیر پر قرآنی دلائل

(1) سورۃ یوسف کی آیات 66 تا 67 کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔

"اور (یعقوب علیہ السلام) نے کہا اے میرے بچو! تم سب ایک دروازے سے نہ جانا، بلکہ کئی جدا جدا دروازوں میں سے داخل ہونا میں اللہ کی طرف سے آنے والی چیز کو تم سے ٹال نہیں سکتا۔ حکم صرف اللہ کا ہی چلتا ہے۔ میرا کامل بھروسہ اسی پر ہے اور ہر ایک بھروسہ کرنے والے کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے اور جب وہ انہیں راستوں سے جن کا حکم ان کے والد نے انہیں دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جو بات مقرر کر رکھی ہے وہ اس سے انہیں ذرا بھی بچا لے مگر (یعقوب علیہ السلام) کے دل میں ایک ایک خیال پیدا ہوا جسے پورا کر لیا، بلا شبہ وہ ہمارے سکھلائے ہوئے علم کا عالم تھا؟ لیکن اکثر لوگ انہیں نہیں جانتے۔

حافظ بن کثیرؒ ان دونوں آیات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں انہوں نے جب "بنیامین" سمیت اپنے بیٹوں کو مصر جانے کیلئے تیار کیا تو انہیں تلقین کی کہ وہ سب کے سب ایک دروازے سے داخل ہونے کی بجائے مختلف دروازوں سے داخل ہوں کیونکہ انہیں جس طرح ابن عباس، محمد بن کعبؒ مجاہدؒ ضحاک اور السدیؒ وغیرہ کا کہنا ہے۔ اس بات کا خدشہ تھا کہ چونکہ ان کے بیٹے خوبصورت شکل وصورت والے ہیں کہیں نظر بد کا شکار نہ ہو جائیں اور نظر کا لگ جانا حق ہے۔

**﴿وان یکاد الذین کفروالیزلقونک بابصارھم لما سمعو الذکر ویقولون انہ لمجنون﴾**

ترجمہ: اور قریب ہے کہ کافر اپنی تیز نگاہوں سے آپ کو گرا دیں جب کبھی قرآن سنتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں یہ تو ضرور عقل سے دور ہے۔ حافظ ابن کثیر کا کہنا ہے۔

"اگر تیرے لئے اللہ کی حفاظت وحمایت نہ ہوتی تو ان کافروں کی حاسدانہ نظروں سے تو نظر بد کا شکار ہو جاتا اور یہ اس بات

کی دلیل ہے کہ نظر کا لگ جانا اوراس کا دوسروں پر (اللہ کے حکم سے) اثر انداز ہونا حق ہے، جیسا کہ متعدد احادیث سے بھی ثابت ہے"

☆ نظر بد کی تاثیر پر حدیث نبوی ﷺ کے چند دلائل:

نظر بد کے بارے میں رسول ﷺ کے فرامین کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔

(۱) نظر بد کا لگ جانا حق ہے۔

(۲) نظر بد سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرو کیونکہ نظر بد کا لگنا حق ہے۔

(۳) نظر بد حق ہے اور اگر تقدیر سے کوئی چیز لے جاسکتی ہوتی تو وہ نظر بد ہے اور جب تم میں سے کسی ایک سے غسل کرنے کا مطالبہ کیا جائے (تاکہ غسل کے پانی سے وہ غسل کر سکے جسے تمہاری نظر بد لگ گئی ہو) غسل کرلیا کرو۔

(۴) اسماء بنت عمیس نے آپ ﷺ سے گزارش کی کہ بنو جعفر کی نظر بد لگ جاتی ہے تو کیا وہ ان پر دم کرسکتی ہے؟

(۵) "بے شک نظر بد انسان پر اثر انداز ہوتی ہے حتی کہ وہ اگر ایک اونچی جگہ پر ہوتو نظر بد کی وجہ سے نیچے گر سکتا ہے"

(۶) "نظر بد کا لگنا حق ہے اور انسان کو اونچے پہاڑ سے نیچے گرا سکتی ہے"۔

(۷) "نظر بد انسان کو موت تک اور اونٹ کو کانڈی تک پہنچادیتی ہے"۔

(۸) اللہ کی قضاء تقدیر کے بعد سب سے زیادہ نظر بد کی وجہ سے میری امت میں اموات ہوں گی۔

(۹) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا ہے رسول ﷺ نظر بد کی وجہ سے دم کرنے کا حکم دیتے تھے۔

(۱۰) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے نظر بد اور بچھو وغیرہ کے ڈسنے سے اور پہلو میں پھوڑوں سے دم کرنے کی اجازت دی ہے۔

(۱۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک لڑکی کے چہرے پر کالے یا پیلے رنگ کا نشان دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا"اسے نظر بد لگ گئی ہے اس پر دم کرو"

(۱۲) حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس حزم کو سانپ ڈسنے کی وجہ سے حدم کرنے کی وجہ سے دم کرنے کی رخصت دی اور آپ ﷺ نے اسماء بنت عمین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا" کیا وجہ ہے کہ میرے بھتیجے کمزور ہیں کیا فقرو

فاقے کا شکار ہیں؟"انہوں نے کہا: نہیں بلکہ انہیں نظر بد بہت جلدی لگ جاتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:"ان پر دم کرو"۔

نظر بد کی حقیقت کے بارے میں علماء کے اقوال

☆ حافظ ابن کثیرؒ: نظر بد کا اللہ کے حکم سے لگنا اور اثر انداز ہونا حق ہے۔

☆ حافظ ابن حجرؒ: نظر بد کی حقیقت کچھ یوں ہے کہ ایک خبیث الطبع انسان اپنی حاسدانہ نظر جس شخص پر ڈالے اسے نقصان پہنچ جائے۔

☆ امام ابن الاثیرؒ: کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی کو نظر لگ گئی ہے تو یہ اس وقت ہوتا ہے جب دشمن یا حسد کرنے والا انسان اسکی طرف دیکھے اور اسکی نظریں اس پر اثر انداز ہو جائیں اور وہ انکی وجہ سے بیمار پڑ جائے۔

## نظر بد اور حسد میں فرق

(۱) ہر نظر لگانے والا حاسد ہوتا ہے اور ہر حاسد نظر لگانے والا نہیں ہوتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفلق میں ارشاد فرمایا کہ تو حاسد کے شر سے پناہ طلب کرے گا تو اس میں نظر لگانے ولا انسان بھی خود بخود آ جائے گا اور یہ قرآن مجید کی بلاغت اور شمولیت اور جامعیت ہے۔

(۲) حسد، بغض اور کینے کی وجہ سے ہوتا ہے اس میں یہ خواہش پائی جاتی ہے کہ جو نعمت دوسرے انسان کو ملی ہوئی ہے وہ اس سے چھن جائے اور حاسد کو مل جائے، جبکہ نظر بد کا سبب حیرت پسندیدگی اور کسی چیز کو بڑا سمجھنا ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں کی تاثیر ایک ہوتی ہے اور سبب الگ الگ ہوتا ہے۔

(۳) حاسد کسی متوقع کام کے متعلق حسد کر سکتا ہے جبکہ نظر لگانے والا کسی موجود چیز کو ہی نظر لگا سکتا ہے۔

(۴) انسان اپنے آپ سے حسد نہیں کر سکتا، البتہ اپنے آپ کو نظر بد لگا سکتا ہے۔

(۵) حسد صرف کینہ پرور انسان ہی کرتا ہے جبکہ نظر ایک نیک آدمی کو بھی لگ سکتی ہے۔ جبکہ وہ کسی چیز پر حیرت کا اظہار کرے اور اس میں نعمت کے چھن جانے کا ارادہ شامل نہ ہو جیسا کہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لگ گئی تھی حالانکہ عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدری صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں سے تھے۔

اور نظر بد کے اثر سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ مسلمان جب کسی چیز کو دیکھے اور اسے پسند آ جائے تو زبان سے

استحسان یا ماشاء اللہ کہے رسول اکرم ﷺ نے حضرت سہل بن حنیفؓ کو یہی تعلیمات دی تھیں۔

## جن کی نظر بد انسان کو لگ سکتی ہے

(۱) حضرت ابوسعید الخذریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ جنات اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ طلب کرتے تھے، پھر جب معوذتین نازل ہوئیں تو آپ ﷺ انہیں پڑھتے تھے اور پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔

(۲) ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی کو دیکھا جس کے چہرے پر سیاہ نشان تھا چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو دم کرو کیونکہ اسے نظر بد لگ گئی ہے۔ امام الفراء نے لکھا ہے کہ یہ سیاہ نشان جن کی نظر بد کی وجہ سے تھا سو ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جس طرح انسان کی نظر بد اثر انداز ہوتی ہے اسی طرح جن کی نظر بد بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ اس لئے مسلمان کو چاہیئے کہ وہ جب بھی اپنے کپڑے اتارے یا شیشہ دیکھے یا کوئی بھی کام کرے تو بسم اللہ شریف پڑھ لیا کرے تا کہ جنوں اور انسانوں کی نظر بد کے تاثر سے بچ سکے۔

## نظر بد کا علاج

اس کے علاج کے متعدد طریقے ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

(۱) جس شخص کی نظر لگی ہو اگر اس کا پتہ چل جائے تو اسے غسل کرنے کا حکم دیا جائے۔ پھر جس پانی سے اس نے غسل کیا ہو اسے نظر بد سے متاثر ہونیوالے شخص پر بہا دیا جائے۔ اس طرح انشاء اللہ شفاء نصیب ہوگی۔

ابوامامہ کہتے ہیں کہ میرے باپ سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غسل کرنے کا ارادہ کیا اور جب اپنی قمیض اتاری تو عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کا رنگ انتہائی سفید تھا اور جلد بہت خوبصورت تھی۔ عامرؓ نے دیکھتے ہی کہا میں نے آج تک اتنی خوبصورت جلد کسی کنواری لڑکی کی بھی نہیں دیکھی، ان کا یہ کہنا تھا کہ سہلؓ کو بخار شروع ہو گیا چنانچہ رسول اکرم ﷺ کو یہ قصہ بتایا گیا اور آپ ﷺ نے یہ فرمایا "عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غسل کریں اور ان کے غسل والا پانی سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوپر بہا دیا جائے لہذا ایسا ہی کیا گیا حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غسل کیا اور وہ پانی سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کے اوپر پیچھے بہا دیا اور سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً شفاء یاب ہو گئے۔

Scanned with CamScanner

## غسل کرنے کا طریقہ

ابن شہاب الزاہری کا کہنا ہے کہ ہمارے زمانے کے علماء نے غسل کی یہ کیفیت بیان کی ہے جس آدمی کی نظر لگی ہو اس کے سامنے ایک برتن رکھ دیا جائے جس میں وہ سب سے پہلے کلی کرے اور پانی اسی برتن میں گرائے پھر اس میں اپنا چہرہ دھوئے، پھر بائیں ہاتھ کے ذریعے اپنی دائیں ہتھیلی پر پانی بہائے، پھر دائیں ہاتھ سے بائیں کونی پر پانی بہائے پھر پہلے دائیں ہاتھ سے بایاں پاؤں دھوئے پھر اسی طرح اپنے گھٹنوں سے پانی بہائے اور اس پورے طریقے میں اس بات کا خیال رہے کہ پانی برتن میں رہے۔ وہ غسل شدہ پانی اپنے ہاتھ پاؤں پر گرادے تو انشاء اللہ شفاء ہوگی۔

## دم کرنے کے طریقے آیات قدسیہ سے

جسکو نظر بد لگی ہو اس پر یہ عزیمت پڑھ کر دم کریں اذا الشمس كورت عين المعيان عورت اذاالسماء انفطرات عين المعيان طيرت ويل للمطففين عين المعيان حقين اذا السماء انشقت عين المعيان وقت والسماء ذات البروج عين المعيان تموج والسماء والطارق كل عين بارق سبح اسم عين المعيان تعتم هل اتاك حديث الغاشيته عين المعيان ماشيته آیت فسيكفيكهم الله لفظ العليم تک

(۲) جس کو نظر لگا ہو امر د یا عورت تمہاری پاس آوے تو ایک انڈا لیکر مریض کے سر پر رکھو اور تم اسماء ذیل پڑھتے جاؤ اس کے سر اور کندھوں پر ہاتھ پھرتے جاؤ اسماء یہ ہیں قل هو الله احد آخر تک، بسم الله الذى لا يضر مع اسمه شيء فى الارض ولا فى السماء وهو السميع العليم سات بار پڑھ کر وہ انڈا مریض کو دیدے تا کہ وہ اس میں پھونک مارے اور تم يا الله يارب يا حفيظ يا مانع سات بار پڑھو پھر اس انڈے کو سیاہ بالوں میں کچھ پانی ڈال کر توڑ دو تو اس میں سے سیاہ آنکھ نکل جائے گی۔

(۳) عزیمت ذیل لکھ کر باندھنا مفید ہوگا لا اله الا الله ايمانا و استسلا ما والله اكبر اكبارا اعظاما والحمدلله افضالاوا نعاما ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم۔

(۴) نظر بد سے بچنے کیلئے اسے لکھ کر پاس رکھنا چاہئے بسم الله على نفسى بسم الله على مالى بسم

اللہ علی کل شیء اعطانی ربی اعیذ نفسی باللہ الذی لا الہ الا ھوا لحی القیوم ذی الجلال والاکرام و البطش الشدید و السلطان الرفیع ذی القدرۃ الظاھرۃ والجود و البقاء

(۵) آیت فارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئاً وھو حسیر ولا حول قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور آیت ومن یعتصم باللہ لفظ مستقیم تک وھو حسبنا و نعم الو کیل تین بار لکھیں۔

(۶) نظر بد لگنے کا علاج: عزمت علیک ایتھا العین التی فی فلان بن فلانہ فلان کی جگہ مریض بمع والدہ کا نام لیں سات دفعہ سورۃ فلق، سات مرتبہ سورۃ الناس پڑھ کر دم کریں۔

(۷) آیت ولو انزلنا ھذا القران لفظ یتفکرون تک فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین و حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر بحمداللہ و حسن عونہ سات دفعہ پڑھ کر دم کریں

(۸) ما شاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تین بار پڑھنے سے نظر بد سے محفوظ رہتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات وعملیات میں سے کوئی بھی عمل کرلیں انشاء اللہ شفاء ہوگی۔

نوٹ:۔ اعراب نہ لگنے کی صورت میں کسی حافظ یا عالم دین سے اچھی طرح آیات یاد کرلیں۔تاکہ غلطی نہ رہے۔

==================================

# عظمت قرآن (ڈاکٹر قاری محمد جمال قادری)

قرآن مجید وہ مقدس کلام الٰہی ہے۔ جس نے نہ صرف تمام انبیائے سابقون اور آسمانی کتابوں کی تصدیق۔ وتوثیق کی بلکہ ایسا دائمی نظام ہدایت پیش کیا جو قیامت تک نوع انسان کی رہنمائی کرتا رہیگا۔

قرآن مجید انسان کی فکری دنیا اور عملی دنیا کو بنانے والا، تاریکیوں سے روشنیوں کی طرف لانے والا فاصلوں کو گھٹانے والا اور سفید وسیاہ کو ملانے والا ہے۔

قرآن مجید نے انسان کو تجربوں کی کلفت سے بے نیاز کر کے نتائج تک پہنچا دیا، یہ اسکا عظیم احسان ہے ہم نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ صرف مذہب کے خانے میں ڈال کے الگ کر دیا ہے افسوس ہم نے کیا کیا! ہم نے اس کو علم کے خانوں میں تقسیم کر دیا یہ نا قابل تقسیم ہے۔

علم ودانش کے سارے خانے اسی کی روشنی میں روشن ہوئے ہیں یہ آفتاب ہے یہ مہتاب ہے یہ نور علیٰ نور ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری اور نزول قرآن سے انسانی زندگی میں ہر طرف انقلاب آیا حضور اکرم ﷺ نے اور قرآن نے ہم کو محبت میں لگایا اب ہم فساد میں لگ گئے تشدد کے حوالے سے اسلام کو پہچانا جانے لگا، قرآن میں بڑی کشش ہے، اسکی تلاوت سن کر مسلمانوں کے دل بھی کھنچتے ہیں یہ آفاقی کلام ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے قرآن کریم کی عظمت وحقانیت اس کی تعلیمات اور افادیت کے بارے میں ممتاز غیر مسلم مفکرین، سیاسی ودینی، رہنماؤں اور دانشوروں کے خیالات سے اقتباسات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ماضی میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے غیر مسلم افراد نے بھی قرآن حکیم کی عظمت وسچائی کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے پر زور دیا۔ وہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اب مشرقین اور غیر مسلم دانشور کیوں قرآن اور حامل قرآن کے بارے میں لغو اور بے بنیاد پروپیگنڈہ کرتے ہوئے ناپاک جسارت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

اس سوال کا سیدھا سا یہ جواب ہے کہ ہم اپنے اسلاف کی راہ سے ہٹ چکے ہیں کیونکہ ان کے اخلاق اور ان کے کردار کی عظمت نے غیر مسلموں کو بھی قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے اور قرآنی تعلیمات اور ہمارے اسلاف کے کردار کی یکسانیت کے باعث وہ اس کتاب الٰہی کو سچا اور باعث ہدایت سمجھنے لگے ہمارے اسلاف قرآن مجید پڑھتے بھی تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے، ہم صرف باتیں بناتے ہیں، بہت کم ہیں جو پڑھتے ہیں، وہ جو عمل کرتے ہیں وہ عنقاء ہوتے جا رہے ہیں۔

وہ کتاب جو دنیا کی ہر سلطنت میں یاد کئے جانے کے لائق ہے وہ خود مسلمان حکومتوں میں بھلا دی گئی، یہ تاریخ خصوصا مسلمانوں کی تاریخ کا بڑا المیہ ہے ہمارے دانشور قرآنی علوم سے محروم ہیں ہمارے حکمران قرآن کریم سے بے خبر ہیں۔

ہم زندگی کے ہر شعبے میں یہود و نصاریٰ اور ہنود کی باتیں کرتے اور ادائیں اپنا رہے ہیں مگر نہ معلوم کیوں اسلام کی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔ اللہ تعالیٰ ہم میں قومی غیرت اور حمیت پیدا کرے یہ غیرت پیدا ہو جائے تو سب کام آسان ہو جائیں۔

ہمارا یہ حال ہو گیا ہے کہ ہم قرآن مجید کی عظمت کو غیر مسلموں کے اقوال کی روشنی میں جاننا چاہتے ہیں کیسا عجیب انداز فکر ہے! قرآن کو خود قرآن و حدیث کی روشنی میں یا مسلمان مفکرین کی تحقیقات کی روشنی میں پڑھا جائے۔

لیکن آج جب وہ اس معیار پر ہمیں پرکھتے ہیں تو انہیں مایوسی ہوتی ہے ہمارے کردار کی کمزوری انہیں یہ حوصلہ دیتی ہے، کہ وہ اسلام اور شارع اسلام اور کتاب الٰہی کا مذاق اڑا سکیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ شیطان رشدی اور ملعون گولڈن سٹائن جیسے فتنوں اور افکار کے پس پردہ محرکات پر مشتمل سازش کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کرنے کیلئے ایک بار پھر اپنے سلف صالحین کے نقوش قدم پر گامزن ہو جائیں۔

دنیا کے تقریباً ہر مذہب و ملت کے دانشوروں نے قرآن کریم کو پڑھا ہے اور اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے یہ خیالات خاص طور پر ان حضرات کی توجہ کے لائق ہیں جو قرآن کریم کو دوسروں کے حوالے سے جاننا چاہتے ہیں یہاں چند خیالات پیش خدمت ہیں:

## غیر مسلم مفکرین کا اعتراف حقیقت

(۱) قرآن کا کوئی جز کوئی فقرہ اور کئی لفظ ایسا نہیں سنا گیا جس کو جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو اور نہ کوئی لفظ

اور فقرہ ایسا پایا جاتا ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ داخل کیا گیا ہے اگر ایسی بات ہوتی تو ان احادیث میں جن میں پیغمبر اسلام کی چھوٹی چھوٹی باتیں محفوظ رکھی گئیں ہیں ان کا پتہ ضرور چلتا لہذا قرآن حکیم تحریف وتغیر سے بالاتر ہے۔(سر ولیم لیور)

(۲) قرآن حکیم کی تعلیم نے بت پرستی مٹائی، دیگر ادیان پر چھا گیا، اللہ کی عبادت قائم کی بچوں کے قتل کی رسم نیست و نابود کی ام الخبائث شراب کو حرام مطلق ٹھہرایا، چوری، جوا، حرام کاری اور قتل وغیرہ کی ایسی سزائیں مقرر کیں کہ کوئی شخص ارتکاب جرم کی جرات ہی نہ کر سکے۔(ریورینڈ پادری)

(۳) ڈاکٹر سیل:۔ وہ قرآن انتہائی لطیف اور پاکیزہ زبان میں ہے اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اسکی مثل نہیں بنا سکتا یہ لازوال معجزہ، مردہ زندہ کرنے سے کہیں زیادہ ہے۔

(۴) ایم کے گاندھی:۔ میں نے تعلیمات قرآنی کا مطالعہ کیا ہے مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرہ بھی تامل نہیں ہے مجھے اسکی سب سے بڑی خوبی یہ نظر آئی ہے یہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔

(۵) سر ولیم لیور:۔ شاید دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کا متن قرآن پاک کی طرح تیرہ صدیوں تک اپنی اصلی حالت میں رہا ہو۔

(۶) چارلس فرانس پورٹر:۔ دنیا کی کوئی کتاب اتنی نہیں پڑھی جاتی جتنا قرآن پڑھا جاتا ہے۔

(۷) پادری، وال ریمس ڈلی:۔ قرآن کا مذہب امن وسلامتی کا مذہب ہے۔

(۸) ڈاکٹر برتھرینڈ:۔ وہ لوگ جنہوں نے قرآن کی ہدایت اور احکام کو اپنایا ہے وہ ایسی تہذیب کے بانی ہوئے جو آج تک حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے۔

(۹) ڈاکٹر گسناولی:۔ قرآن دلوں میں ایسا زندہ اور پرجوش ایمان پیدا کرتا ہے پھر کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی۔

(۱۰) مسٹر بھویندر ناتھ باسو:۔ تیرہ سو برس کے بعد بھی قرآن کی تعلیمات کا اثر یہ ہے کہ ایک خاکروب بھی مسلمان ہونے کے بعد بڑے بڑے خاندانی مسلمانوں کی برابری کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

(۱۱) مسز سروجنی نائیڈو:۔ قرآن شریف غیر مسلموں سے بے تعصبی اور رواداری سکھاتا ہے اس کے اصول کی پیروی سے دنیا خوشحال ہو سکتی ہے اور دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا۔

(۱۲) سرایڈورڈ ڈینی راس :۔ قرآن شریف اس بات کا مستحق ہے کہ یورپ کے گوشے گوشے میں اسے پھیلایا جائے۔

آپ نے قرآن کریم سے متعلق غیر مسلموں کے افکار وخیالات پڑھے، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کی نظر میں بھی قرآن حکیم صحیح اور سچا ہے، بے مثل و بے نظیر ہے، کسی انسان کی طاقت نہیں کہ ایسی ایک آیت بھی لکھ سکے، اس کے مضامین فطرت کے عین مطابق ہیں، یہ بہت آسان ہے، اس کی تلاوت سے انسان عجیب کیف ومستی کے عالم میں کھو جاتا ہے، یہ حیرت افزا بھی ہے عقل افزاء بھی، ایمان افزا بھی ہے اور صحت افزا بھی، اس میں انسانی مساوات، انسانی اخوت اور غریب پروری کا سبق دیا گیا ہے اس سے انسانیت کی اصلاح ہوئی، مذہب کے حوالے سے دنیا میں امن وامان کا دور دورہ ہوا، ایک نیا دستور سامنے آیا اور ایک عظیم تہذیب وتمدن نے جنم لیا اور ایک عظیم حکومت قائم ہوئی۔ قرآن کریم کی مدد سے ہم آج بھی ایک عالمی حکومت قائم کر سکتے ہیں قرآن سب کا ہے اور سب اسکے ہیں۔ قرآن اللہ کا کلام ہے اور سب اللہ کے بندے ہیں بندگی کا تقاضا ہے کہ ہم اس کے ہر حکم کو مانیں اور اس سیدھے راستے پر چلیں جو قرآن حکیم نے ہم کو دکھایا اور اسی راستے پر چل کر ہم اپنی منزل پا سکتے ہیں۔

==========================

# غزوہ احد (شوال ۳ ہجری) احسان حسن ساحر

غزوہ بدر میں ندامت امیز مبینہ شکست کے بعد قریشان مکہ کا جوش انتقام ٹھنڈا اور سرد ہونے کی بجائے مزید بھڑک اٹھا اور وہ ایک جنگ کا پروگرام مرتب کرنے لگے جب ان کو اپنے بڑے بڑے سردار اپنے درمیان نظر نہ آتے تو ان کا سینہ پھٹنے لگتا۔ ایک گھمبیر غم انہیں چاٹ رہا تھا قریش عرب کی عورتیں عرب کے رسم ورواج کے مطابق اپنے عزیزوں کو نام لے لے کر نوحہ کناں ہوتیں اور آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے بین کرتیں، شعرا مکہ نے مرنے والوں کی تعریف وتوصیف میں دردانگیز اور جوشیلے اشعار تحریر کئے جو جلد ہی زبان زد عام ہو گئے۔ فتح بدر نے نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ملک بھی سلطانوں کی دھاک بٹھا دی اور وقوع پذیر ہونے والا یہ معرکہ حق و باطل کفار مکہ کے لئے رب کریم کی جانب سے بہت بڑا نشان عبرت بن گیا، تاہم اب بھی ان کی آنکھیں نہ کھلیں وہ پھر سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے تازہ حکمت عملی طے کرنے میں مصروف ہو گئے۔ چنانچہ 3 ھ میں قریش کے چند دانشور اور سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے افراد ایک وفد کی صورت میں رئیس مکہ ابوسفیان کے پاس آئے اور اپنا موقف اور طے شدہ پروگرام اس کے سامنے پیش کیا، وہ تو پہلے ہی آتش انتقام میں بھسم ہو رہا تھا وفد کی آمد کو غنیمت جانتے ہوئے معمولی مذاکرات اور رسمی گفت وشنید کے بعد ان کے موقف سے اتفاق کر لیا اور بہت جلد مسلمانوں کے خلاف ایک بھرپور تحریک کا آغاز کر دیا گیا اس تحریک جنگ کی نشر واشاعت اور معاندانہ پروپیگنڈہ کے لئے اس نے عمر بن العاص کی خدمات مستعار لیں۔ چند آدمیوں کو عرب کے دوز بردست قبائل بنو ثقیف اور بنو کنانہ کے پاس روانہ کیا انہوں نے وہاں پہنچ کر قبیلے کے لوگوں کو اپنا مطمع نظر بیان کیا اور انہیں اپنے اعتماد میں لے لیا چنانچہ ان قبائل نے بھی مسلمانوں کے خلاف محاذ آرائی کی حامی بھر لی، بعدازاں کئی دیگر قبائل بھی مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے، کفار مکہ نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ شام سے آنے والے قافلہ تجارت کا کل منافع مسلمانان مدینہ کے خلاف جنگی تیاریوں پر خرچ کر دیا جائے گا۔ چونکہ غزوہ بدر میں عتبہ بن ربیعہ، عمر بن ہشام (ابوجہل) ہلاک ہو چکے تھے۔ لہذا اس جنگ کی سپہ سالاری ابوسفیان پر ڈالی گئی اس وقت اس کی حیثیت رئیس مکہ کی تھی اس لئے اس نے یہ قسم کھالی کہ

جب تک وہ مسلمانوں سے بدلہ نہ لے لے گا لذائذ دنیوی کے نزدیک نہیں جائے گا۔ چنانچہ بدر کے تین ماہ بعد اس نے اپنی قسم اس طرح پوری کی کہ ۲۰۰ شتر سوار ہمراہ لے کر مدینہ کے آس پاس رہنے والے سرداران یہود سے مذاکرات کے لئے وہاں پہنچا انہوں نے جب رئیس مکہ کو اپنے درمیان دیکھا تو گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا، اور باقاعدہ مذاکرات کے دوران ان لوگوں نے ابوسفیان کو جلد حملہ پر اکساتے ہوئے مدینہ پر حملہ کرنے کے خفیہ راستے طریقے اور انداز بتائے یہ تمام باتیں ذہن نشین کرنے کے بعد جب وہ واپس مکہ جانے لگا تو اچانک اس نے ایک مسلمان کو شہید کر دیا اور مدینہ سے 3 میل باہر مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی بستی پر حملہ بھی کر دیا اس طرح وہ مکانوں اور گھاس پھونس کے ڈھیروں کو نذر آتش کر تا ہوا اپنے حواریوں کے ساتھ مکہ کی طرف فرار ہو گیا اور محض شر انگیزی پر مبنی ایک مذموم اور بزدلانہ حرکت تھی، بہر کیف اگلے برس مرتب شدہ پروگرام کے مطابق انہوں نے معہ 3000 مشرکین مدینہ کی طرف پیش قدمی کی۔

☆ ادھر جب اسلامی دارالحکومت مدینہ المنورہ میں سپہ سالار اعظم ﷺ کو کفار مکہ کی اس سازش اور جنگ کی تیاری کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے بھی اپنے رفقاء سے مشورہ کیا، بعد ازاں مجلس شوریٰ میں اپنی یہ رائے پیش فرمائی کہ ہم قریش کی طرف سے حملہ کی صورت میں شہر کے اندر ہی قلعہ بند ہو کر ان کا مقابلہ اور اپنا دفاع کریں گے۔ بعض صحابہ کرامؓ کا خیال تھا کہ کشادہ وسیع اور کھلے میدان میں جنگ کی جائے آخری فیصلہ جو طے پایا اس کے مطابق حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مکتومؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور 1000 مسلمانوں کی جماعت کو ہمراہ لے کر مقام احد کی طرف روانہ ہو گئے اس جماعت میں 100 زرہ پوش اور 200 سوار تھے۔

## ☆ جبل احد کا محل وقوع

جبل احد مدینہ منورہ کے ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے جو شہر کے تقریباً شمال میں تین میل کے فاصلے پر واقع ہے یہ پہاڑ شرقاً غرباً اپنی تمام تر وسعتوں کے ساتھ پھیلا ہوا ہے۔ ایک وسیع و عریض میدان نیم دائرہ کی شکل میں اس کے دامن میں نظر آتا ہے۔ اس کے جنوب کی طرف دیکھیں تو نظر کو ایک وادی دکھائی دے گی تاریخ عرب میں اس وادی کا نام "وادی قناۃ" تحریر کیا جاتا ہے۔ اس کے نیچے یا یوں سمجھ لیں کہ جنوب کی جانب ایک پہاڑ نظر آتا ہے جسے "جبل عینین" کہا جاتا ہے تاہم دور جدید کے تاریخ دانوں نے اس کو "جبل الرماۃ" لکھا ہے اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ابھی غزوہ احد کا آغاز نہیں ہوا تھا کہ نبی اکرم ﷺ میں سے ماہر تیر اندازوں کی ایک جماعت (جو 50 نفوس پر مشتمل تھی) کو اس مقام پر متعین

فرمادیا اور یہ ہدایت کی کہ جنگ کا انجام شکست میں ہو یا فتح میں آپ لوگوں کو بہر کیف یہ محاذ نہیں چھوڑنا اس نسبت سے اس درے کا نام جبل الرماۃ پڑ گیا۔

☆ یہ 3 ھ کا واقعہ ہے کفار نے بڑا بھاری لشکر ترتیب دیا جس میں 700 زرہ پوش 200 گھوڑ سواروں کے علاوہ سارا سامان عیش و طرب مثلاً ڈھول باجے نانسریاں یہاں تک کہ اعلیٰ شراب کے مٹکے بھی ان کے پاس تھے اس دفعہ یہ لوگ اپنی شریف بیویوں کو بھی اپنے ہمراہ لے آئے تھے تاکہ وہ مرادن جنگ کو شجاعت و جوانمردی پر ابھاریں، پھر جب یہ طاغوتی لشکر مدینہ کے نزدیک پہنچا تو سالار لشکر نے شہر سے تین میل ہٹ کر جبل احد کے قریب اپنے خیمے نصب کر لئے اور دو دن یہاں جمع رہے، ادھر مجاہدین اسلام کی تعداد 1000 سے کم ہو کر 700 رہ گئی کیونکہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور ان کے عزائم اور جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے خیال سے 200 آدمی اس آڑ میں لشکر سے واپس لے لئے کہ محمد الرسول اللہ ﷺ نے میری رائے کو تسلیم نہیں کیا لہذا لشکر میں شامل میں اپنے آدمی واپس لیتا ہوں، ادھر بعض کم سن نوجوان مسلمانوں نے عجیب و غریب انداز میں اپنے جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس لڑائی میں شامل ہونے کی بھرپور خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت رافع بن خدیج کو جب کہا کہ آپ ابھی چھوٹے ہیں تو وہ پاؤں کی انگلیوں پر تن کر کھڑے ہو گئے، بلاشبہ آتش حیات ملت ایسے ہی نوجوان مجاہدوں کے جوش عمل کے ایندھن سے روشن ہوتی ہے۔

☆ اسلامی فوج کا پڑاؤ ایک ایسی جگہ تھا جہاں رسول اللہ ﷺ نے باقاعدہ مجاہدین کا معائنہ فرمایا روانگی سے قبل جماعت صحابہ کو نماز جمعہ پڑھائی اور اپنے خطاب میں کفار سے مقابلہ میں جم کر رہنے اور مصائب و حادثات کا خندہ پیشانی، ثابت قدمی اور بہادری سے مقابلہ کرنے کی تلقین و ہدایت بھی فرمائی، اسلامی فوج کا جو انتخاب کیا گیا اس میں بچوں کو شامل نہ کیا گیا البتہ خواتین کو لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دے دی گئی تاکہ وہ مجروحین کی مرہم پٹی اور دیگر جنگی خدمات انجام دے سکیں، خود ام المومنین حضرت عائشہ بھی انہی مستورات میں شامل تھیں۔ شب خون سے بچاؤ کے خاطر 50 رضا کار بڑے چاق و چوبند اور ہوشیار و تیار ہو کر رات کو باقاعدہ گشت کرتے کیونکہ مسلمانوں کی فوج نے جس جگہ ڈیرا ڈال رکھا تھا عین اس کے عقب میں جبل احد کھڑا تھا جس کی وجہ سے یہ اندیشہ اور خدشہ تھا کہ مبادا رات کی سیاہ تاریکیوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کمینہ دشمن شب خون نہ مار دے۔ حضور ﷺ نے اپنی فطری ذہانت، جنگی حکمت عملی اور دفاعی مصلحت

کے پیش نظر حضرت حمزہؓ کو زرہ پوش سپاہیوں کا کمانڈر اور حضرت زبیرؓ کو رسالے کی کمان سنبھالنے کا حکم دیا جبکہ معصب بن عمیرؓ کو علم سپرد کیا گیا، ادھر مشرکین مکہ کی سرداری امیہ کے پوتے ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی جبکہ رسالہ چیف کمانڈر خالد بن ولید تھے۔

☆ یہ ہفتہ کا دن تھا، مدینہ کی فضاؤں میں مشرقی گھاٹیوں کی اوٹ سے صبح نو کا سورج پوری آب وتاب سے طلوع ہوا عرب کے سُرمئی رنگت والے سنگلاخ پہاڑوں کی نوکیلی چٹانیں کسی پیش آنے والے انقلاب کی پشین گوئی کر رہی تھیں۔ مسلمانان مدینہ اور مشرکین مکہ کے خیموں پر اس چمکتے دمکتے سورج کی سنہری شعاعیں یکساں اپنی تمازت ڈال رہی تھیں، ایک طرف ایمان وایقان کی حرارت فضاؤں میں گھل مل رہی تھی۔ جبکہ دوسری طرف نفرت وحقارت اور کفروشرک کا جوش انتقام موجزن تھا۔ اسلامی فوج نے حالات کا جائزہ لیا اور اللہ کا نام لے کر پیش قدمی کردی یہاں تک کہ جبل احد کے وسیع و عریض میدان تک پہنچ گئے یہ جگہ جنگی نقطہ نگاہ سے نہایت مناسب اور محفوظ تھی۔

☆ جنگ شروع ہونے سے قبل قریشان مکہ کی بیویاں دف پر فخر وناز سے اشعار پڑھتیں اور مقتولین بدر کا مرثیہ کہتی ہوئی آگے بڑھنے لگیں، مشہور قریشی سردار عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ ان مغنیہ عورتوں کی قیادت کر رہی تھیں جب یہ عورتیں موسیقی کی مدھر تال پر رزمیہ گیت اور نغمے گاتیں تو قریش مکہ کی رگوں میں دوڑنے والے خون میں جوش وحرارت کا سمندر موجزن ہونے لگتا، بعدازاں جب باقاعدہ جنگ کا آغاز ہوا تو لشکر قریش کا علم بردار طلحہ بڑے فخر وغرور اور نخرے سے اکڑتا ہوا میدان جنگ میں آیا اور ادھر سے حضرت علیؓ اس کے مقابلہ کے لئے بڑھے مقابلہ کیا تھا؟ حضرت علیؓ کے صرف ایک وار نے اس کا کام تمام کردیا۔ اس اچانک غمناک صورت حال کو دیکھ کر اس کے بیٹے نے بڑھ کر علم سنبھالنے کی جرات کی مگر حضرت حمزہؓ نے ایک دم صف سے نکل کر ایک ایسی کاری ضرب لگائی کہ تلوار اس کے کندھے کو کاٹتی ہوئی کمر تک چلی گئی۔ اب اس کے بعد جنگ شروع ہوگئی اور دونوں لشکر اجتماعی طور پر آمنے سامنے آگئے۔ حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابودجانہ انصاریؓ فوجوں کے دل میں گھس گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے میدان احد مشرکین کی ناپاک لاشوں سے بھر گیا۔ یہ جانثاران رسول ﷺ جدھر کا رخ کرتے صفوں کی صفیں پامال کرتے جاتے ان کی تلواریں دشمن کی فوج کے سیاہ بادلوں میں صاعقہ بن کر کوندرہی تھیں۔ عین لڑائی کے دوران آنحضور ﷺ نے تلوار بلند کرتے ہوئے فرمایا! اس کا حق کون

ادا کرتا ہے ؟ حضرت ابو دجانہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! میں ادا کروں گا، پھر انہوں نے شمشیر بکف ہو کر دشمن کی صفوں میں ایسی کھلبلی پیدا کر دی کہ ہر کوئی حواس باختہ دکھائی دینے لگا، قریش مجاہدین کے ان تابڑ توڑ حملوں سے کھلبلا اٹھے۔ حضرت حمزہؓ دونوں ہاتھوں میں تلوار لئے ہر سامنے آنے والے کو کاٹتے جاتے حتیٰ کہ بہت سے کفار نے منہ موڑ کر بھاگنا شروع کر دیا، جنگ کی مجموعی صورت حال مکمل طور پر مسلمانوں کے حق میں تھی، اگر وہ انہی بنیادوں پر دشمن سے نبرد آزما رہتے تو بہت جلد فتح ان کے قدموں کو چوم رہی تھی لیکن ہوا یوں کہ عین اس وقت جب جبل الرماۃ سے ان تیر اندازوں کی جماعت نے (جس کو خود سالار اعظم ﷺ نے متعین فرمایا تھا) اپنا محاذ چھوڑ دیا صرف اس خیال اور بدگمانی میں کہ مشرکین میدان چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں حالانکہ ان کے سربراہ عبداللہ بن جبیرؓ نے ان کو بہت منع کیا اور روکنے کی کوشش کی مگر فتح کی خوشی میں یہ سب آداب عسکری بھول بیٹھے اور کسی بھی آواز کی طرف دھیان نہ دے سکے۔ قریش کی فوج کا ایک دستہ عین اس گھاٹی کی پشت پر موجود تھا جس کی کمان خالد بن ولید کے پاس تھی جب انہوں نے اس محاذ کو تیر اندازوں سے خالی پایا بھرپور حملہ کر دیا۔ اب قریش نے جب ایک دم جنگ کا نقشہ پلٹتے دیکھا تو فوراً واپس آنے لگے مسلمان یک دم گھبرا گئے خالد بن ولید کا رسالہ مسلمان مجاہدین پر مسلسل تیروں اور نیزوں کی بارش برسائے جا رہا تھا جس سے بہت سے مجاہدین زخمی ہوئے۔ بوکھلاہٹ پریشانی اور بدحواسی کے اس عالم میں مسلمانوں کو بہت سا نقصان برداشت کرنا پڑا حتیٰ کہ ایک مرحلہ ایسا بھی آیا کہ خود رسالت مآب ﷺ کفار کے زبردست حصار اور نرغے میں آ گئے اور آناً فاناً یہ خبر میدان جنگ میں پھیل گئی کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کو کفار نے شہید کر دیا ہے، جبکہ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ جو اسلامی لشکر کے علم بردار تھے وہ شہادت پا گئے چونکہ شکل و شباہت میں وہ حضور ﷺ سے خاصی مشابہت رکھتے تھے اس لئے یہ خبر پھیل گئی جب یہ جاں سوز خبر صحابہ کرامؓ کے کانوں میں پڑی تو انہوں نے ان کلمات کے ساتھ جنگ بند کر دی کہ اب لڑ کر کیا کریں گے؟

غرض کہ ایک مایوسی، اضطراری اور تشویش و فکر مندی کا بادل تھا جو مجاہدین اسلام کے دل و دماغ پر چھا گیا، اسی مایوسی اور اضطراری کے عالم میں حضرت عمر فاروقؓ جیسے جری صحابی بلند آواز میں گویا پکار رہے تھے۔ (تیرے بغیر عبث ہے رنگینی جہاں اب جی کے کیا کریں گے گلستاں میں دوستو!) حضرت عمرؓ کی درد انگیز آواز سن کر سب مجاہدین وجد میں آ گئے اور سوچنے لگے کہ یا الٰہی! اچانک یہ کیسا مایوس کن مرحلہ آ گیا ہے دریں اثنا ایک صحابی نے اچانک اپنے آقائے مدنی علیہ

السلام کو دیکھ لیا اور بے ساختہ پکار اٹھے "رسول اللہ ﷺ سلامت ہیں" پھر آنا فانا دیکھتے ہی دیکھتے شمع رسالت کے پروانے اطراف واکناف سے بارگاہ نبوی میں جمع ہونا شروع ہوگئے اور سب نے مل کر حضور ﷺ کو گھیرے اور جلوس میں محفوظ کرلیا حضرت علیؓ اور حضرت ابو دجانہؓ ایک آہنی فیصل کی طرح کھڑے ہو کر حضور ﷺ کی حفاظت کرنے لگے باوجو اس چیز کے کہ کفار مکہ ناپاک تیروں کی مسلسل بارش صحابہ کرام کے جسموں پر ہو رہی تھی ان کا اپنے نبی ﷺ کے گرد قائم کردہ حصار اتنا مضبوط تھا کہ کوئی تیر آپ ﷺ کے جسم اطہر تک نہ پہنچ سکا تاہم کسی کافر کے ایک پتھر پھینکنے سے دو دندان مبارک شہید ہو گئے حضرت طلحہؓ نے اپنے آقا ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے جسم پر 70 زخم کھائے بلکہ ایک کافر کے مہلک وار کی وجہ سے آپؓ ہمیشہ کے لئے ایک ہاتھ سے محروم ہو گئے۔ چند فدائیوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کافروں کے حق میں دعا فرمایئے، جواب میں رحمت العالمین ﷺ نے فرمایا یا اللہ! تو اس قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کن افعال کے مرتکب ہو رہے ہیں؟ اب تک حضور ﷺ اپنے چند جانثاروں کے گھیرے میں ایک پہاڑ پر تشریف لے گئے جب مشرکین نے ان لوگوں کو پہاڑ پر چڑھتے دیکھا تو ابوسفیان کی ہمراہی میں ان کا تعاقب کیا مسلمان چونکہ انتہائی بلندی پر پہنچ چکے تھے لہذا اپنی طرف آنے والے کافروں پر انہوں نے پہاڑی پتھروں کی بارش کر دی جس سے وہ نیچے بھاگنے لگے۔

## شہادت حمزہؓ غزوہ احد کا سب سے غمناک سانحہ

۔ سردار قریش ابوسفیان کی بیوہ ہندہ اس جنگ میں سرگرم عمل رہی اس کا باپ عتبہ بن ربیعہ غزوہ بدر میں سیدنا حمزہؓ کے ہاتھوں مارا جا چکا تھا جس کا اسے بڑا قلق اور دکھ تھا وہ مسلسل اس تاک میں رہی کہ کسی طرح حضرت حمزہؓ کو شہید کرا دیا جائے۔ اس مذموم مقصد کے لئے اس نے وحشی نامی ایک حبشی النسل غلام کی خدمات مستعار لے رکھیں تھیں اور اسے اس کام کے لئے مقرر کر دیا تھا، وحشی تمام جنگ کے دوران حضرت حمزہؓ کا پیچھا کرتا رہا۔ آخر ایک موقعہ پر جب حمزہؓ ایک نامور پہلوان کو ہلاک کر کے آگے بڑھے تو اس موذی نے نشانہ باندھ کر دور سے ہی نیزہ پھینکا، نشانہ ٹھیک لگا اور آپؓ مقام شہادت پر فائز ہو گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون ہندہ کو جب یہ خبر ملی تو فوراً وہاں پہنچی اور آتے ہی پیکر انتقام بن گئی۔ کفار نے آپ کے جسد مبارک کے 70 ٹکڑے کر دیئے ہندہ نے آپ کی ناک اور کان کاٹ کر اپنے گلے کا ہار بنایا، شکم مبارک کو چاک کر کے جگر نکال کر چبا ڈالا پھر بلند جگہ پر چڑھ کر کچھ شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ آج ہم نے بدر کی ذلت ورسوائی کا بدلہ لے لیا۔

ماہ شوال 3ھ ہجری میں وقوع پذیر ہونے والا یہ غزوہ احد بظاہر مسلمانوں کے حق میں اختتام پذیر نہ ہوا بلکہ اس

Scanned with CamScanner

میں قریش کا پلہ بھاری رہا تاہم اس کے مرتب ہونے والے اثرات نے ان کے دلوں پر مسلمانوں کا ایسا رعب و دبدبہ نقش کر دیا کہ وہ اپنی اس معمولی سی کامیابی کو غنیمت جان کر مکہ لوٹ گئے جنگ کا بظاہر کوئی فیصلہ اور حتمی انجام سامنے نہ آیا لیکن فریقین کے لئے درس عبرت چھوڑ گیا۔ایک طرف تو مسلمانوں کو یہ انتباہ کر دیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و پیروی میں ہی فلاح دین و دنیا مضمر ہے اور آقا ﷺ کے احکام وارشادات پر عمل کرنے سے ہی نصرت و کامرانی حاصل ہوتی ہے جبکہ حکم عدولی اور اتباع رسول ﷺ سے چشم پوشی اور انحراف دین و دنیا میں ذلت و شکست کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے جس کا عملی تجربہ اس جنگ میں مسلمانوں کو ہو چکا تھا حضور ﷺ کا یہ ارادہ تھا کہ مدینہ میں رہ کر مشرکین کا مقابلہ کیا جائے لیکن چند انصار نوجوان جو غزوہ بدر میں شامل نہ ہوئے تھے شہر کی حدود سے باہر لڑائی کے حامی تھے جب حضور ﷺ نے ان کی باتیں سنیں تو فوراً گھر تشریف لے گئے اور زرہ زیب تن کر کے واپس لوٹے، یہ دیکھ کر وہ گھبرا گئے مبادا رسول اللہ ﷺ ناراض تو نہیں ہو گئے، اس پر دست بستہ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے اپنی رائے بدل لی ہے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا! اللہ کے نبی ہتھیار پہن کر اتارا نہیں کرتے دوسرے پہاڑ کی گھاٹی پر متعین کردہ سپاہیوں نے قریش کو پسپا ہوتے دیکھ کر حکم رسول ﷺ سے وقتی طور پر غفلت کا مظاہرہ کیا جس سے مخالفین نے حملہ استفادہ کیا ور چند اسباب مسلمانوں کے لئے پریشانی کا باعث بنے۔

☆ آج بھی امت مسلمہ جس کسمپرسی، بے چارگی اور مختلف محاذوں پر شکست و ہزیمت کی رسوائی سے دوچار ہو رہی ہے اس کی وجہ تساہل، غفلت اور اجتنابی کیفیت ہے جو چند مجاہدین احد پر طاری ہوئی تھی، عہد حاضر میں عالم اسلام کے مسلمان اب بھی اگر اطاعت الٰہی اور اتباع رسول ﷺ کے چراغوں کو ہاتھ میں لے کر میدان عمل میں نکل آئیں تو جہالتوں اور مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والی بغاوتوں کے اندھیرے فتح و کامرانی کے اجالوں میں بدل سکتے ہیں، امت محمدی جس حالت میں کراہ رہی ہے اور غیر مسلم طاغوتی قوتوں کا نشانہ بن رہی ہے اس کا واحد حل یہی ہے کہ اپنی بکھری ہوئی قوتوں اور فطری صلاحیتوں کا احیائے اسلام کی خاطر ایک ہی نقطہ پر مجتمع کر کے انقلاب مصطفوی برپا کر دیں۔تاریخ اسلام کے ریکارڈ پر یہ تلخ حقیقت درج ہے کہ طاغوتی قوتوں نے روز اوّل سے ہی عالم اسلام کے خلاف اپنی یلغاروں کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا مگر ہم جغرافیائی علاقائی اور دیگر فکری اختلافات میں الجھ کر اتحاد بین المسلمین کے فرض کو بھول گئے، اس فریضہ کی ادائیگی آج بھی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اور یہی وہ موثر محاذ ہے جس کے ذریعہ ہم اغیار کو شکست فاش دے کر دھر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر سکتے ہیں۔

# مسواک کی فضیلت وفوائد (عبداللہ بن معتق سہیلی)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن اور اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی سنت میں ایسے صحیح قواعد کی وضاحت فرمائی ہے جن پر چلنا ایک مسلمان پر واجب ہے اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں فرمایا ہے **وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا و اتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب** ۔(الحشر:7)"اور جو (تعلیم وحکم) رسول اللہ ﷺ تمہیں دیں اس کو اپنا لو اور جس (کام) سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو کیونکہ وہ بڑی سخت سزا دینے والا ہے۔"رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا ہے: **فمن رغب عن سنتی فلیس منی** "جو شخص میری سنت سے بے رغبتی اختیار کرے گا وہ مجھ سے نہیں" (بخاری)

مسواک کرنا بھی آپ کی سنت مبارکہ میں سے ایک ہے جن کے کرنے کا آپ ﷺ نے حکم اور ترغیب دی ہے آپ ﷺ نے وضاحت سے فرمایا ہے کہ یہ فعل فطرت کی خصلتوں میں سے ایک ہے، منہ کی صفائی وطہارت کا باعث ہے، رب کی رضا جوئی کا سبب ہے اور یہ ظاہری طہارت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے، مسلمان کو جس طہارت یعنی قلب کی تطہیر اور عبادت الٰہی میں اخلاص کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح ظاہری طہارت یعنی میل کچیل اور پراگندی سے پاک و صاف ہونے کا حکم بھی دیا گیا ہے مسواک بھی صفائی کے انہی اعمال میں سے ایک ہے۔ ذیل میں ہم صرف اسی موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے مسواک کے فضیلت اور اس کے فوائد بیان کریں گے۔

## مسواک کی فضیلت و مشروعیت

**1- ان رسول اللہ قال لو لا عاشق علی امتی او علی الناس لا مرتھم بالسواک مع کل صلاۃ** "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں اپنی امت یا لوگوں پر گراں نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا" (مسلم کتاب الجمعۃ ۔ باب السواک یوم الجمعۃ، عن ابی ہریرہؓ)

**2- ان النبی کان اذا دخل بیتہ بدا بالسواک** "نبیؐ جب گھر میں داخل ہوتے تو مسواک

کرنا شروع کر دیتے" (مسلم کتاب الطہارۃ باب السواک، عن عائشہؓ)

3- کان النبی اذا قام من اللیل یسوص فاہ بالسواک "نبیؐ جب رات کو (نیند) سے بیدار ہوتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے" (بخاری: کتاب الوضوع، باب السواک، عن حذیفہؓ)

4- "ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس رات گزاری تو دیکھا کہ کی آخری پہر رسول ﷺ بیدار ہوئے، باہر گئے اور آسمان کی جانب دیکھا۔ پھر آل عمران کی آیت ان فی خلق السموت والارض ــ فقنا عذاب النار پڑھی، پھر واپس گھر آ گئے، مسواک کی اور وضو کیا، پھر لیٹ گئے پھر بیدار ہوئے۔ باہر گئے اور آسمان کی جانب دیکھا اور یہی آیت تلاوت کی۔ پھر واپس آ گئے مسواک کی اور وضو کیا، پھر اٹھے اور نماز پڑھی" (مسلم کتاب الطہارہ باب السواک)

5- قال رسول اللہ: اکثرت علیکم فی السواک "میں تم سے زیادہ مسواک کرتا ہوں" (بخاری: کتاب الجمعہ، باب السواک یوم الجمعہ عن انسؓ)

6. حضرت عائشہؓ کہا کرتی تھیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں میری باری کے روز میرے سینہ حق کے درمیان فوت ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اور میرے لعاب کو آپ ﷺ کی موت کے وقت باہم ملا دیا (ہوا یہ کہ میرے بھائی) عبدالرحمٰن آئے تو ان کے ہاتھ میں مسواک تھی، میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کو ٹیک دیئے بیٹھی تھی، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کی طرف دیکھ رہے ہیں، مین جان گئی کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں، میں نے پوچھا: کیا آپ ﷺ کے لئے لاؤں؟ تو آپ ﷺ نے سر ہلا کر اشارے سے ہاں کہا۔ میں نے مسواک لے کر آپ ﷺ کو دی مگر سخت ہونے کے باعث آپ ﷺ سے چبائی نہ گئی۔ میں نے کہا: میں اسے نرم کر دیتی ہوں آپ ﷺ نے سر کے اشارے سے ہاں کہا تو میں نے اسے نرم کر دیا اور پھر آپ ﷺ نے اس کو استعمال کیا" (بخاری: کتاب المغازی ،باب المرض النبی ووفاتہ)

7. عن النبی: السواک مطھرۃ للفم، ورضا للرب "نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ مسواک منہ کی صفائی اور رب کی خوشنودی کا باعث ہے" (بخاری کتاب الصیام، باب السواک الرطب والیابس عن عائشہؓ)

Scanned with CamScanner

## خصال فطرت میں سے ایک خصلت

1 قال رسول اللہ عشر من الفطرۃ : قص الشارب واعفاء اللحیة والسواک واستنشاق الماء وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانته وانتقاص الماء "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس چیزوں کا شمار فطرت میں ہوتا ہے: مونچھیں کاٹنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈال کر جھاڑنا، ناخن تراشنا، انگلیوں کی گانٹھوں کو دھونا، بغل کے بال اکھاڑنا، زیر ناف بال مونڈنا اور استنجا کرنا، زکریا کہتے ہیں کہ مصعب نے کہا: میں دسویں خصلت بھول گیا ہوں، شاید وہ کلی کرنا ہو (مسلم کتاب الطہارہ باب خصال الفطرہ، عن عائشہؓ)

2 ان رسول اللہ قال: من الفطرۃ: المضمضته، والاستنشاق والسواک وقص الشارب وتقلیم الاظفار ونتف الابط والاستحداد وغسل البراجم والانتضاح والاختتان "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ چیزیں فطرت میں سے ہیں: کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مسواک کرنا، مونچھیں کٹوانا، ناخن تراشنا، بغل کے بال اکھاڑنا، زیر ناف بال مونڈنا، انگلیوں کی گانٹھیں دھونا، استنجا کرنا اور ختنہ کرانا۔ (ابوداؤد: کتاب الطہارہ باب السواک من الفطرہ، عن عمار بن یاسرؓ)

3 ابن عباسؓ قول ربانی **واذ ابتلی ابراھیم ربه فاتمھن** کی تفسیر میں کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو طہارت کے ذریعے آزمایا تھا، جن میں پانچ چیزوں کا تعلق گردن سے اوپر والے حصے سے تھا اور پانچ کا بقیہ جسم سے تھا۔ مونچھیں کاٹنا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مسواک کرنا، مانگ نکالنا، گردن سے اوپر والے حصے سے متعلق ہیں اور ناخن تراشنا، زیر ناف بال مونڈنا، ختنہ کرنا، بغل کے بال اکھاڑنا، پانی کے ساتھ شرم گاہوں کا استنجا کرنا باقی جسم سے متعلق ہیں

حافظ ابن حجر عسقلانی فطرت پر گفتگو کرتے ہوئے ان احادیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو آدمی یہ کام کرتا ہے اس کو اس فطرت سے متصف کر دیا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے تخلیق کیا ہے۔ ان کو اس پر عمل کی ترغیب دی ہے اور ان کے لئے اس کو پسند فرمایا ہے تاکہ وہ فطرت کی بہترین صفات سے متصف ہو سکیں۔ ابن قیم کہتے ہیں، فطرت دو طرح کی ہے۔ ایک کا تعلق دل کے ساتھ ہے یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت اور

ہر چیز پر اس کو مقدم جاننا ہے دوسری فطرت ان خصلتوں پر عمل کرنا ہے۔ فطرت کی پہلی قسم روح کا تزکیہ کرتی ہے اور دل کی صفائی کا باعث بنتی ہے اور دوسری بدن کو پاک کرتی ہے، ان میں ہر ایک دوسری کے لئے تقویت کا باعث ہوتی ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدیؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شرائع فطرت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ قلب وروح کی صفائی کرتا ہے اور یہ ایمان باللہ ہے، اللہ کا خوف اور اس سے امید، اس کی محبت اور اس کی طرف انابت کے جذبات اسی ایمان باللہ کی تابع ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

پس (اے نبی ﷺ اور نبی ﷺ کے پیرو) یکسو ہو کر اپنا رخ اس دین کی سمت میں جما دو، قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی، یہی بالکل راست اور درست دین ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ (قائم ہو جاؤ اس بات پر) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور ڈرو اس سے اور نماز قائم کرو اور نہ ہو جاؤ ان مشرکین میں سے۔ (روم 31-30)

فطرت کی پہلی قسم نفس کا تزکیہ کرتی ہے، قلب کو پاکیزہ بناتی ہے اور اس کو نشوونما دیتی ہے یہ آفات رذیلہ کو اس سے دور کرتی ہے اور اخلاق جمیلہ سے اس کو آراستہ کرتی ہے، یہ تمام چیزیں ایمان اور قلبی اعمال کی طرف پلٹتی ہیں۔

دوسری قسم ظاہر کی تطہیر ونظافت ہے، جسم کے ظاہر کو میل کچیل اور گندگی سے پاک صاف کرنا اس میں شامل ہے اوپر مذکور دس چیزوں کو اسی فطرت کے طور پر بیان کیا گیا ہے یہ چیزیں دین اسلام کے محاسن میں سے ہیں اور یہ چیزیں اعضاء کی صفائی سے متعلق ہیں یہ اعضاء کی تکمیل کرتی ہیں تاکہ وہ صحت مند ہوں اور جو بھی کام ان سے لیا جائے اس کے لئے وہ تیار رہیں۔

**مسواک کے فوائد**: مسواک کا سب سے بڑا فائدہ تو وہ ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا ہے:

یعنی منہ کی صفائی اور رب [illegible] شنودی۔ اہل علم نے مسواک کے جو فوائد بیان کئے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

مسلمان کو [illegible] دیا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں بہترین اور خوشگوار ہیئت وصورت اپنائے خصوصاً عبادت کے وقت اس کو یہ شوق ہو کہ وہ اس عبادت کی عظمت کے اظہار کے لئے کمال صفائی ستھرائی سے کام لے گا۔ جس چیز سے بنی آدم کو تکلیف پہنچتی ہے فرشتوں کو بھی اس سے تکلیف ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے مسواک کو رب کی خوشنودی قرار دیا ہے

،تا کہ ان فرشتوں کو انسان کے منہ سے ترک مسواک سے پیدا ہونے والی بد بو سے کوئی تکلیف نہ پہنچے جو انسان کا اعمال نامہ لکھنے پر مامور ہیں۔ حضرت علیؓ سے منقول ایک اثر میں ہے کہ: **ان افواھکم طرق للقر آن فطیبو ھا بالسواک** "تمہارے منہ قرآن کی گزرگاہ ہیں لہذا ان کو مسواک کے ذریعے پاکیزہ رکھا کرو"

"ابن قیم کہتے ہیں کہ مسواک کے متعدد فوائد ہیں: یہ منہ کو پاکیزہ رکھتی ہے، پھیپھڑوں کو مضبوط بناتی ہے۔ بلغم کا خاتمہ کرتی ہے بینائی کو جلا بخشتی ہے دانتوں کی زردی کو ختم کرتی ہے معدہ کو درست رکھتی ہے، آواز کو صاف کرتی ہے، کھانا ہضم کرنے میں مدد دیتی ہے الفاظ کی ادائیگی کو سہل بناتی ہے، قرآت قرآن ذکر الٰہی اور نماز میں سرور پیدا کرتی ہے۔ نیند کے بے جا غلبہ کو ختم کرتی ہے، رب کی رضا کا باعث بنتی ہے، فرشتوں کے لئے انسان کو پسندیدہ بناتی ہے اور حسنات کو بڑھاتی ہے۔"

مسواک کے فوائد میں یہ بھی شامل ہے کہ اس سے پیشاب کھل کر آتا ہے، رطوبت و تیزابیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے، دماغ کی شریانوں کو سکون دیتی ہے دانتوں کی درد سے محفوظ رکھتی ہے ذہانت کو جلا بخشتی ہے دعاؤں میں اضافہ کرتی ہے اور شیطان کو ناراض کرتی ہے منہ کی بو کو ختم کر دیتی ہے اور خروج روح کو آسان بناتی ہے۔

ابن عابدین کہتے ہیں کہ مسواک کے فوائد 30 کے قریب ہیں۔

مسواک بری عادات کو چھوڑ دینے میں معاون ہے، مثلاً طویل مدت تک مسواک کے استعمال سے تمبا کو نوشی سے نجات پانا آسان ہو جاتا ہے اسی طرح چھوٹے بچے انگلی چوسنا چھوڑ دیتے ہیں۔

=========================

# گاجر (حکیم غلام محی الدین ماجدالقادری)

گاجر کو عربی میں جزر اور انگریزی میں کیرٹ (Carrot) کہتے ہیں۔

**ماہیت:** گاجر موسم سرما کی مشہور سبزی ہے یہ ایک پودے کی مخروطی شکل کی مشہور جڑ ہے جو بکثرت کھائی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں جو گاجریں استعمال کی جاتی ہیں ان کا رنگ زرد اور سرخی مائل ہوتا ہے۔ یہ ولائتی قسم کی گاجریں کہلاتی ہیں جبکہ دیسی گاجریں سیاہ سرخی مائل بینگنی ہوتی ہیں۔ گاجر کی ایک اور قسم ہوتی ہے، اسے جنگلی گاجر کہا جاتا ہے۔ اس کا دوسرا نام خرس گیاہ ہے کیونکہ اسے ریچھ بڑے شوق سے کھاتے ہیں جنگلی گاجر عام گاجر سے زیادہ قوی اثرات کی حامل ہوتی ہے۔ اس کا مزہ شاداب وشیریں ہوتا ہے۔ مزاج کے لحاظ سے گرم وتر ہے۔ نفع خاص: مفرح۔ منفث بلغم اور مقوی باہ ہے مضر: ثقیل ودیر ہضم ہے۔ مصلح: گرم دوائیں گوشت کے ساتھ۔ بدل: شلجم ہے۔ گاجر کو غریبوں کا سیب بھی کہتے ہیں۔

**مزید تحقیقات:** گاجر میں فی سو گرام، دو ہزار مائکرو گرام حیاتین الف، چھ ملی گرام حیاتین ج، ۴۸ ملی گرام کیلشئم اور چھ ملی گرام فولاد ہوتا ہے ان کے علاوہ گاجر میں شکر، نشاستہ، فاسفورس اور حیاتین ب کی بھی کچھ مقدار ہوتی ہے۔ حیاتین الف کی موجودگی اسے اعصاب، دماغ اور ہڈیوں کے علاوہ آنکھوں کو تقویت دینے کے لئے مفید بناتی ہے، فولاد کی موجودگی کے باعث اس کے استعمال سے خون کی کمی کی شکایت ختم ہو جاتی ہے۔

گاجر کے بے مثال فوائد اور مرکبات

**دماغی خشکی:** گاجر کا استعمال دماغی کمزوری اور دماغی خشکی میں مفید ہے۔ اگر خشکی کی وجہ سے نیند نہ آتی ہو تو گاجر کا استعمال دماغی قوت کو بحال کر کے مذکورہ بالا شکایت کو ختم کر دیتا ہے اس کیلئے کچی گاجر یا گاجر کا عرق یا گاجر کا حلوہ استعمال کرنا مفید ہوتا ہے۔ کچی گاجریں باقاعدگی سے ایک ڈیڑھ ماہ کھانے سے یادداشت کی کمزوری بھی ختم ہو جاتی ہے۔

**چکر آنا:** چکر آنے کی شکایت کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ جس میں عام جسمانی کمزوری، خون کی کمی، اعصا

عرابی کمزوری، اور دیگر اسباب شامل ہیں۔ وجہ خواہ کوئی بھی ہو۔ چکر آنے اور چہرہ زرد ہونے کی شکایت میں گاجر کا استعمال مسلسل چند یوم تک کرنے سے جلدی افاقہ ہوجاتا ہے آدھے سر کے درد میں بھی کچی گاجر کھانے سے فائدہ ہوتا ہے۔

**دل گھبرانا:** دل گھبرانے کی شکایت مردوں عورتوں میں سے کسی کو بھی کسی بھی عمر میں لاحق ہوسکتی ہے اس شکایت کی ایک وجہ غذا میں نمک کا زیادہ استعمال بھی ہے اس کے علاوہ ماحول کی آلودگی غذا میں ملاوٹ اور دیگر اسباب سے بھی یہ شکایت پیدا ہوسکتی ہے گاجر باقاعدگی سے تین چار ہفتے تک استعمال کرنے سے یہ شکایت ختم ہو جاتی ہے۔ اس مقصد کیلئے گاجر کا رس یا گاجر کا مربہ بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ گاجر کا عرق پینے سے ہائی بلڈ پریشر بھی معمول پر آجاتا ہے اور مسلسل استعمال سے مستقل شفایابی ہوجاتی ہے۔

**آنتوں میں کیڑے:** آنتوں میں ایک خاص قسم کے کیڑے ہوجاتے ہیں جنہیں کدو دانے کہا جاتا ہے یہ بہت مشکل سے جاتے ہیں۔ سخت سے سخت دوا کے استعمال کے باوجود بھی یہ آنتوں میں کچھ نہ کچھ باقی رہ جاتے ہیں اور دوبارہ اپنی تعداد میں اضافہ کرنا شروع کردیتے ہیں ان سے نجات پانے کیلئے کچی گاجریں مفید ہیں انہیں پورے موسم میں کھاتے رہنے سے یہ کیڑے زندہ یا مردہ خارج ہوجاتے ہیں۔

**مدر بول:** گاجر پیشاب آور خواص کی حامل ہے چنانچہ اسے پیشاب کی جلن، گردے اور مثانے کی پتھری کی شکایت میں استعمال کرتے ہیں، مناسب دواؤں کے ساتھ ایک دو ہفتے کچی گاجریں روزانہ کھانے سے ان شکایات میں افاقہ ہوجاتا ہے۔

**بینائی میں افاقہ:** گاجر بینائی کو بحال کرتی ہے۔ اس مقصد کیلئے کچی گاجروں کی کاشیں رات کو پلیٹ میں رکھ کر اوس میں رکھ دیں، صبح انہیں کھالیں اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ گاجر کا رس نکال کر صبح نہار منہ دودھ میں ملا کر استعمال کیا جائے۔ اس طریقے سے دماغ اور بینائی کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ شب کوری کی شکایت میں مریض کو رات میں کم نظر آتا ہے اس شکایت میں بھی کچی گاجروں کا استعمال فائدہ دیتا ہے۔

**گاجر کی کانجی:** کانجی ایک قسم کا کھٹا پانی ہے اس میں رائی، زیرہ، اور نمک وغیرہ اچار کی طرح ڈالتے ہیں۔ اس آمیزے میں گاجر کی کاشیں ڈالنے سے گاجر کی کانجی تیار ہوجاتی ہے یہ کانجی گرمی کی شدت کو دور کرنے کے علاوہ

بھوک بڑھ جاتی ہے۔ کے علاوہ

**گاجر کا اچار:** گاجر کا اچار با آسانی سے ڈالا جا سکتا ہے یہ بڑا لذیز ہوتا ہے۔ معدے کو طاقت دیتا ہے معدے اور آنتوں کو قوت دیتی ہے اور کھانا ہضم کرنے میں مدد دینے کے علاوہ بھوک بڑھ جاتی ہے۔ گاجروں کو ایک ماہ تک سرکہ میں ڈالنے کے بعد استعمال کرنے سے تلی کا اور جگر اور تلی کے امراض میں فائدے مند ہوتا ہے ورم تحلیل ہوتا ہے۔

**گاجر کا حلوہ:** گاجر کا حلوہ عام جسمانی کمزوری دور کرنے میں بے مثل ہے اس کے استعمال سے جسم میں حرارت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے جسم سردی کے اثرات سے محفوظ رہتا ہے بوڑھے افراد اور بچوں کو گاجر کا حلوہ استعمال کرانے سے ان کے جسم میں حرارت اور توانائی پیدا ہوتی ہے گاجر کے حلوے میں خشک میووں کا بھی اضافہ کرلیا جائے تو اس کے اثرات بڑھ جاتے ہیں۔

**گاجر کا مربہ:** جب گاجریں دستیاب نہ ہوں تو گاجر کا مربہ استعمال کیا جاتا ہے یہ مربہ دو چار ہفتے استعمال کرنے سے سر کے چکر اور کانوں میں سیٹیاں بجنے کی شکایت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے استعمال سے دائمی قبض بھی ختم ہو جاتا ہے۔ حاملہ خواتین اور بچوں کو دودھ پلانے والی خواتین کیلئے یہ مربہ بے حد مفید ہے۔

**گاجر کے بیج:** گاجر کے بیج پیشاب آور ہیں ان کے استعمال سے ایام بند ہونے کی شکایت ختم ہو جاتی ہے اور پیشاب کی سوزش میں افاقہ ہوتا ہے۔ وہ عورتیں جن کو ایام کے دنوں میں تکلیف ہوتی ہے اور ایام کھل کر نہیں ہوتے انہیں گاجر کے بیج 12 گرام اور گڑ 6 گرام کی مقدار میں لے کر ایک گلاس پانی میں اچھی طرح پکا کر چھان کر یہ جوشاندہ پلا ئیں اس کے استعمال سے ایام کی متعلقہ تکالیف ختم ہو جائیں گی

**پتھری:** گاجر کے بیج گاجر سے زیادہ کار آمد ہوتے ہیں یہ گردے اور مثانے کی پتھری نکال دیتے ہیں ایک حصہ شلجم کے بیج اور ایک حصہ گاجر کے بیج لے کر ایک مولی میں کھوکھلا کر کے بھر دیں اور منہ بند کر کے بھوبھل میں بھلبھلا لیں مولی گل جانے پر اسے نکال کر کھائیں چند دن کے استعمال سے گردے اور مثانے کی پتھری کے علاوہ پیروں کا بھاری پن ختم ہو جائے گا اور پیشاب بھی کھل کر آئے گا ولادت کی تکلیف ختم کرنے کیلئے گاجر کے پتوں اور بیجوں کو یکساں مقدار میں لے کر پانی میں جوش کر کے پلانا مفید ہے۔

**گاجر کے پتے:** گاجر کے پتوں میں گاجر سے زیادہ فولاد ہوتا ہے۔ اگر جگر کی خرابی ہے پیٹ میں پانی جمع ہو کر ٹانگوں اور پاؤں میں ورم ہو جائے تو ہری مکو، ہری کاسنی اور گاجر کے پتے یکساں مقدار میں لے کر کوٹ کر ان کا پانی نکالیں اور شربت بزوری سے میٹھا کر کے چند دن مستقل پلائیں تو یہ شکایت ختم ہو جاتی ہے۔

==================================

جاء الحق وذھق الباطل

عارفوالا ماہنامہ پاکستان

# ندائے حق

INTERNATIONAL

محرم الحرام 1426 فروری 2005ء

جلد 2 شمارہ 5

یکے از مطبوعات



زیر سرپرستی

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ الحاج

سید منظور احمد شاہ بخاری

شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ غوثیہ عارفوالا

مدیر اعلیٰ

پیر سید خلیل الرحمن شاہ صاحب بخاری

نائب مدیر

میجر (ر) بشیر حسین صاحب قادری

معاون مدیر

حافظ محمد اکرم راشد صاحب

ناظم دفتر و اشاعت: محمد صدیق فریدی فون: 0446-35192

مجلس مشاورت

حضرت علامہ علی احمد سندھیلوی لاہور، مولانا بشیر احمد فردوسی بوریوالا، علامہ محمد نواز بشیر جلالی لاہور، علامہ قاری محمد جمال قادری عارفوالا، علامہ محمد صدیق فریدی عارفوالا، قاری محمد عبداللہ چشتی پیر محل، قاری محمد اشرف قادری، قاری ذوالفقاری علی قادری، حافظ محمد یونس قادری بہاولنگر

(مجلس معاونین)

خصوصی تعاون: حاجی بشارت علی صاحب فرانس

چوہدری احمد رضا سلطان ساہیوال، مخدوم ومحترم جناب محمد احمد گوندل صاحب، چوہدری مشتاق احمد سیکرٹری نیشنل اسمبلی اسلام آباد، جناب رانا ذوالفقار علی خاں عارفوالا، جناب حاجی نوید حسین قادری صاحب لاہور، پیر سید مطلوب حسین شاہ صاحب، مرزا خرم نصیر قادری صاحب کراچی، حاجی زبیر احمد صاحب لاہور، چوہدری محمد افضل صاحب



مقام اشاعت

شعبہ تبلیغ مرکزی دار العلوم جامعہ حنفیہ غوثیہ 71/EB ٹھیکواں شریف (رجسٹرڈ)

عارفوالا فون: 0446-33192,34192,35192

ممبر شپ فیس 15 روپے ماہانہ مع ڈاک خرچ 150 روپے سالانہ

# تلاش منزل


| | | | |
|---|---|---|---|
| 1 | نعت شریف | محمد امین چشتی | 1 |
| 2 | منقبت امام حسین رضی اللہ عنہ | محمد موسیٰ خاں | 2 |
| 3 | اداریہ | نائب مدیر | 3 |
| 4 | درس قرآن | علامہ غلام رسول سعیدی | 4 |
| 5 | اسم الملک | سید خلیل الرحمٰن شاہ بخاری | 7 |
| 6 | واقعہ کربلا ایک تذکرہ ایک تاثر | محمد انور سعیدی | 11 |
| 7 | حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ | مولانا مفتی محمد حسین عارف والا | 15 |
| 8 | دعا ہے اے مرے مولا | احمد رضا یوسف | 20 |
| 9 | تعلیم و تعلم | محمد صدیق | 21 |
| 10 | حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ | فوزیہ ہاشمی | 25 |
| 11 | حضرت شیخ گل باباجی رحمۃ اللہ علیہ | شیخ شاہجہاں | 30 |
| 12 | ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا | رضیہ عظیم | 32 |
| 13 | جہاد قرآن و حدیث کی روشنی میں | علامہ ارشد القادری | 34 |
| 14 | یوم یکجہتی کشمیر | قاری محمد رفیق فیضی | 39 |
| 15 | سرکاری پرستی اور بسنت | محمد ظفر اقبال فریدی | 44 |


Scanned with CamScanner

یا اللہ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

# نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

وہ دیکھو لطف و کرم کی دولت لٹا رہے ہیں مدینے والے
میری خطاؤں کے داغ رو رو مٹا رہے ہیں مدینے والے

بڑی ہے ان کی یہ دلنوازی کہ مجھ کو اپنا بنا لیا ہے
قدم قدم پہ گلے سے مجھ کو، لگا رہے ہیں مدینے والے

نہیں ہے کوئی بھی فکر فردا نہیں ہے روز جزا کا غم بھی
کہ میری بربادیوں کے ساماں اٹھا رہے ہیں مدینے والے

کمال ہے ان کی یہ عطائیں میری خطاؤں کو ڈھانپتی ہیں
کہ بحر ظلمت کے راستوں سے بچا رہے ہیں مدینے والے

لحد کی آغوش میں مشرف، میں یہ فرشتوں سے بول دوں گا
ذرا سنبھل کر سوال کرنا کہ آرہے ہیں مدینے والے

محمد امین چشتی

# منقبت سیدنا حسین علیہ السلام

سید نے کربلا میں وعدے نبھا دیئے ہیں
دین محمدی کے گلشن کھلا دیئے ہیں
بولے حسین مولا تیری رضا کی خاطر
اک ایک کر کے میں ہیرے لٹا دیئے ہیں
زینب کے باغ میں بھی دو پھول تھے مہکے
زینب نے وہ بھی دونوں راہ خدا دیئے ہیں
دین نبی پہ واری اکبر نے بھی جوانی
عباس نے بھی اپنے بازو کٹا دیئے ہیں
بخشش ہے اس کی لازم سید کے غم میں حافظ
دو چار آنسو رو کر میں نے بہا دیئے ہیں
سید نے کربلا میں وعدے نبھا دیئے ہیں
دین محمدی کے گلشن کھلا دیئے ہیں

محمد موسیٰ خان

**قارئین حضرات متوجہ ہوں؟** کیا آپ کا سالانہ رسالہ فنڈ کہیں ختم تو نہیں ہو گیا۔ اگر ختم ہو گیا ہے تو جلد از جلد اپنا سالانہ رسالہ فنڈ بھیج دیجئے تاکہ آئندہ شمارہ بھی آپ کی طرف بھیجا جا سکے۔ شکریہ

**ناظم نشر و اشاعت**



Scanned with CamScanner

# اداریہ

## پاک امریکہ تعلقات

ماہ اگست 2004 میں امریکہ میں نئے صدر کے چناؤ کے لئے مہم زوروں پر تھی۔ امریکہ کے نائب سیکرٹری دفاع پال ولف بھی اسی مہم کا ایک حصہ تھے۔ پاکستانی سفارت خانے میں تقریر کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار یوں کر رہے تھے' صدر کلنٹن نے پاکستان کے ساتھ تعلقات کو اہمیت نہ دے کر ایک فاش غلطی کی۔ جبکہ موجودہ تعلقات پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ واشنگٹن کے ارباب اختیار کو چاہئے کہ اسلام آباد کے ساتھ وابستگی کو اور گہرا کرے'۔ انھوں نے اس بات سے بھی اتفاق کیا کہ 9/11 کی کمیشن سفارشات کے مطابق پاکستان کے ساتھ دیرپا مدت کے لئے خوشگوار تعلقات قائم ہونا دونوں ملکوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا۔

پاک امریکہ تعلقات کی گزشتہ ہسٹری کو سامنے رکھتے ہوئے پال ولف کا مشورہ ایسے ہے جیسے نمک کا چمچ پانی میں گھول کر کسی کو یہ کہتے ہوئے پیش کیا جائے کہ پی لو بہت اچھا ذائقہ ہے۔ گزشتہ ریکارڈ کے مطابق اگر دیکھا جائے تو یہ سچ ہے کہ کلنٹن انتظامیہ نے اگر ڈیموکریٹک ہوکر پاکستان کی کوئی مدد نہیں کی تو ریپبلکن حکومت نے کون سی خیر خواہی ہمارے ساتھ کی تھی۔ 1986 میں مشہور زمانہ پریسلر ترمیم بش سینیئر کی صدارت میں ہوئی جس کے تحت ہماری فوجی امداد بند کر دی گئی۔ یہ بندش اکتوبر 1990 تک نہیں لگی تھی۔ لیکن جونہی روسی افواج پسپا ہوکر افغانستان سے نکلیں۔ پاکستان کو ہتھیاروں کی فراہمی روک دی گئی۔ کیونکہ اب امریکہ کو افغانستان میں پاکستان کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

پاکستان کی طرف امریکی جھکاؤ ہمیشہ اس کے مفادات کے مطابق رہا ہے۔ وہ کبھی بھی ہماری مدد کے لئے آگے نہیں بڑھا بلکہ یہ اس کی مجبوری رہی ہے کہ پاکستان کی جغرافیائی حیثیت کچھ ایسی ہے کہ امریکہ جب بھی مجبور ہوتا ہے۔ کبھی کیمونزم کو روکنے کے لئے۔ کبھی روس کو افغانستان سے نکالنے کے لئے۔ کبھی اسامہ بن لادن کو پکڑنے کے لئے تو اسے پاکستان کی دوستی کا ہاتھ بڑھائے اور اپنے مفادات کا تحفظ کرے نہ کہ پاکستان کی ضروریات پوری کرے۔ اسی طرح تعلقات بدلتے رہے۔ کبھی گرم کبھی سرد۔ وہ بھی امریکہ کے رویے پر منحصر۔ پاکستان کے ساتھ تعلقات کی ابتداء بھی پاکستان کی جغرافیائی حیثیت کی وجہ سے ہوئی جبکہ روس اور امریکہ کے درمیان سرد جنگ چل رہی تھی۔ ہوا یہ کہ جنوبی مشرقی ایشیاء میں چین اور روس کا اثر ورسوخ بڑھتا ہوا دیکھ کر امریکہ کے کان کھڑے ہوئے۔ اس نے واویلا مچانا شروع کیا۔ روکو روکو کیمونزم کو روکو ورنہ یہ ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیں گے۔ پھر امریکن ہاتھ دھوکر پاکستان کے پیچھے پڑ گئے۔ پاکستان کو سیٹو اور سنٹو میں زبردستی شامل کیا گیا تا کہ پاکستان کو کیمونزم روکنے کے لئے استعمال کیا جا سکے۔

لیکن جب 1965 میں بھارت نے پاکستان پر حملہ کر دیا تو پاکستان نے اپنے سیٹو اور سنٹو کے ساتھی امریکہ سے مدد کی درخواست کی۔ لیکن صاف صاف جواب ملا کہ یہ پیکٹ کسی غیر کیمونسٹ ملک کے خلاف نہیں ہے۔ یہ تو صرف کیمونزم کے خلاف ہے۔ ایک دفعہ پھر حالات نے کروٹ بدلی جبکہ روس نے افغانستان پر چڑھائی کر دی اور امریکہ کو پاکستان کے ساتھ دوستی یاد آ گئی۔ ضیاء الحق مرحوم جس کو امریکن فوجی ڈکٹیٹر کہتے تھے۔ اچانک ہی ان کا قریبی دوست بن گیا۔ جسے کھلی فوجی مدد دی گئی اور اعلان کیا گیا کہ یہ پاکستان کا حق ہے۔ اسی زمانے میں یہ بات اظہر من الشمس تھی کہ پاکستان کا جوہری پروگرام تکمیل کے مراحل میں تھا۔ اس تلخ حقیقت کو بالکل پس پشت ڈال دیا گیا۔ لیکن صرف اس وقت تک جب تک پاکستان کی ضرورت تھی۔ یعنی روسی فوجوں کی افغانستان سے پسپائی تک اور پھر پابندیاں لگ گئیں، ہتھیاروں کی فراہمی روکنے کا بل پاس ہو گیا۔ تعلقات میں شدید سرد مہری پیدا ہو گئی۔ دوست پھر بچھڑ گئے۔ خاص طور پر اس وقت جب جنرل پرویز مشرف نے ایک منتخب حکومت کو تختہ الٹ دیا۔ امریکی انتظامیہ نے کھلم کھلا فوجی حکومت کی مذمت کی اور جمہوریت کی بحالی پر زور دیا۔

9/11 سانحے کے بعد ایک دفعہ پھر حالات بدلے دنیا کی سپر پاور کی نظر میں پاکستان کی اہمیت پھر بڑھ گئی۔ پرویز مشرف نے دہشت گردی روکنے کیلئے امریکہ کو یقین دہانی کروائی کہ وہ اس کی پوری حمایت کرے گا۔ جمہوریت کی بحالی ایک دفعہ پھر امریکی ایجنڈے سے باہر ہو گئی۔ پاکستان گو یا کہ نیٹو کا ممبر بھی نہیں ہے پھر بھی اسے ایک بڑا اہم ساتھی قرار دیا گیا۔ القاعدہ کا نیٹ ورک ختم کرنے کے لئے پاکستان امریکہ سے ہر ممکن تعاون کر رہا ہے۔ صدر بش کو چار سالہ بد معاشی کا لائسنس ملنے کے بعد خاص طور پر پاک امریکہ تعلقات انتہائی گہرے ہو چکے ہیں۔ پاکستان ایک اہم ساتھی قرار دیا جا چکا ہے۔ امریکی میڈیا میں تنقید کے باوجود پاک امریکہ دوستی کا سفر جاری ہے۔ بش انتظامیہ پاکستان کی تعریف وتوصیف میں مصروف ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ القاعدہ کے مکمل خاتمے کے بعد بھی تعلقات اسی نہج پر رہیں گے یا امریکہ کوئی الٹ بازی لگاتا ہے۔ جیسے کہ امریکی سابقہ ریکارڈ سے ثابت ہے۔ میرے سیدھے سادھے معصوم پاکستانیو! چاہے ہوا سرد چلے یا گرم، اس حقیقت کو مت بھولو کہ قرآن کریم کا حکم ہے: یاایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود والنصری اولیاء بعضھم اولیاء بعض (اے ایمان والو نہ بناؤ یہود و نصاریٰ کو (اپنا) دوست (نہ بناؤ)۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں) (المائدہ: آیت نمبر 51)

# درس قرآن

تحریر: علامہ غلام رسول سعیدی صاحب

قارئین کرام! اس سے پہلے سورہ فاتحہ کا درس قرآن مکمل ہو چکا ہے اب سورہ البقرہ کا درس شروع کیا جاتا ہے۔

## سورۃ البقرہ کا اجمالی تعارف۔

سورہ بقرہ قرآن مجید کی سب سے طویل سورت ہے اور یہ مدنی سورت ہے۔ مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی سورتوں کے انفرادی اور اجتماعی نظام حیات، عبادات، سیاسیات، معاشیات، اقتصادیات اور عمرانیات کے اصول اور احکام بیان کئے گئے ہیں۔

اس کے برعکس مکی سورتوں میں اعتقادیات اور اخلاقیات پر زیادہ زور دیا گیا۔ کیونکہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی اپنی ریاست قائم ہو چکی تھی۔ نظام مملکت کو چلانے کے لئے جن اصول اور قواعد کی ضرورت ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی تمدنی زندگی کی فوز و فلاح اور عبادات کے اجتماعی نظام کے لئے جن ہدایات کی احتیاج ہوسکتی ہے وہ سب ان مدنی سورتوں میں نازل کی گئیں۔

عقائد اسلامیہ کی اساس ایمان بالغیب ہے۔ بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک ماننا ہے۔ اس کے تمام رسولوں پر ایمان لانا ہے، تمام آسمانی کتابوں کو ماننا ہے، جزاء اور سزا کا اقرار کرنا ہے اور اعمال صالحہ میں ہمہ گیر اور ہمہ جہت عبادت نماز کو قائم کرنا ہے۔ اور طبقاتی منافرت کا سدِ باب کرنے کے لئے اہم عبادت زکوٰۃ کو ادا کرنا ہے۔

اس لئے سورہ بقرہ ایمان بالغیب، اقامتِ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے بیان سے شروع ہوتی ہے۔ پھر آگے چل کر اس سورت میں شریعت اسلامیہ کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اور عبادات اور معاملات کی تفصیل کی گئی ہے۔ اور اقامت صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کے علاوہ تحویل قبلہ توحید پر دلائل، ماہ رمضان کے روزوں، بیت اللہ کے حج، جہاد فی سبیل اللہ انفاق فی سبیل اللہ، والدین اور قرابت کے حقوق، زکوٰۃ اور صدقات کے مصارف، یتیموں کی کفالت، عائلی زندگی کے اصول اور احکام میں نکاح، طلاق، رضاعت، عدت اور ایلاء کو بیان کیا گیا ہے، قسم کھانے کی ممانعت،

شراب، جوئے اور سود کی حرمت، ایام حیض میں عمل ازواج کی ممانعت، عورتوں سے عمل معکوس کرنے کی تحریم کو بیان کیا ہے۔

اسی سورت میں ایک آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی وحدت اور اس کی اہم صفات کا بیان ہے اور یہ آیت الکرسی ہے اسی سورت میں قرآن پاک کی سب سے طویل سورت ہے اسے آیت مدانیہ کہتے ہیں۔ اس آیت میں قرض کو ادا کرنے قرض کو لکھنے اور کاروباری معاملات میں مردوں اور عورتوں کو گواہ بنانے، رہن رکھنے، امانت ادا کرنے اور گواہی چھپانے کی ممانعت کا بیان کیا ہے۔

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں صرف مشرکین تھے۔ اس لئے مکی سورتوں میں صرف توحید اور آخرت پر ایمان لانے پر زور دیا ہے۔ مدینہ میں پہنچ کر جب مختلف قبائل نے اسلام قبول کرلیا اور انصار کی وجہ سے مدینہ میں مسلمانوں کی ریاست قائم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے قانون، سیاست، معیشت، معاشرت اور تمدن اور ثقافت کے متعلق بھی اصول اور ہدایات نازل فرمائیں، یہاں مسلمانوں کا مقابلہ یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم اور تورات کو بالکل مسخ کردیا تھا تورات میں لفظی اور معنوی تحریف ہوچکی تھی، مدینہ میں یہود کے علاوہ منافقین سب کے متعلق آیات نازل کی گئی ہیں۔

### سورہ بقرہ کی وجہ تسمیہ:

سورہ بقرہ کا نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں بقرہ (گائے) کا ذکر ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ سورت ایک ہزار خبر، ایک ہزار امر، ایک ہزار نواہی پر مشتمل ہے، اور شمار کرنے والوں نے بتایا ہے کہ اس سورت میں دوسو ستاسی آیات ہیں، چھ ہزار اسی کلمات ہیں اور پچیس ہزار پانچ سو حروف ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر: 271,170:1 مطبوعہ اندلس بیروت 1385ھ)

### سورہ بقرہ کے فضائل احادیث کی روشنی میں

☆ امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ: نواس بن سلیمان کلابی بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن قرآن مجید اور ان پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا۔ ان کے آگے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران ہوں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سورتوں کی تین مثالیں بیان فرمائیں جن کو میں آج تک نہیں بھولا، فرمایا: وہ ایسی ہیں جیسے دو بادل ہوں۔ یا دو سیاہ سائبان ہوں جن کے درمیان نور ہو، یا صف باندھے ہوئے پرندوں کی دو قطاریں ہوں

وہ سورتیں اپنے پڑھنے والوں کی وکالت اور حمایت کریں گی۔

☆ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا فرمائے گا۔ جو بادل، سائبان یا پرندوں کی قطاروں کی طرح ہوں گی اور قرآن پڑھنے والوں اور قرآن پر عمل کرنے والوں پر سایہ کریں گی۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ایک آواز سنی تو نبی کریم ﷺ نے سر مبارک اوپر اٹھایا، حضرت جبریل نے کہا یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جس کو صرف آج کھولا گیا ہے۔ اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ پھر اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ فرشتہ جو آج نازل ہوا ہے آج سے پہلے کبھی نہیں نازل ہوا۔ اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا آپ کو ان دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ کو دیئے گئے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔ ایک سورہ فاتحہ اور دوسرا سورہ بقرہ کا آخری حصہ، ان میں سے آپ جو حرف بھی پڑھیں گے آپ کو اس کا مصداق مل جائے گا۔

☆ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جو شخص رات کو سورۃ کی آخری دو آیتیں پڑھے گا وہ اس کو کافی ہوں گی۔ یعنی ناگہانی مصیبت میں اور شیطان کی فتنہ انگیزیوں سے اس کی حفاظت کریں گی۔

☆ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوالمنذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ میں نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا: تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (آیت الکرسی) آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اے ابوالمنذر تمہیں یہ علم مبارک ہو۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بہت خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں سورہ بقرہ پڑھ رہا تھا اس وقت میرا گھوڑا

**بقیہ نمبر 1 صفحہ نمبر 12**

# الملک (بادشاہ)

سید خلیل الرحمن بخاری مہتمم جامعہ حنفیہ غوثیہ عارف والا

## الله الملک و مالک الملک والملیک

اللہ کا نام الملک قرآن پاک میں مطلق آیا ہے اور حدیث رسول اللہ ﷺ میں اسی طرح بغیر کسی شروط وقید کے معرفہ الف اور لام کی صورت میں آیا ہے اس سے مراد علم یعنی اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اور اللہ کی وصف کمال پر دلالت کرتا ہے۔ الملک کا معنی اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے مسند الیہ بھی اور محمول علیہ بھی یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف اس کا اسناد بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے یہ معنی ثابت بھی ہے وہ مقام جہاں الملک کا لفظ قرآن پاک میں آیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ھو الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون "

اللہ وہ ذات ہے جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں مگر وہی اللہ جو بادشاہ ہے پاک ہے سلامتی والا ہے ،امن دینے والا ہے ،حفاظت کرنے والا ، غالب ، زبر دست ، بڑائی والا ہے اللہ تعالیٰ پاک ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں "۔

مذکورہ بالا اسماء الٰہی اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور بادشاہت پر دلالت کرنے والے اسماء ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا بادشاہ اور مالک ہے اور روزِ جزا (قیامت کے دن) کا مالک ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فتعالی اللہ الملک الحق لا الہ الا ھو رب العرش الکریم

(المومنون:116)

ترجمہ: پس بلند ہے اللہ سچا بادشاہ کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یسبح للہ ما فی السموات و ما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم (الجمعۃ:1)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ بادشاہ کمال پاکی والا، غالب

حکمت والا ہے۔

اورفرمایا:قل اعوذ برب الناس مالک الناس

(الناس:2,1)

ترجمہ: تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب ہے، سب لوگوں کا بادشاہ ہے۔اورفرمایا:و للہ ملک السموات والارض و ما بینھما یخلق ما یشاء و اللہ علی کل شئ قدیر:

(المائدہ:17)

ترجمہ: اوراللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ جو چاہتا پیدا کرتا ہے اوراللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کتاب قرآن مجید میں جن ناموں کے ساتھ اپنی ذات کوموسوم فرمایا ہے ان میں سے ایک نام ''ملیک'' ہےاللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر(القمر:55)

ترجمہ: سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور۔

﴿قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات کوملک (بادشاہ) کے ساتھ مختص کرنے کا سبب﴾

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات عالیہ کواس بات سے مخصوص کیا کہ وہ قیامت کے دن کا بادشاہ اور مالک ہے سورہ فاتحہ میں اللہ قدوس کا قول مبارک وارد ہوا : مالک یوم الدین (اللہ مالک ہے جزاوالے دن کا) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کواس بات کے ساتھ کہ وہ روزِ جزا کا مالک اور بادشاہ ہے مختص فرمایا اس کی دو وجہیں ہیں

پہلی وجہ: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن زمین کوکسی دوسری زمین سے اور آسمانوں کو دوسرے آسمانوں سے تبدیل فرمائے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:یوم تبدل الارض غیر الارض والسموت و برزوا للہ الواحد القھار (جس دن بدل دی جائے گی زمین اس زمین کے سوا اور آسمان ،اور لوگ سب نکل کھڑے ہوں گے ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے)(ابراہیم:48)

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کومتنبہ کیا ہے کہ آسمان اورزمین اسی کے ہیں اوروہ (اللہ پاک) ان کا مالک ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ انسانوں کے لئے دنیا کی زندگی میں ملکیت کا شبہ پایا جاتا ہے ۔ کیونکہ وہ جائیداد ، محلات،باغات اورسونے چاندی کے مالک ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا و جعلوا اعزۃ اھلھا



Scanned with CamScanner

ازلة و كذلك يفعلون ''بادشاہوں کا یہ حال ہے کہ جب کسی نئی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے بگاڑ دیتے ہیں وہاں کے عزت والے باشندوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں وہ ایسا ہی کرتے ہیں'' سورۃ یوسف میں بھی یہ لفظ چار مقامات پر آیا ہے اور اس سے مراد بادشاہ مصری ہے (الف) قال الملك انى ارٰى سبع بقرات (ب) قال الملك ايتونى به (ج) نفقد صواع الملك (د) ماكان له ان ياخذه فى دين الملك.

لیکن دو اختیاروں کے درمیان یا تو وہ چیز جس کے وہ دنیا میں مالک ہوتے ہیں ان سے ختم اور زائل ہو جاتی ہے یا وہ خود اس چیز سے زائل ہو جاتے ہیں (یعنی مر جاتے ہیں) اور اسے اپنے پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ پس وہ زائل ہونے والی مِلک اور ایسی عاریت (مانگی) کی چیز ہے جسے واپس لوٹانا ہوتا ہے۔

لیکن حساب وجزا و قیامت کے دن وہ (انسان) کسی چیز کے مالک نہیں ہونگے۔ پس لوگوں کو اس دن اس حال میں اکٹھا کیا جائے گا کہ وہ پراگندہ بال اور ننگے پاؤں اور بے بس ہوں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قوله الحق و له الملك يوم ينفخ فى الصور ''اس کی بات سچی ہے اور اسی کی سلطنت ہے جس دن صور پھونکا جائے گا'' (الانعام:73)

الملك يومئذ الحق للرحمن و كان يوم على الكفرين عسيرا ''اس دن سچی بادشاہی رحمٰن کی ہے اور وہ دن کافروں پر سخت ہے''

(الفرقان:26)

اس دن سچی ''بادشاہی'' رحمٰن کی ہے اور وہ دن کافروں پر سخت ہے۔ اور جب اللہ زندوں کو فنا اور ہلاک کر دے گا۔ تو آسمانوں کو اپنے دست قدرت میں لے گا اور زمین کو دوسرے دست قدرت میں لے گا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: وما قدروا الله حق قدره و الارض جميعا قبضته يوم القيمة والسموات مطويات بيمينه سبحنه و تعالىٰ عما يشركون.

''انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کا حق تھا اور وہ قیامت کے دن سب زمینوں کو سمیٹ دے گا اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے۔ اور ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے''

(الزمر:67)

اللہ تعالیٰ کے ملک کے حدود یہ ہے۔ و تبارك الذى له ملك السموات والارض وما بينهما ''بڑی برکتوں کے دینے والا ہے کہ

سارے آسمانوں اور تمام دنیا اور ان کے درمیان کی سب اجرام اور سب اشیاء اس کی سلطنت میں شامل و داخل ہیں۔لہ ملک السموت والارض الی اللہ ترجع الامور (زمین اور آسمان کی بادشاہت اسی کی ہے اور اللہ کی طرف سے سارے معاملات رجوع کئے جاتے ہیں)۔ولم یکن لہ شریک فی الملک'' بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے''

(الفرقان:2)

بیدہ ملکوت کل شیٔ (ہر چیز کی سلطانی فرمانروائی اسی کے ہاتھ میں ہے)۔

اگر ہم اس''الملک القدوس'' سے کوئی تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں تو جہاں اس کے ساتھ محبت ضروری ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے احکام کی اطاعت کریں اور اس کی حکمرانی اور آئین ربانی کے وفادار رہیں۔سورہ جمعہ میں اس طرح الملک القدوس آیا ہے کہ آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں ساری چیزیں اس اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں۔جو شہنشاہ ہے ساری پاکیزگیوں کا مظہر اتم ہے صاحب غلبہ ہے۔اور صاحب حکمت کاملہ ہے سب کچھ اس کی ملک ہے۔حقیقتاً کوئی بادشاہ نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے وہی حقیقی بادشاہ ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روز قیامت اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے دست قدرت میں لے گا پھر فرمائے گا۔میں ہوں بادشاہ کہاں ہیں جبار؟ کہاں ہیں متکبر؟ پھر زمینوں کو لپیٹ کر اپنے دوسرے دست مبارک میں لیگا اور فرمائے گا میں ہوں بادشاہ! کہاں ہیں جبار؟ کہاں ہیں متکبر؟ اور زمین کے بادشاہ؟۔

☆ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ندا فرمائے گا''لمن الملک الیوم''؟ تو کوئی جواب نہیں دے گا پھر اللہ خود ہی جواب میں ارشاد فرمائے گا''للہ الواحد القہار''

(غافر:16,17)

## فضائل واعمال

جو شخص اس اسم کو زوال کے وقت ایک سو بار پڑھے اس کے دل سے غفلت دور ہوگی۔

☆ اگر کوئی شخص یا ملک القدوس کثرت سے پڑھے گا تو اس کا نفس مطیع ہو جائے گا۔دل منور ہو جائے گا،غریب ہے تو مالدار ہو جائے گا۔

☆ اگر 13 مرتبہ روزانہ زوال کے وقت پڑھے گا تو دل میں نکھار اور طبعیت میں غنا پیدا ہوگا۔

☆ یا ملک الملک کا ورد کرنے والا شخص لوگوں

بقیہ نمبر 2 صفحہ نمبر 41

# واقعہ کربلا ایک تذکرہ ایک تاثر

تحریر: محمد انور سعیدی

یہ دن شہدائے کربلا کی یاد تازہ کرنے کے لئے مخصوص ہیں۔ان کی عظمت کا بیان، ہمت وجرأت کا تذکرہ، مظلومیت کا نوحہ اور شہادت کا سوگ منایا جاتا ہے۔ یقیناً سید الشہداء اور آپ کے اہل وعیال کی مظلومانہ شہادت لائق صد تاسف ہے۔مگر بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ دیگر کئی امور کی طرح سانحۂ کربلا بھی امت کے درمیان افتراق وانتشار کا باعث بن چکا ہے

ایک گروہ تو برسرِ منبر بسطِ رسول ﷺ کو موردِ الزام ٹھہراتا ہے۔انہیں حکومتِ وقت کا باغی قرار دے کر ان کی عظمت وتقدیس کا منکر ہے۔ یہ لوگ یزیدیت کے علمبردار ہیں اس کو برگزیدہ قرار دے کر اس کی شان میں قصیدے پڑھتے ہیں۔اور اس کو رشید ابن رشید ٹھہراتے ہیں۔

حالانکہ لفظِ یزیدیت ایک بدترین گالی کے مترادف ہے۔جبکہ آپ کی محبت کا دم بھرنے والا طبقہ آپ کے تذکرے کو، مظلومیت پر ماتم کرنے اور شہادت کا سوگ منا لینے کو ہی دین کا محور ومرکز خیال کرتا ہے۔ یقیناً یہ اعتدال گریز رویے ہیں جو کسی لحاظ سے مستحسن نہیں ہوسکتے۔

سانحۂ کربلا ہماری ملی تاریخ کا ایک خوں چکاں واقعہ ہے جو بجائے خود تعزیت کے قابل ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم شہدائے کربلا کی یاد کس طرح منائیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر حق و صداقت کی پاسبانی کی۔

جو لوگ نواسہ رسول کو برسرِ حق گرداننے سے انکار کرتے ہیں ان کی بات تو جانے دیجئے۔ ان کی بات کرتے ہیں جو آپ کو اہل حق کا امام تسلیم کرتے ہیں۔عقیدت واحترام سے آپ کے ایام مناتے ہیں۔ مگر دیکھا جائے تو یہ لوگ بھی امام کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کی بجائے لاشعوری طور پر ان کی عظمت کم کر رہے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ امام کی جرأت، جابر سلطان کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق کی جسارت اور

خلافتِ راشدہ کے قیام کے لیے امام کی جدوجہد کو سراہا جاتا۔ امام کے نقش قدم پر چل کر عزم، حوصلہ اور ذوق شہادت کا جذبہ اپنے آپ میں پیدا کیا جاتا۔

مگر یہاں سب کچھ اس کے برعکس ہے امام کی مظلومیت کے دردناک قصے سنا کر رُلایا جاتا ہے۔ شہادت کے تذکرے پر ماتم کیا جاتا ہے حالانکہ ماتم اگر کرنا ہے تو سپین میں سات سو برس حکومت کر کے بے نشان ہونے والوں پر کرو، جزیرہ سسلی سے معدوم ہو جانے والوں پر کرو، جن کے آباء کی قبروں کے نشان تک مٹا ڈالے گئے اور ان پر رونے والا ایک فرد بھی باقی نہ بچا، رونا ہے تو اہل کشمیر پر رویا جائے، جن کی بہو، بیٹیاں اور بہنیں ہر روز سر بازار لٹ جاتی ہیں، نوحے پڑھنے ہیں تو بیت المقدس کی مظلومیت اور بے چارگی کے پڑھا کیجئے، غم کرنا ہے تو من حیث القوم اپنی حالت پہ کیجئے، جس کا شاندار ماضی بہت پہلے دفن ہو چکا ہے،

مرثیے کہنے کا شوق ہے تو سعدی و شیرازی کی طرح بغداد کی المناک تباہی پر کوئی شاندار مرثیہ کہیے، ماتم ہی کرنا ہے تو اپنے مردہ ضمیروں پر کریں جو نیکی و پارسائی اور انسانیت سے بے روح ہو چکے ہیں۔ امام حسین کی شہادت پر ماتم کیوں؟ وہ تو زندہ ہیں ایک شہید کی حیثیت سے بھی اور راہ حق کے علمبردار کی حیثیت سے بھی۔

## بقیہ نمبر 1

بندھا ہوا تھا۔ اور میرا بیٹا یحییٰ میرے قریب لیٹا ہوا تھا۔ وہ اس وقت کم سن بچہ تھا۔ اچانک گھوڑا اچھلنے لگا۔ میں کھڑا ہو گیا مجھے اس وقت اپنے بیٹے یحییٰ کے متعلق تشویش تھی، پھر گھوڑا پرسکون ہو گیا تو میں نے دوبارہ سورہ بقرہ پڑھنی شروع کر دی، گھوڑے نے پھر اچھلنا شروع کر دیا اچانک میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے ایک سائبان کی طرح کوئی چیز اتر رہی ہے جس میں روشن چراغ ہیں، میں خوفزدہ ہوا۔ صبح کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا، تو آپ نے فرمایا: ابن حضیر! پڑھو۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے جب پڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سر کے اوپر سائبان کی مثل کوئی چیز تھی اور اس میں چراغ روشن تھے۔ میں خوفزدہ ہو گیا آپ نے فرمایا: وہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز کی وجہ سے قریب آئے تھے۔ اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو لوگ ان کو دیکھ لیتے۔

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہماری (دوسرے) لوگوں پر تین وجہ سے فضیلت ہے، تمام روئے زمین ہمارے لئے مسجد بنا دی گئی ہے اور اس کی مٹی ہماری



Scanned with CamScanner

لئے ذریعہ طہارت بنادی گئی ہے۔اور ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح ہیں اور ہم کو یہ آیت دی گئی ہیں سورہ بقرہ کی آخری آیات جو عرش کے نیچے سے نازل ہوئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو دی گئی ہیں اور نہ ہی میرے بعد کسی کو دی جائیں گی۔

(السنن الکبری:15:5)

حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

☆ امام دارمی کعب سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے بقرہ اور آل عمران کو پڑھا قیامت کے دن وہ سورتیں کہیں گی اے ہمارے رب اس سے مواخذہ نہ کر۔

☆ امام دارمی، امام طبرانی، امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر چیز کا ایک کوہان ہوتا ہے اور قرآن مجید کا کوہان سورہ بقرہ ہے۔ جب کسی گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے تو شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**الم** (الف لام میم)

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو ان حروف مقطعات کے ساتھ شروع فرمایا تاکہ قرآن مجید کے وصف اور اس کے اعجاز پر تنبیہ ہو۔اس چیلنج کی طرف اشارہ ہوا کہ کوئی انسان قرآن مجید کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل بھی نہیں لاسکتا اور یہ اللہ کا کلام ہے جس کے مشابہ کسی بشر کا کلام نہیں ہوسکتا۔گویا اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا کہ قرآن عربوں کی لغت اور ان کے حروف تہجی مثل الف، لام، میم سے مرکب ہوکر نازل ہوا ہے اگر یہ کسی انسان کا کلام ہے تو انہی حروف سے ایک کلام بنا کر تم بھی لے آ ؤ۔اگر تم اس کے لانے سے ہمیشہ عاجز رہے تو پھر مان لو کہ یہ انسان کا نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے۔

## حروف مقطعات کے علم کی تحقیق

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا "الم" اور اس کی مثل دیگر حروف مقطعات کا معنی کسی کو معلوم ہے یا نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ سے اس قسم کی روایات منقول ہیں۔

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

☆ خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کی مراد یہ ہے کہ یہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان اسرار و رموز ہیں اور رسول اللہ کے علاوہ کسی اور کو ان پر مطلع کرنا قصد نہیں کیا گیا۔اور یہ نہیں ہوسکتا کہ حضور ﷺ کو بھی ان کے معانی کا علم نہ ہو



Scanned with CamScanner

ورنہ یہ لازم آئے گا کہ غیر مفید کلام کے ساتھ حضور ﷺ سے خطاب کیا گیا اور یہ بہت بعید ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

☆ ظن غالب یہ ہے کہ حروف مقطعات کا علم مخفی ہے۔علماء اس کی تحویل سے عاجز ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر کتاب کے اسرار و رموز ہوتے ہیں اور قرآن مجید کے اسرار اوائل سور ہیں، امام شعبی نے کہا اللہ تعالیٰ کے اسرار کی کھوج نہ لگاؤ۔اس لئے رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کی معرفت صرف اولیاء کرام کو ہے جو وارث علم رسول ہیں ان کو اسی دربار سے معرفت حاصل ہوتی ہے۔ (جاری ہے)


مرکزی دارالعلوم جامعہ حنفیہ غوثیہ 71/EB ڈھیکوں شریف میں

داخلہ جاری ہے

حفظ + پرائمری

ناظرہ + نرسری تا اول

کے لئے داخلہ جاری ہے

# حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

از قلم: مولانا مفتی محمد حسین عارف والا

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت 5 شعبان 4ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ سرکار اقدس ﷺ نے آپ کے کان میں اذان دی، منہ میں لعاب دہن ڈالا اور آپ کے لئے دعا فرمائی۔ پھر ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا اور عقیقہ کیا۔ حضرت امام حسین کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب "سبط رسول و ریحانہ رسول" ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبر و شبیر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا نام انھیں کے نام پر حسن اور حسین رکھا۔ اسی لئے حسنین کریمین کو شبر و شبیر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ سریانی زبان میں شبر و شبیر اور عربی زبان میں حسن و حسین دونوں کے معنی ایک ہیں۔ اور حدیث میں ہے الحسن والحسین اسمان من اهل الجنة (حسن اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں) عرب کے زمانہ جاہلیت کے دور میں یہ دونوں نام نہیں تھے۔

## آپ کے فضائل:

قارئین کرام! آپ کے فضائل میں بہت سی روایات وارد ہیں آپ پہلے ان روایات کو پڑھیں جو آپ کے مناقب میں ہیں۔

☆ ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حسین منی و انا من الحسین "حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں"۔ یعنی حسین کو حضور ﷺ سے اور حضور ﷺ کو حسین سے انتہائی قرب ہے گویا حسین کا ذکر حضور ﷺ کا ذکر ہے، حسین سے دوستی حضور ﷺ سے دوستی ہے، حسین سے دشمنی حضور ﷺ سے دشمنی ہے اور حسین سے لڑائی کرنا حضور ﷺ سے لڑائی کرنا ہے۔

☆ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ (اس لئے کہ امام حسین سے محبت کرنا اور حضور ﷺ سے محبت کرنا، اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

☆ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسے پسند ہو کہ کسی جنتی جوانوں کے سردار کو دیکھے تو وہ حسین بن علی کو دیکھے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور فرمایا: چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت امام حسین دوڑتے ہوئے آئے اور حضور کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں داڑھی مبارک میں داخل کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا منہ کھول کر بوسہ لیا۔ پھر فرمایا: اللھم انی احبہ فاحبہ و احب من یحبہ (اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت فرما جو اس سے محبت کرے)۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارش کے فرشتے نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی جب وہ فرشتہ اجازت لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آئے اور حضور کی گود میں بیٹھ گئے تو آپ ان کو چومنے اور پیار کرنے لگے۔ فرشتہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ حسین سے پیار کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا "ان امتک ستقتلہ" آپ کی امت حسین کو قتل کر دے گی۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان کی قتل گاہ کی مٹی دکھا دوں۔

پھر وہ فرشتہ سرخ مٹی لایا جسے ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کپڑے میں لے لیا اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ام سلمہ جب یہ مٹی خون بن جائے گی تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا شہید ہو چکا ہے۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس مٹی کو شیشی میں بند کر لیا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن خون بن گئی۔

## حضرت امام حسین کی شہادت:

میدان کربلا میں جانثار ایک ایک کر کے رخصت ہو چکے تھے اور حضرت امام عالی مقام پر اپنی جانیں قربان کر دیں۔ اب تنہا امام عالی مقام، راکب دوش رسول شہزادہ بتول، حضرت علی کے نور نظر، جنتی نوجوانوں کے سردار، شہنشاہ کربلا، پیکر صبر و رضا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ کے فرزند ارجمند حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جو اپنی بیماری اور نقاہت کی وجہ سے بستر علالت پر ہیں،

حضرت امام حسین کو تنہا دیکھا تو نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ بابا جان! پہلے ہمیں میدان کارزار میں جانے اور اپنی جان نثار کرنے کی اجازت دیجئے۔ میرے ہوتے ہوئے

آپ شہید ہو جائیں یہ نہیں ہوسکتا۔

امام عالی مقام نے بیمار کو آغوش محبت میں لیا، پیار کیا اور فرمایا: بیٹا! ابھی تمہارا وقت نہیں آیا ہے، ابھی تو تمہیں غزوہ خواتین اہل بیت کی نگہداشت کرنی ہے۔ اے میرے فرزند! اللہ تعالیٰ تم ہی سے میری نسل اور حسینی سادات کا سلسلہ جاری فرمائے گا۔ تم سے بہت سی امیدیں باقی ہیں۔

دیکھو میرے فرزند! میرے لخت جگر صبر و استقامت سے رہنا اور راہ حق میں آنے والی ہر تکلیف و مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا اور ہر حال میں اپنے نانا جان کی شریعت وسنت کی پابندی کرنا اور جب بھی مدینہ پہنچنا تو نانا جان سے میرا سلام کہنا اور سارا آنکھوں دیکھا حال سنانا۔ میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہو۔ اس لئے تمہیں میدان کارزار میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔

پھر امام حسین نے ان کو تمام ذمہ داریوں کا حامل کیا۔ اپنی دستار مبارک اتار کر سر پر رکھی اور اس صبر ورضا کے پیکر کو بستر علالت پر لٹایا۔ اب امام پاک اپنے خیمہ میں تشریف لائے، صندوق کھولا، قبائے مصری زیب تن کیا، اپنے نانا جان کا عمامہ مبارک سر پر باندھا۔ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی ڈھال پشت پر رکھی۔ شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار گلے میں حمائل کی اور حضرت جعفر طیار کا نیزہ ہاتھ میں لیا اور اپنے برادر اکبر سیدنا امام حسن کا پٹکا کمر میں باندھا۔ اس طرح شہیدوں کے آقا، جنت کے نوجوانوں کے سردار سب کچھ راہ حق میں قربان کرنے کے بعد اب اپنی جان عزیز کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

اہل خیمہ نے اس منظر کو دیکھا ہو گا کہ ان کا سرداران سے طویل عرصہ کے لئے جدا ہونے والا ہے ناز پروردوں کے سروں سے شفقت پدری کا سایہ اٹھنے والا ہے۔ نونہالان اہل بیت کے گرد یتیمی منڈلا رہی ہے۔ ازواج کا سہاگ رخصت ہو رہا ہے۔ بے کس قافلہ حسرت بھری نگاہوں سے امام کے چہرہ پر دیکھ رہا ہے۔ نورانی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ حضرت امام پاک نے اہل بیت اطہار کو خدا کے سپرد کیا۔ سب کو صبر وشکر کی تلقین فرمائی۔ اور سب کو اپنا آخری دیدار دکھا کر آخری سلام کر کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

تین دن کے بھوکے پیاسے اور اپنی نگاہوں کے سامنے اپنے بیٹوں، بھائیوں اور جان نثاروں کو راہ حق میں قربان کر دینے والے امام پہاڑوں کی طرح جمی ہوئی فوجوں کے مقابلے میں شیر کی طرح ڈٹ کر

کھڑے ہوگئے۔ میدان کربلا میں ایک ولولہ انگیز رجز پڑھی جو آپ کے نسب اور ذاتی فضائل پر مشتمل تھی اور اس میں شامیوں کو رسول اللہ ﷺ کی ناخوشی و ناراضگی اور ظلم کے انجام سے ڈرایا تھا۔ اس کے بعد آپ نے ایک فصیح و بلیغ تقریر کی۔

اس میں آپ نے حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:

اے لوگو! تم جس رسول کا کلمہ پڑھتے ہو اسی رسول کا ارشاد ہے کہ جس نے حسن وحسین سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی۔

تو اے یزیدیو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری دشمنی سے باز آؤ۔ اگر واقعی خدا، اور رسول پر ایمان رکھتے ہو تو سوچو اس خدائے سمیع وبصیر کو کیا جواب دو گے اور محسن اعظم ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ اپنے رسول کے لاڈلوں کا گھر اجاڑنے والو اپنے انجام پر نظر کرو۔ بے وفاؤ تم نے مجھے خطوط اور قاصد بھیج کر بلایا اور کہا کہ ہماری رہنمائی فرمایئے اور ہمیں شریعت وسنت کا عامل بنایئے۔ ورنہ ہم خدا کے حضور آپ کا دامن پکڑ کر شکایت کریں گے۔ اس لئے میں چلا آیا اور جب میں یہاں آ گیا تو تم نے میرے ساتھ برا سلوک کیا اور مظالم کی انتہا کر دی۔ ظالمو! تم نے میرے بیٹوں، بھائیوں اور ساتھیوں کو خاک وخون میں تڑپایا۔ میرے رفقاء کو شہید کیا۔ اور اب میرے خون کے پیاسے ہو۔ اے یزیدیو! سوچو کہ میں کون ہوں؟ کس کا نواسہ ہوں؟ میرے والد گرامی اور میری والدہ صاحبہ کون تھیں؟ اب بھی وقت ہے شرم کرو اور میرے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کر کے اپنی عاقبت برباد نہ کرو۔

اتنے میں یزیدی لشکر میں شور اٹھا اور کسی نے کہا اے حسین! ہم کچھ سننا نہیں چاہتے۔ آپ کے لئے سیدھا راستہ یہ ہے کہ آپ یزید کی بیعت کر لیجئے یا پھر جنگ کے لئے تیار ہو جایئے۔

امام عالی مقام نے فرمایا: اے بدبختو! مجھے خوب معلوم ہے کہ تمہارے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اور تمہاری غیرت ایمانی مردہ ہو چکی ہے۔ اے یزیدیو! میں نے یہ تقریر صرف اتمام حجت کے لئے کی تھی۔ تا کہ کل تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم نے حق اور امام برحق کو نہیں پہچانا تھا۔ الحمدللہ میں نے تمہارا یہ عذر ختم کر دیا۔ اب رہا یزید کی بیعت کا سوال تو یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں فاسق وفاجر کے سامنے سر جھکا دوں۔

مرد حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں
سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

امام عالی مقام نے جب یہ دیکھا کہ یہ بدبخت میرے

قتل کا وبال اپنی گردنوں پر ضرور لیں گے اور میرا خون بہائے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے تو آپ نے فرمایا: اب تم لوگ جو ارادہ رکھتے ہو۔ اسے پورا کرو اور جسے میرے مقابلے کے لئے بھیجنا چاہتے ہو بھیجو۔ چنانچہ جنگ جو اور بہادر جو حضرت امام حسین سے مقابلے کے لیے محفوظ رکھے گئے تھے ان میں سے ابن سعد نے سب سے پہلے تمیم بن قحطبہ کو آپ کے مقابلے کے لئے بھیجا وہ جیسے ہی آپ کے سامنے آیا آپ نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا سر تن سے جدا کر کے اس کا سارا غرور و تکبر خاک میں ملا دیا۔

اسی طرح ایک ایک کر کے آپ نے کئی دشمنوں کو ختم کیا تو ابن سعد کو جب اس طرح جنگ میں کامیابی نظر نہ آئی تو اس نے حکم دیا کہ چاروں طرف سے تیروں کی بوچھاڑ کر دی جائے۔ اور جب خوب زخمی ہو جائیں تو نیزوں سے حملہ کیا جائے، تیراندازوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہوگئی۔ حضرت امام کا گھوڑا اس قدر زخمی ہو گیا کہ اس میں کام کرنے کی طاقت نہ رہی مجبوراً آپ کو ایک جگہ ٹھہرنا پڑا۔ ہر طرف سے تیر آ رہے تھے اور امام مظلوم کا جسم تیروں کا نشانہ بن رہا تھا۔ اچانک زہر میں بجھا ہوا تیر آیا اور امام پاک کی پیشانی پر لگا۔ یہ وہ پیشانی ہے جسے رسول اکرم ﷺ نے ہزاروں بار چوما تھا۔ تیر لگتے ہی چہرا انور پر خون کا دھارا بہہ نکلا۔ آپ غش کھا کر زمین پر گر پڑے۔

اب ظالموں نے نیزہ سے حملہ کر دیا۔ شیطان صفت سنان نے ایک ایسا نیزہ مارا کہ جو تن اقدس کے پار ہو گیا۔ نیزہ اور شمشیر کے بہتر زخم کھانے کے بعد آپ سجدے میں گرے اور اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ 56 سال 5 ماہ 5 دن کی عمر شریف میں جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ 61ھ بمطابق 680ء کو امام عالی مقام اس دار فانی سے ابدی زندگی کی طرف شہادت نوش فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

یزیدیوں نے یہ سمجھا کہ ہم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو (نعوذ باللہ) مار ڈالا اور وہ مر گئے لیکن زمینِ کربلا کا ذرہ ذرہ زبان حال سے ہمیشہ یہ پکارتا رہے گا۔

؎ قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہیں
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

(وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ واصحابہ وسلم)



Scanned with CamScanner

## دعا ہے اے مرے مولا

دعا ہے خدایا، دعا ہے خدایا
ہمیں خدمت قوم کرنا سکھادے
خدایا ہمیں نیک لڑکے بنا دے
ہمیں جرأتیں دے، بہادر بنا دے
دعا ہے خدایا، دعا ہے خدایا
دکھوں کو غموں کو بھلاتے رہیں ہم
مسرت بھرے گیت گاتے رہیں ہم
نئی منزلیں خود بناتے رہیں ہم
دعا ہے خدایا، دعا ہے خدایا
بڑوں کی بزرگی کی عزت کریں ہم
برائی کی فوجوں سے ہر دم لڑیں ہم
ترا نام لے کر جئیں اور مریں ہم
دعا ہے خدایا، دعا ہے خدایا

(احمد رضا جماعت پنجم)

## بقیہ نمبر 3

یونہی نہیں ہے اور نہ ہی سنے سنائے قصوں سے مرعوب ہو کر ہے بلکہ اس عقیدت کے پیچھے بابا جی کی کرامت کارفرما ہے۔ یہ تو چند کرامات ہیں جو میں ضبطِ تحریر میں لائی ہوں۔ ورنہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی ہزارہا کرامات ہیں جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

آپ 95 سال تک لوگوں کو اپنے مخصوص انداز میں اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ آپ کے دستِ حق پرست پر بے شمار لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ پچانوے برس کی عمر میں 666ھ میں وفات پائی۔ وقت آخر آپ کی زبان پر یا حیی یا قیوم کے الفاظ تھے۔ آپ کا عرس مبارک اسی ماہ (محرم الحرام) کے پہلے عشرہ 6 تا 10 تک جاری رہتا ہے۔ عرس کے موقع پر بہشتی دروازہ بھی کھولا جاتا ہے۔ پورے ملک سے عقیدت مند عرس کے پر حاضر ہوتے ہیں۔

اقوال بابا جی رحمہ اللہ علیہ

☆ دین کی حفاظت علم کے ساتھ کرو۔

☆ جو مالدار ہونا چاہتا ہے وہ درویش نہیں حریص ہے

☆ ایک جذبۂ حق دو جہاں کی عبادت سے بہتر ہے

☆ اگر تم بزرگوں کے مرتبہ کے خواہش مند ہو تو امراء اور بادشاہ زادوں سے میل جول نہ رکھنا۔

☆ جو تجھ سے ڈرتا ہے تو بھی اس سے اندیشہ کر۔

☆ دین کا کوئی بدل نہیں۔

☆ دنیا دار آدمی رذیل ترین ہے۔

# تعلیم و تعلم

محمد صدیق پرنسپل F.P.S. قبولہ شریف

دوران تعلیم نیت و کیفیت

وہ علم نہیں ، زہر ہے احرار کے حق میں

جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جو

کوئی بھی طالب علم جب علم کی خاطر اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اس کا یہ نکلنا بھی کسی مقصد کے تحت ہونا چاہئے۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سرکار مدینہ رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین کا ارشاد پاک ہے: **انما الاعمال بالنیات** "عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے"۔

لہٰذا طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ تحصیل علم میں رضائے الٰہی ، آخرت کی کامیابی، جہالت دور کرنے اور اپنے دین کو زندہ رکھنے کی لئے نیت کرے۔ اور اپنی نیت میں سوچ و بچار کرتا رہے۔ اس میں غفلت نہ کرے کیونکہ ایک طالب علم کو علم بہت محنت و مشقت کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا اس علم کو فانی ، حقیر، قلیل اور ذلت نہ سمجھے اور دنیاوی حصول کے لئے ہرگز نہ خرچ کرے۔ بے فائدہ اشیاء کا لالچ کر کے اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ کیونکہ۔

**کم من عمل یتصور بصورۃ اعمال الدنیا و یصیر بحسن النیۃ من اعمال الاخرۃ و کم من عمل یتصور بصورۃ من اعمال الاخرۃ ثم یصیر من اعمال الدنیا بسوء النیۃ** "بہت سے اعمال ظاہری طور پر دنیاوی نظر آتے ہیں لیکن وہ حسن نیت سے آخرت کے عمل بن جاتے ہیں اور بہت سے، اعمال ظاہری طور پر آخرت کے تصور کیے جاتے ہیں۔ مگر نیت کی وجہ سے وہ دنیا کے اعمال شمار کئے جاتے ہیں"۔

وہ کام جو علم اور اہل علم کے لئے بدنامی کا باعث بنے اس سے بچتا رہے نیز **ایک طالب** علم کو

متواضع ہونا چاہیئے۔ متواضع، تکبر و ذلت نفس کے درمیانی راستے کا نام ہے۔ علوم میں سے پہلے احسن پھر حالات کے مطابق سیکھے۔

استاد کا انتخاب

طالب علم کو چاہیے کہ خوب غور وفکر کے بعد اپنا استاد منتخب کرے۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے سمرقند کے ایک حکیم کو فرماتے ہوئے سنا، انھوں نے فرمایا:

ایک طالب علم جو کہ علم حاصل کرنے کے لئے بخارہ جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس نے اس بارے میں مجھ سے مشورہ کیا۔ تو میں نے اسے جواب دیا کہ جب تم بخارہ جاؤ تو آئمہ کے پاس آنے جانے میں جلدی نہ کرنا۔ بلکہ خوب سوچ و بچار کے بعد کم از کم دو مہینے تک صورت حال دیکھ کر کسی کو اپنا استاد بنانا۔ کیونکہ اگر تم نے بغیر سوچے سمجھے کسی استاد سے سبق لینا شروع کر دیا۔ تو ہوسکتا ہے کچھ دنوں بعد تمہیں ان کا طریقہ تعلم پسند نہ آئے۔ اور تم اسے چھوڑ کر کسی اور کے پاس چلے جاؤ تو اس طرح تمہارے علم میں برکت نہیں رہے گی۔ اور اس کے بارے میں کسی سے مشورہ بھی کرنا تاکہ بعد میں ان سے اعراض کی نوبت نہ آئے۔ تاکہ تمہارے علم میں بھی برکت ہو اور تم اپنے علم سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا سکو"۔

علم حاصل کرنے کے لئے چھ چیزوں کا ہونا ضروری ہے

ذکاء و حرص و اصطبار و بلغة
و ارشاد استاد و طول زمان

1۔ذکاوت 2۔حرصِ علم 3۔صبر
4۔بقدر کفایت مال 5۔استاد کی رہنمائی
6۔ایک طویل عرصہ

اسی طرح ایک طالب علم کو چاہئے کہ کسی ایسے شخص کو اپنا ساتھی بنائے جو سخت محنتی، پرہیز گار اور مستقیم الطبع ہو۔ کاہل، فسادی، فتنہ پرور اور بیکار آدمی سے بچے۔ کیونکہ

عدوی البلید الی الجلید سریعة
کالجمر یوضع فی الرماد دیخمد

کند ذہن کی غلط عادتیں ایک ذہین وفطین کی ذکاوت پر بہت اثر انداز ہوتی ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے کہ انگارے کو راکھ پر رکھ دیا جائے تو ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔

﴿علم اور استاد کی تعظیم﴾

ایک طالب علم اس وقت تک علم حاصل نہیں کر سکتا اور نہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جب تک علم، اہل علم اور اپنے استاد کی تعظیم و توقیر نہیں کرے گا۔ کسی

نے کیا خوب کہا ہے۔

ما وصل من وصل الا بحرمة

وما سقط من سقط الا بترکة الحرمة

جس نے جو کچھ پایا ہے ادب واحترام کی وجہ سے پایا ہے۔اور جس نے جو کچھ کھویا ہے ادب واحترام نہ کرنے کے سبب ہی کھویا ہے۔استاد کی تعظیم کرنا بھی علم کی ہی تعظیم ہے۔شیر خدا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

انا عبد من علمنی حرفا واحدا ان شاء

باع و ان شاء اعتق و ان شاء استرق

جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا میں اس غلام ہوں چاہے اب وہ مجھے فروخت کر دے یا آزاد کر دے یا اپنا غلام بنالے۔

استاد کی عزت وتکریم میں یہ باتیں بھی شامل ہیں کہ طالبعلم کو چاہئے کہ کبھی استاد کے آگے نہ چلے۔نہ اس کی جگہ پر بیٹھے، بغیر اجازت کلام میں ابتداء نہ کرے،فضول کلام نہ کرے اور جب وہ پریشان ہوں تو پھر زیادہ سوال بھی نہ کرے۔بلکہ وقت کا لحاظ رکھے اور اس کی ناراضگی سے بچے۔ہر وقت استاد کی رضا کو پیش نظر رکھے۔استاد کی اولاد اور اس کے رشتے داروں کا لحاظ رکھے کیونکہ ان کی عزت کرنا استاد کی ہی عزت کرنا ہے۔کیونکہ استاد یا حکیم اس وقت تک نصیحت نہیں کرتے جب تک ان کی تعظیم نہ کی جائے۔

خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے ایک بیٹے کو امام اللغہ اصمعی کے پاس علم حاصل کرنے کے لئے بھیجا ایک دن خلیفہ خود اپنے بیٹے کے پیچھے گئے اور جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ شہزادہ اپنے استاد کو وضو کروا رہا ہے۔شہزادہ پانی ڈال رہا ہے اور استاد اپنے پاؤں دھو رہا ہے یہ دیکھ کر خلیفہ غصے میں آگئے اور استاد سے شکوہ کرنے لگے کہ میں نے اپنے بیٹے کو اس لئے بھیجا تھا کہ اسے ادب آجائے۔آپ نے اسے ایک ہاتھ سے پانی ڈالنے اور دوسرے ہاتھ سے پاؤں دھونے کا حکم کیوں نہیں دیا۔

جس طرح استاد کا ادب ضروری ہے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ طالب علم کتابوں کا ادب کرے۔انھیں باوضو پڑھے اور ان پر کوئی دوسری چیز نہ رکھے۔اگر کوئی طالب علم کسی نئے فن کو سیکھنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ اس فن کے بارے میں اپنے استاد سے مشورہ کرے۔خود انتخاب نہ کرے بلکہ اس معاملہ کو استاد کے سپرد کرے۔کیونکہ ایک استاد ان کاموں میں بہت تجربہ رکھتا ہے۔وہ جانتا ہے کہ کونسا کام کس کے لئے مناسب ہے اور اس کام کے لئے کون زیادہ لائق

ہے۔

سبق یاد کرنے کا طریقہ

جب طالب علم سبق کے سمجھنے میں سستی سے کام لیتا ہے اور ایک دو مرتبہ بھی سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا تو اب اس کی عادت بن جاتی ہے۔اسے آسان سبق بھی مشکل نظر آتا ہے۔لہٰذا اسے چاہئے کہ سبق سمجھنے میں سستی نہ کرے۔ بلکہ محنت سے کام لے اور خدا سے دعا کرتا اور گڑگڑاتا رہے۔

؎ اخدم العلم خدمة المستفید
و ادم درسه بعقل حمید

علم کی اس طرح خدمت کرو جس طرح اس سے فائدہ حاصل کرنے والا خود محنت سے کام لیتا ہے۔اپنے اسباق کو عقل حمید کی مدد سے ہمیشہ ہمیشہ پڑھتے رہا کرو۔

؎ واذا ما حفظت شیئا اعده
ثم أكده غاية التأكيد

جب یاد کرلو تو پھر اس کو نوٹ کرلو تا کہ تم ہمیشہ سبق کو پا سکو۔

اسی طرح طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ کہ وہ علمی بحث و مباحثہ کرتے رہیں۔اور ہر وقت علمی باریکیوں میں سوچ و بچار کرنا اپنی عادت بنائے رکھیں۔ باریکیاں سوچ و بچار ہی سے سمجھ میں آتی ہے۔

؎ ولا تهجعوا فخيار الورى
قليلا من الليل ما يهجعون

رات کو سونا بھی چھوڑ دو مخلوق میں سے بہتر وہ ہے جو رات کو کم سوتا ہے۔

؎ من لم یکن له دفتر فی کمه
لم تثبت الحكمة فى قلبه

جس کی بغل میں ہر وقت کتاب نہ ہو اس کے دل میں حکمت و دانائی راسخ نہیں ہوسکتی۔مناسب یہ ہے کہ اپنے ساتھ کاپی پنسل بھی رکھے تا کہ جو بھی مفید بات ملے یا سنے اسے لکھ لے۔

؎ قم الليل يا هذا لعلک ترشد
الى كم تنام الليل والعمر ينفد

اے طالب علم راتوں کو سونا چھوڑ دے شاید کہ تجھے ہدایت مل جائے۔تم رات کو کتنا سوتے ہو، حالانکہ تمہاری عمر ختم ہوتی جارہی ہے۔

؎ رات کی گہرائیوں میں اٹھ کے دیکھ
تجھ کو فکر و ذکر میں لذت ملے

(جاری ہے)

**(وصلى الله تعالى على حبيبه محمد وآله واصحابه وبارك وسلم)**

# حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: فوزیہ ہاشمی

رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں جن اصحاب نے درجہ کمال حاصل کیا اور دین اسلام کی تبلیغ کرتے رہے، ان کو اہل اسلام اولیاء اللہ کہتے ہیں یہ وہ مقدس جماعت ہے جس نے تبلیغ اسلام کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ ان کا مطمع نظر محض دین متین کی تبلیغ ہی تھا۔ دنیاوی لالچ طمع حرص ان کے نزدیک کبھی نہیں آیا ان مقدس نفوس نے اپنے آبائی وطن کو محض تبلیغ دین اسلام کے لئے چھوڑا پھر اللہ کریم کا فضل ان پر یوں ہوا کہ غیر وطن میں جہاں جہاں ان کا قیام ہوا وہ مقام انہی کے نام سے منسوب ہوا۔ جیلان سے عبد القادر بغداد آئے تو بغداد ان کی پہچان بن گیا۔ ہجویر سے داتا سرکار لاہور آئے تو لاہور ان کی پہچان ہو گیا اور لوگوں کی زبان پر لاہور کا دوسرا نام داتا کی نگری آ گیا۔ اسی طرح نسبت سے علاقوں کو ان مقدس نفوس کی بدولت شہرت حاصل ہوئی۔

انہیں برگزیدہ بندوں میں سے ایک برگزیدہ بندہ جب اجودھن پہنچا تو یہ علاقہ پاک پتن کے نام سے مشہور گیا۔ ایک ایسا علاقہ جس کا اس سے قبل کوئی ذکر ہی نہ کرتا تھا۔ وہی علاقہ اہل اسلام کے شیدائیوں کے لئے پاک پتن بن گیا۔ کیونکہ غیر معروف علاقہ میں ایک ولی کامل سکونت پذیر ہو چکا تھا۔ اسی کی خیر و برکت سے اس غیر معروف علاقہ کو شہرت ملی۔ میری مراد اس سے حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہے۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام فرید الدین مسعود ہے اور آپ کا لقب گنج شکر ہے۔ آپ کے والد کا نام قاضی جمال الدین سلیمان اور والدہ کا نام قرسم خاتون تھا۔ آپ 685ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔ آپ کے دادا شیخ شعیب کی شادی سلطان محمود غزنوی کی بہن سے ہوئی۔ جب منگولوں نے قابل و غزنی پر حملے کیے تو شیخ شعیب غزنی سے ہجرت کر کے لاہور آ پہنچے اور پھر قصور میں سکونت اختیار کر لی۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کے والد جوانی میں ہی علم و دانش اور

تحریر وتقریر سے باکمال ہو چکے تھے۔آپ کی لیاقت اور قابلیت نے ملتان کے ایک بزرگ حضرت مولانا وجیہہ الدین کو بے حد متاثر کیا۔ چنانچہ انھوں نے اپنی بیٹی قرسم خاتون کا نکاح قاضی جمال الدین سلیمان کے ساتھ کر دیا۔قرسم خاتون کےبطن سے بابا فرید الدین گنج شکر پیدا ہوئے۔قرسم خاتون انتہائی نیک سیرت، دین دار اور عابدہ خاتون تھیں۔ بابا فرید ابھی پانچ سال کے تھے کہ ان کے والد وفات پا گئے۔ بابا فرید کے تین بھائی اور ایک بہن تھی۔ والد کی وفات کے بعد آپ کی پرورش اور تعلیم وتربیت کی ذمہ داری آپ کی والدہ نے بطور احسن نبھائی۔ بچپن میں فرید الدین کو ماں نے کہا بیٹا نماز پڑھا کرو۔ اللہ نماز پڑھنے والوں کو انعام دیتا ہے کم سنی کی وجہ سے بابا جی پوچھ بیٹھے اللہ کیا انعام دیتا ہے۔ ماں نے کہا پہلے پہلے شکر ملتی ہے پھر بڑے بڑے انعامات ملتے ہیں۔ پھر ان کی والدہ نے مصلے کے نیچے شکر رکھنی شروع کر دی۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ جب نماز پڑھتے تو نماز کے بعد شکر کی پڑیا جو مصلے کے نیچے رکھی ہوتی تھی اٹھا لیتے۔ایک دن کسی وجہ سے والدہ ماجدہ شکر رکھنا بھول گئیں۔ دوسرے دن یاد آیا تو پوچھا فرید تمہیں کل مصلے کے نیچے سے شکر ملی تھی۔ آپ نے جواب دیا جی ہاں ملی تھی۔ یہ سن کر ماں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور فرید کو گلے لگایا اور فرمایا: فرید الدین مسعود گنج شکر ہے۔ پھر یہی ان کا لقب بن گیا۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے گیارہ برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ انہیں دنوں میں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ حج پر تشریف لے گئے۔ حج کے بعد مزید تعلیم کے لئے ملتان تشریف لے گئے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں ایک دن حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے کونے میں بیٹھے ایک کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے کہ ایک خوشبو نے انہیں چونکا دیا۔ دیکھا تو ایک روشن چہرہ بزرگ وضو فرما رہے تھے۔ وہ بزرگ حضرت قطب الدین بختیار کاکی تھے۔ جو حضرت بہاؤ الدین زکریا کی دعوت پر ملتان آئے ہوئے تھے۔آپ ان کی نورانی شخصیت کے سحر میں گرفتار ہو گئے اور ایک دن موقع پا کر کی بات کہہ دی کہ حضور میں آپ کے دامن سے مستقل وابستگی چاہتا ہوں۔ حضرت قطب الدین نے جواباً فرمایا: پہلے اللہ کے دین کا مشاہدہ کرو پھر دہلی آ جانا۔ حضرت قطب الدین روانہ ہو گئے اور آپ ملتان کوٹھوال آ گئے۔ اور ماں کو حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا واقعہ سنایا۔ ماں بہت خوش ہوئیں۔ چنانچہ آپ ماں کی ہدایت پر حصول علم کے لئے بغداد

روانہ ہو گئے ۔ پہلے بخارہ پہنچے اور اجل شیرازی کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اس کے بعد بغداد میں شہاب الدین سہروردی سے ملاقات کی پھر آپ بغداد سے سیستان پہنچے اور واحد الدین کرمانی سے ملاقات کی سیستان سے آپ بدخشاں گئے ۔ حضرت شیخ عبدالواحد جو کہ مشہور صوفی بزرگ تھے اور کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے ان کے پاس تشریف لے گئے ۔ آپ نے ایک دن ان کے پاس قیام کیا ۔ بغداد سے آپ نیشاپور تشریف لے گئے ۔ اور بعد ازاں چشت سے دمشق ، شام اور بیت المقدس گئے ۔ اس کے بعد آپ نیشاپور تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ حضرت فریدالدین عطار کے پاس گزارا ۔ وہاں سے ملتان واپس آ کر والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ۔ فرط محبت میں اکثر ان کے پاؤں پکڑ لیتے تھے ۔ کچھ دنوں کے بعد ماں سے اجازت لے کر دہلی روانہ ہو گئے اور حضرت خواجہ بختیار کاکی کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو گئے ۔ آپ نے ان سے روحانی فیض حاصل کیا ۔ حضرت خواجہ بختیار کاکی کو آپ کے ساتھ بہت محبت تھی ۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ اپنے روحانی مرشد کے پاس کافی عرصہ رہنے کے بعد اجودھن تشریف لے آئے ۔ جسے آج کل پاکپتن کہتے ہیں ۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر جلوہ فروز ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس علاقے میں جہالت عام ہے لوگ بنیادی انسانی خصوصیات کے شعور تک سے ناواقف اور بے بہرہ ہیں ۔ پھر یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ اس علاقے کو بزرگوں اور زاہدوں کی صحبت بھی نصیب نہیں ہوئی لوگ خود بھی ایسے درویشوں اور نیک لوگوں کو پسند نہیں کرتے تھے ۔ اور عام طور پر ان سے بدسلوکی اور درشتی اور بداخلاقی سے پیش آیا کرتے تھے ۔ جس کی وجہ سے اگر کسی بھولے بھٹکے درویش کا گزر اس علاقے سے ہو بھی جاتا تھا تو وہ طویل قیام کرنا پسند نہ کرتا تھا ۔ پھر یہ تمام علاقہ حشرات الارض سے بھرا پڑا تھا ۔ زہریلے سانپ ، بچھو اور دوسرے کیڑے مکوڑے کھلے بندوں جنگلوں اور میدانوں میں گھومتے پھرتے تھے ۔ بھولے بھٹکے انسانوں کو لقمہ اجل بنا دیتے ۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام باتوں کے پیش نظر اس علاقے کو رشد و ہدایت کے لئے پسند فرمایا اور یہیں قیام فرمایا ۔

جب آپ نے اپنے اعمال صالحہ سے غیر مسلموں کو متاثر کر کے انہیں حلقہ اسلام میں داخل کرنا شروع کیا تو علاقے کا حاکم آپ کے خلاف ہو گیا اور آپ کو اس نے تنگ کرنا شروع کر دیا ۔ حضرت بابا فرید

رحمۃ اللہ علیہ تو اس کی حرکات سے بے پرواہ تھے مگر لواحقین فکرمند ہو گئے اور سوچنے لگے کہ اگر یہی عمل رہا تو کچھ عرصہ بعد ان لوگوں کی ہمتیں اس قدر بڑھ جائیں گی کہ عزت و آبرو کی حفاظت کرنا بھی دوبھر ہو جائے گا۔

جب ظلم حد سے بڑھ گیا تو ایک دن حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا عصا زمین پر مارا اسی لمحے وہ دردِ شکم میں مبتلا ہو گیا۔ اور اسی مرض سے ہلاک ہو گیا جب لوگوں کو اس حقیقت کا علم ہوا تو سب کانپ کر رہ گئے۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ ارباب حکومت اور برسراقتدار لوگوں کی صحبت کو پسند نہیں کرتے تھے بلکہ ان سے دور رہتے تھے۔ بابا فرید کو دنیاوی نعمتوں سے متعلق دلچسپی نہ تھی اور آپ ان سے بالکل بے نیاز تھے

ایک بار سلطان ناصر الدین محمود نے اپنے نائب غیاث الدین بلبن کے ذریعے آپ کی خدمت میں چار دیہات کی ملکیت اور نقدی روپیہ تحائف میں پیش کیا تو آپ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا مجھے ان کی کیا ضرورت ہے۔ بلبن نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا حضرت سلطان نے نقد روپیہ درویشوں کے لئے روانہ کیا ہے۔ چار دیہات کی جاگیر آپ کی اولاد کے لئے نذر کی ہے آپ نے نقد روپیہ اسی وقت خانقاہ کے درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ جاگیر کے کاغذات بلبن کو واپس کر دیئے اور فرمایا کہ فقیر کو یا اس کی اولاد کو ان اشیاء کی محتاجی نہیں ہے۔ یہ جاگیران کو دو جو اس کے طلبگار ہیں۔ پھر آپ نے اپنا قول دہرایا کہ بادشاہوں اور امیروں کی صحبت فقیروں کے لئے ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔ نائب سلطنت غیاث الدین آپ سے اتنا مرعوب ہوئے کہ کچھ عرصے بعد جب اس نے سلطنت سنبھالی تو اپنی بیٹی کی شادی حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ سے کر دی۔ لیکن شاہ وقت سے قرابت داری بھی شب و روز میں تبدیلی پیدا نہ کر سکی۔ بلکہ اس کی بجائے خود شہزادی نے فقر و فاقہ کی زندگی اپنا لی اور ایک درویش کے ساتھ اپنے آپ کو اسی سانچے میں ڈھال لیا۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی نظر ہر وقت اللہ کی طرف رہتی تھی۔ بابا فرید کو شیرینی بہت پسند تھی اور شکر آپ کی پسندیدہ تھی۔

ایک مرتبہ حضرت نظام الدین اولیاء سلطان المشائخ اپنے پیر بابا فرید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے فرمایا: حضرت آپ کے لئے کچھ کھانے کو لاؤں۔ بابا صاحب نے فرمایا: ہاں لاؤ۔ حضرت محبوب

الٰہی اپنی دستار کسی کے پاس رہن رکھ کر آپ کے لئے لوبیا اور نمک لے آئے۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے خود اور اپنے دوستوں کھلایا پھر سلطان المشائخ سے فرمانے لگے تو نے مجھے نمکین کھلایا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے باورچی خانے میں 73 من اناج پکوائے گا۔

ایک مرتبہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کمبل حضرت نظام الدین اولیاء کو عطاء فرمائی تھی۔ حضرت نظام الدین رحمہ اللہ علیہ نے وہ کمبل قاضی حمید الدین کو مرحمت فرمادی۔ اس میں سے ایک خاص قسم کی خوشبو آتی تھی۔ قاضی صاحب یہ سمجھے کہ یہ خوشبو عارضی ہے۔ تھوڑے عرصے بعد خود بخود ختم ہو جائے گی۔ لیکن خوشبو کم نہ ہوئی۔ ایک دن قاضی صاحب نے آپ سے اس خوشبو کی بابت پوچھا تو حضرت محبوب الٰہی رونے لگے اور فرمایا: قاضی صاحب یہ بوئے محبت جو کمبل کے ریشے ریشے میں سمائی ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں اور مقربوں کو عنایت فرماتا ہے۔ اور اولیاء اللہ ہی اس کو پاتے ہیں۔ یہ خوشبو کمبل سے کبھی نہ دور ہو گی بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کی محبت عارضی نہیں ہوتی اور محبت کے عالم میں وہ جو کچھ عطاء فرماتا ہے وہ بھی دائمی ہوتا ہے۔ یہ خوشبو کیونکہ عطائے الٰہی ہے۔ لہٰذا اس کو فنا بالکل نہیں آئے گی۔ بلکہ اس کو دوام حاصل رہے گا۔ قاضی صاحب بہت خوش ہوئے اور اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ چیز عطاء کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی خوشبو ہے۔

ایک مرتبہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محبوب الٰہی ایک کشتی میں سوار تھے۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید محبوب الٰہی کو اپنے رو برو بٹھایا اور فرمایا: تو ہمیشہ مجاہدہ نفس میں مشغول رہا کر کیونکہ بیکار رہنے سے اس طرح مصروف رہنا اچھا ہے اور ہمیشہ روزے رکھا کر۔ کیونکہ روزہ پہلی آدھی مسافت ہے جبکہ نماز، حج وغیرہ دوسری آدھی مسافت ہیں اور فرمایا: اس طرح تو خدا سے جو مانگے گا پائے گا۔

ایک دفعہ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عارف کا واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک عارف نے مصائب وآلام سے گھبرا کر بارگاہ الٰہیہ میں عرض کی "اے مولا پاک! مجھ سے اب یہ سختیاں نہیں برداشت کی جاتیں۔" اللہ نے جواب دیا کہ اگر تم میں تکلیف برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں تھا تو اس راہ پر قدم ہی کیوں رکھا تھا۔

قارئین کرام! میری عقیدت بابا جی سے

بقیہ نمبر 3 صفحہ نمبر 20

# حضرت شیخ خان گل باباجی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: شیخ شاہ جہاں، شیخ نورعلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرزمین حجاز سے جب شمع محمدی ﷺ کا نور ساری دنیا میں پھیلنے لگا عرب کے علاوہ عجم میں بھی ضیاء پاشی ہونے لگی۔ دنیا کے کونے کونے تک یہ روشنی پہنچانے کے لئے دینِ محمدی ﷺ کے روشن ضمیر اور روشن دماغ جانثاروں نے یہ بیڑا اٹھایا اور چاروں طرف دور دراز اور دشوار گزار علاقوں میں پہنچ کر لوگوں کے دلوں میں کفرو جہالت کے اندھیروں کو نورالٰہی سے منور کر دیا۔ پشاور جہاں اسلام کی روشنی پہنچنے کا اندازہ اس کے مضافات میں صحابہ کرام کے مزار مبارک (اصحاب باباجی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور آج بھی مرجع خلائق ہیں) سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس خطے میں اسلام اپنے ابتدائی دور میں ہی پہنچ گیا تھا۔

مختلف ادوار میں یہاں پر مختلف اولیاء کرام نے اسلامی تعلیمات کی ترویج دینِ محمدی ﷺ کی تبلیغ اور خلق خدا اور دکھی انسانیت کی خدمت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ حضرت شیخ خان گل باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک پشاور شہر میں موضع دیہیہ بہادر، لوگوں کا نگاہِ مرکز ہے اور گرد ونواح کے لوگ اپنے دکھ درد کا حل ڈھونڈنے اور اپنی روحانی تسکین حاصل کرنے کے لئے مزار مبارک پر حاضری دیتے ہیں۔ جس طرح اکثر اللہ والے آزاد اور ظاہری نمود ونمائش سے بہت کر گزرتی ہے۔ اور اکثر گمنامی کی زندگی گزارنے کو پسند کرتے ہیں۔ اس طرح حضرت شیخ خانگل باباجیؒ نے بھی اپنی زندگی گزاری ہے۔ وہ نہ تو درباری تھے اور نہ ہی اپنے وقت خانوں، نوابوں یا اربابوں سے کچھ توقعات وابستہ رکھتے تھے۔

وہ ایک معزز گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ درویشی اور ولایت ان کو ورثے میں ملی ہوئی تھی۔ ان کے حیات سے لے کر آج تک ان کی اور ان کے

خاندان کے ہر فرد کی، گرد و نواح کے لوگ عزت و احترام کرتے ہیں۔

حضرت شیخ خانگل بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حضرت شیخ گوہر بابا جی رحمۃ اللہ علیہ بھی ولی اللہ تھے۔جن کا مزار اسی موضع میں ہے۔شیخ گوہر بابا جی کی ایک زندہ کرامت یہ ہے کہ آپ کے مزار مبارک کے قریب ایک بیری کا درخت ہے جو کافی پرانا ہے۔ آج بھی جب کسی کو بخار ہو جائے اور وہ مزار شریف پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھے اور ہاتھ میں دھاگہ لے کر اس بیری کے تنے سے سات چکروں میں دھاگہ لپیٹ لیں تو ان کا بخار اتر جاتا ہے۔

حضرت شیخ خانگل بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کا فرزندِ ارجمند حضرت شیخ اکرم بابا جی بھی پیدائشی ولی اللہ تھے۔ان کے متعلق کہتے ہیں جب وہ شیر خوار تھے تو ان کو گہوارہ میں ڈال لیتے تو کئی سانپ آ کر ان سے کھیلتے تھے۔جس میں حضرت شیخ خانگل بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد کو تاکید کی تھی کہ میری اولاد میں سے کوئی بھی سانپ کو نہ مارے۔اس دن سے لے کر آج تک ان کی اولاد سانپ کو مارنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔اور اگر کوئی بابا جی کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سانپ کو مار دیتی ہے تو ان کو طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔

حضرت شیخ اکرم بابا جی سے متعلق مشہور ہے کہ جوانی کی عمر میں وہ بغرض سیر و سیاحت ہندوستان جانا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں جب اپنے والد حضرت شیخ خانگل بابا جی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت چاہی تو بابا جی نے یہ تاکید کرتے ہوئے ان کو اجازت دی کہ بیٹا ہندوستان میں کرامت کا اظہار مت کرنا۔ ورنہ وہاں کے لنگوٹ (قلندر) یہاں تک آ جائیں گے کہتے ہیں کہ حضرت بابا جی شیخ اکرم سے وہاں کوئی کرامت ظاہر ہو گئی۔بڑے بزرگوں کا کہنا ہے کہ جب شیخ اکرم بابا جی ہندوستان سے واپس آئے تو سینکڑوں لنگوٹ جن کے بڑے بڑے بال اور ایک لنگوٹ میں ملبوس تھے ان کے ساتھ یہاں آ گئے اور ادھر ہی زندگی بسر کرنے لگے۔آج بھی ایک قبر موجود ہے۔جن کو لنگوٹوں کے قبرستان سے جلتی ہوئی شمعیں ہوا میں اڑتے ہوئے حضرت شیخ اکرم بابا جی کے مزار مبارک کی طرف جاتے ہوئے دیکھی ہیں۔

حضرت شیخ خانگل بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار عالیہ میں روزانہ ضرورت مندوں اور عقیدت مندوں کا تانا بندھا رہتا ہے۔زائرین کی خدمت کے

(بقیہ نمبر 4 صفحہ نمبر 45)

# ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

از قلم : رضیہ عظیم

نام ونسب: آپ کا نام سودہ باپ کا نام زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود عامری تھا اور ماں کا نام شموس بنت قیس بن زید عمرو بن عامر یہ تھا۔

نکاح: حضرت سودہ کا پہلا نکاح ان کے چچازاد بھائی سکران بن عمرو سے ہوا تھا۔ جب سکران بن عمرو سرزمین حبش سے مکہ آئے تو سودہ بھی ان کے ساتھ تھیں۔ سکران بن عمرو اور حضرت سودہ دونوں کے اسلام اور ہجرت کا زمانہ ایک ہے۔ سکران نے مکہ میں وفات پائی۔ جب عدت کے دن پورے ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے نکاح کا پیغام دیا اور حضرت سودہ کی طرف سے حاطب بن عمر بن عبد شمس کی ولایت میں نکاح ہو گیا۔ حضرت سودہ پہلی خاتون ہیں جو حضرت خدیجہ کے بعد آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

اس کی تفصیل یوں ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں۔ ان دنوں آپ حضرت خدیجہ کے انتقال کی وجہ سے بہت مغموم تھے۔ تنہائی کا رنج بہت ستاتا تھا۔ خولہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں خدیجہ کی وفات سے آپ کو بہت ملول دیکھتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ہاں ہے تو کچھ ایسا ہی۔ خولہ نے کہا پھر آپ کا نکاح کیوں نہ کرادوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے منظور فرمایا تو خولہ نے سودہ کو خوشخبری سنائی۔ حضرت سودہ نے قبول کیا مگر کہا کہ میرے والد سے بھی دریافت کرلو۔ چنانچہ سب مراحل طے ہوجانے کے بعد سن 10ھ میں ان کے باپ زمعہ نے 400 درہم مہر کے عوض آپ سے نکاح پڑھا دیا۔ زمعہ بہت بوڑھے تھے۔ اس لئے ممکن ہے کہ حاطب بن عمرو بن عبد شمس ولی بنا دیئے گئے ہوں جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے۔

## عام حالات

ہشام بن محمد کے حوالہ سے ابن سعد نے لکھا ہے کہ جس زمانے میں سودہ اپنے پہلے شوہر سکران بن عمرو کے پاس تھیں انہوں نے خواب میں دیکھا کہ



Scanned with CamScanner

رسول اللہ ﷺ آئے اور اپنے پاؤں سودہ کی گردن پر رکھ دیئے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا۔انہوں نے کہا بخدا اگر تو واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو میں مرجاؤں گا اور رسول تجھ سے نکاح کریں گے۔ دوبارہ پھر ایک دفعہ خواب دیکھا کہ تکیہ کے سہارے لیٹی ہیں اور چاند پھٹ کر ان پر گر پڑا ہے۔اس کا ذکر بھی سکران سے کیا۔سکران نے کہا میں عنقریب مرجاؤں گا اور تم میرے بعد نکاح کروگی۔اسی دن سکران بیمار ہوئے اور چندروز بعد انتقال کر گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ کے نکاح کی مدت میں زیادہ فاصلہ نہیں ہے بہر حال حضرت عائشہ کے نکاح سے قبل سودہ سے رسول اللہ ﷺ کا نکاح ہو چکا تھا۔ اور دونوں بیویوں کے تعلقات میں کسی قسم کی کشیدگی نہ تھی۔ بلکہ آپس میں پیار و محبت اور اتفاق و اتحاد کا رشتہ قائم تھا۔ اکثر گھریلو امور میں حضرت سودہ حضرت عائشہ کو مشورہ دیا کرتی تھیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا قد نکلتا ہوا تھا اور جسم فربہ تھا۔حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ سودہ اپنے قد کی درازی کی وجہ سے فوراً پہچانی جاتی تھیں۔ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ: اب اس حج کے بعد گھر سے نہ نکلنا۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ کے وصال کے بعد اور بیبیاں حج کرتی تھیں مگر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اس حکم پر سختی سے تعمیل کی اور گھر سے باہر نہ نکلیں۔

## اخلاق و عادات:

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بہت جانثار اور اطاعت شعار تھیں۔ ان کی شعاری کا حال مندرجہ بالا روایت سے بخوبی ظاہر ہوگیا ہے۔

ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب نے حضرت سودہ کے پاس تھیلی میں کچھ درہم بھیجے۔ حضرت سودہ نے وہ سارے درہم اسی وقت تقسیم کر ڈالے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کسی عورت کو حسد سے خالی نہ دیکھا سوائے حضرت سودہ کے۔نہ ہی حضرت سودہ کے علاوہ کسی عورت کے بارے میں میری یہ تمنا ہوئی کہ میری روح اس کے قالب میں ہوتی۔حضرت سودہ حضرت سودہ مزاج کی تیز تھیں۔بعض اوقات ذراسی بات میں ناراض ہو جاتی تھیں مگر ساتھ ہی ظرافت کی پاکیزہ حس بھی قدرت سے ودیعت ہوئی تھی۔ اکثر اپنی گفتار سے رسول اللہ ﷺ کو ہنسا بھی دیتی تھیں۔ ایک بار حضرت سودہ نے رسول اللہ سے کہا کہ کل رات میں نے آپ کے پیچھے

# جہاد قرآن و حدیث کی روشنی میں

علامہ ارشد القادری

بقیہ نمبر 5 صفحہ نمبر 47

جہاد کیوں اور کس لئے؟

اس سوال کا جواب مشکل بھی ہے اور آسان بھی، مشکل اس لئے کہ آج دنیا جنگ کے صرف ایک ہی مقصد سے آشنا ہے اور وہ ہے ملک گیری اور جہانبانی۔ اسلامی جہاد میں مقصدیت کے اعتبار سے چونکہ ملک گیری اور جہانبانی کا کوئی تصور نہیں ہے اس لئے آج کی دنیا کو جہاد کا پاکیزہ مفہوم سمجھانا بہت مشکل ہے۔ اسلام کا مجاہد کسی بادشاہ کے مادی اور شخصی اقتدار کے لئے نہیں لڑتا بلکہ وہ خدا کی زمین پر صرف خدا کے دین کی سر بلندی اور آخرت کی فیروز مندی کے لئے لڑتا ہے اس لئے وہ دشمن کو قتل کرے جب بھی اور خود قتل ہو جائے جب بھی، دونوں حالتوں میں سرفرازی اور جائز المرامی اس کا مقدر ہے۔ غازی بننا بھی موجب اجر و ثواب ہے اور شہید ہو جانا بھی بلندئ درجات کی ضمانت ہے۔ اور آسان اس لئے کہ جہاد کا لفظ اپنے نام اور مقصد کے اعتبار سے اگرچہ بالکل نیا ہے لیکن جہاں زمین پر انسانوں کے خون کے بہنے اور بہانے کا تعلق ہے تو یہ چیز اتنی پرانی ہے جتنا خود انسان پرانا ہے۔

دنیا میں وہ کون سا ملک ہے اور وہ کون سی قوم ہے، جہاں لڑائیاں نہیں لڑی گئیں۔ جہاں دو فوجوں کا باہمی ٹکراؤ نہیں ہوا اور جہاں میدان جنگ کی سرزمین دو گروہوں کے خون سے سرخ نہیں ہوئی۔

فرق جو کچھ ہے وہ صرف مقصد اور طریقہ جنگ کا ہے۔ کہیں عورت کے لئے جنگ لڑی گئی ہے اور کہیں دولت کے لئے جنگ لڑی گئی ہے، اور کہیں قومیت، وطنیت اور قبائلیت کی عصبیت کا جذبہ دو گروہوں کو میدان جنگ تک لے گیا۔

لیکن دنیا کی تاریخ میں صرف اسلام ہی وہ پاکیزہ اور عادلانہ نظام زندگی ہے جس کے مجاہدین نہ عورت کے لئے لڑے اور نہ دولت کے لئے، نہ ملک گیری کے لئے لڑے اور نہ مال غنیمت کے لئے، نہ قومیت کے لئے لڑے اور نہ رنگ و نسل کی عصبیت انھیں میدان جنگ کی طرف لے گئی۔ بلکہ ان کی لڑائی

خدا کی زمین پر صرف خدا کے دین کی حاکمیت کے لئے تھی۔ انسانوں پر انسانوں کی بالا دستی کے خاتمے کے لئے بھی، مظلوم انسانوں کو ضمیر کی آزادی دلانے اور انہیں تخلیق کے اعلیٰ مقاصد سے ہمکنار کرنے کے لئے تھی۔

اتنی تمہید کے بعد اب قرآن وحدیث کی روشنی میں جہاد پاکیزہ مقصد، اس کی روح اور اس کے فضائل و مکارم کی وہ تفصیل پڑھیے اور سر دھنئے! جس نے عرب کے مردوں، عورتوں، جوانوں اور بوڑھوں کو دنیا کی سب سے بہادر، غیور اور سرفروش قوم بنا دیا۔

جہاد قران کی روشنی میں

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم و لا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (البقرہ:190)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے مت بڑھو کیونکہ حد سے بڑھنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

تشریح:

ہجرت سے پہلے مسلمانوں کو لڑنے کی ممانعت تھی اور اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ وہ کفار و مشرکین کی ایذاء رسانی پر صبر کریں۔ جب حضور ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو کفار و مشرکین سے لڑائی کی جازت میں جو سب سے پہلی آیت کریمہ نازل ہوئی وہ یہی آیت مبارکہ تھی۔

اب ذرا خالی الذہن ہو کر آپ آیت کریمہ کے مضمون پر غور فرمائیں تو حقیقت آپ پر اچھی طرح واضح ہو جائے گی۔ کہ لڑائی میں پہل مسلمانوں کی طرف سے ہوئی یا کافروں کی طرف سے ہوئی۔ ظاہر ہے پہل کافروں کی طرف سے ہوئی تھی۔ ان کے ظلم و فساد کی جڑ کاٹنے کیلئے اور ان کے کفر کی سرکشی کا زور توڑنے کے لئے مسلمانوں کو ان سے لڑنے کی اجازت دی گئی۔

جہاد کو بنیاد بنا کر جو لوگ اسلام پر طعنہ زنی کرتے ہیں کہ دنیا میں اسلام تلوار کی طاقت سے پھیلا ہے انہیں اس آیت کے مضمون پر انصاف کے ساتھ غور کرنا چاہئے کہ ہجرت سے پہلے تو مسلمانوں کو لڑنے کی اجازت مطلق نہ تھی مکے میں مسلمانوں کا اسکے علاوہ اور کوئی کام ہی کیا تھا کہ وہ کافروں کے ہاتھوں سے مار کھاتے رہیں، زخم پر زخم سہتے رہیں، قتل ہوتے رہیں اور صبر کرتے رہیں، جب کافروں کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو مسلمانوں کو بھی تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی۔

اب یہاں سوال اٹھتا ہے کہ اسلام اگر تلوار کی

کے گئے تھے انہوں نے کس کی تلوار کے خوف سے اسلام قبول کیا تھا؟۔اس وقت تلوار تو کفار کے ہاتھوں میں تھی۔مسلمانوں کے ہاتھ میں تلوار ہی کہاں تھی کہ تلوار کے خوف سے کوئی اسلام قبول کیا ہو۔

اس لئے تاریخ کا یہ فیصلہ سب کو قبول کرنا ہوگا کہ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا بلکہ اپنی روحانی اور اخلاقی حقانیت، پاکیزہ تعلیمات اور قرآن کی معجزانہ آیات کی کشش سے پھیلا۔جہاد کا حکم تو اس لئے دیا گیا کہ کلمۂ حق کے راستے میں کافروں نے جو رکاوٹیں کھڑی کی تھیں انہیں راستے سے ہٹا دیا جائے۔تا کہ دل و دماغ کی پوری آزادی کے ساتھ لوگوں کو دعوت توحید کی سچائی کو پرکھنے اور قبول کرنے کا موقعہ میسر آجائے۔

پھر اس آیت کریمہ میں ایک بات اور سمجھنے کی ہے کہ اگر اسلام قتل و غارت گری کا مذہب ہوتا جیسا کہ مخالفین اسلام کی طرف سے یہ الزام عائد کیا جاتا ہے۔تو مسلمانوں کو یہ ہدایت کبھی نہ دی جاتی کہ دشمنوں کا مقابلہ کرتے وقت اپنی طرف سے کوئی زیادتی مت کرنا۔کیونکہ زیادتی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا ہے۔اس آیت کی روشنی میں یہ حقیقت بھی اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ میدان جنگ میں بھی مسلمان ضابطۂ اخلاق کا پابند ہے۔

دوسری آیت:

واقتلوهم حتى لا تكون فتنة و يكون الدين كله لله فان انتهوا فلا عدوان الا على الظالمين (البقرہ:192)

ترجمہ: اور ان سے لڑو یہاں تک کہ (کفر کی سرکشی کا) کوئی فتنہ باقی نہ رہ جائے، اور ایک اللہ کی پرتش ہونے لگے پھر اگر وہ اپنی سرکشی سے باز آجائیں تو ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کی جائے،البتہ ظلم کریں تو اس کی سزا ضروری دی جائے۔

تشریح:۔ آیت کا مضمون واضح طور پر اس حقیقت کا اظہار کرتا ہے کہ اسلام میں جہاد و قتال کا مقصد ملک گیری اور مال غنیمت نہیں ہے۔بلکہ ان دیواروں کو منہدم کرنا ہے جو دینِ حق کے قبول کرنے کے راستے میں کافروں نے کھڑی کی ہیں۔نہ خود وہ خدا کا دین قبول کرتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے کو قبول کرنے دیتے ہیں۔انسانوں کے ضمیر کی آزادی کا حق اس طرح انھوں نے چھین لیا ہے کہ جو لوگ چھپ چھپ کر بھی خدا کا دین قبول کر لیتے ہیں وہ انہیں بھی چین سے رہنے نہیں دیتے،صرف اس جرم میں ان کی جان کے دشمن ہو جاتے ہیں کہ انھوں نے اپنے ضمیر کا فیصلہ کیوں قبول کیا۔



Scanned with CamScanner

اب اہل انصاف ہی بتائیں کہ اس ظلم و بربریت کا علاج اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ جہاد کے ذریعہ ظلم کرنے والی طاقتوں پر ایسی کاری ضرب لگائی جائے کہ وہ اس قابل ہی نہ رہ جائیں کہ انسانی معاشرے کو اپنے ظلم و سرکشی کا نشانہ بنا سکیں اور ان کے ضمیر کی آزادی کا حق چھین کر انہیں اپنی مرضی کا غلام بنالیں۔

تیسری آیت:۔

کتب علیکم القتال و ھو کرہ لکم و عسی ان تکرھوا شیأ و ھو خیرلکم و عسی ان تحبوا شیأ وھو شرلکم واللہ یعلم و انتم لا تعلمون (البقرہ:216)

ترجمہ:۔

خدا کی راہ میں لڑنا تم پر فرض کیا گیا اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔ اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو کیونکہ حقیقت کا علم اللہ کو ہے تم نہیں جانتے ہو۔

تشریح:۔

اسلام میں بیشتر عبادتیں ایسی ہیں جن کا تعلق جسم اور مال کی قربانی سے ہے۔ لیکن جس عبادت میں جان کی قربانی دینی پڑتی ہے وہ صرف جہاد ہے۔ یہاں یہ چیز قابل غور ہے کہ ساری آرزوؤں اور تمناؤں کا محور تو آدمی کی زندگی ہی ہے۔ زندگی کے لئے ہر چیز قربان کی جاسکتی ہے۔ لیکن خود زندگی کی قربانی انسان کے لئے کتنی مشکل ہے۔ وہ محتاجِ بیان نہیں ہے، لیکن قربان جائیے قرآن کے اس انداز بیان پر کہ اس مشکل کو کتنی آسانی سے اس نے حل کر دیا ہے۔

انسان کی اسی سرشت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن ارشاد فرماتا ہے: کہ جہاد کا حکم یقیناً تمہیں ناگوار ہوگا کہ اس میں جان کی قربانی کا سوال ہے لیکن یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو چیز تمہیں بری لگتی ہے ہوسکتا ہے انجام کے اعتبار سے وہی تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور جو چیز تمہیں اچھی لگتی ہے ہوسکتا ہے اللہ کے نزدیک وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ کیونکہ ہر چیز کا انجام اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

جہاد سے جی چرا کر اگر کچھ دنوں کے لئے تم زندہ بھی رہے تو اس کے دردناک انجام کی تمہیں کیا خبر! اس کا علم تو صرف اللہ کو ہے۔ لیکن اگر تم نے خوشی خوشی اللہ کی راہ مین اپنی جان دے دی تو اس کے بدلے میں اللہ تمہیں ایسی نعمت عطا کرے گا کہ ہزاروں زندگیاں اس پر قربان ہیں، مرنے کا ایک وقت تو بہر حال مقرر ہے، بستر مرگ پر مرو یا میدان جہاد میں جب ایک دن

رنا ہی ٹھہرا تو کیوں نہ ایسی موت مرو جو تمہیں شہادت کی موت سے سرفراز کرے اور جس کے صلے میں دائمی عزت اور آسائش کا گھر تمہیں نصیب ہو۔

چوتھی آیت:۔

ان الله اشترى من المومنين انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة يقاتلون فى سبيل الله فيقتلون و يقتلون وعدا عليه حقا فى التورة والانجيل والقرآن و من اوفى بعهده من الله فاستبشروا ببيعكم الذى بايعتم به و ذلك هو الفوز العظيم (التوبہ:111)

ترجمہ:۔ بے شک اللہ نے جنت کے بدلے میں مومنین کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا ہے وہ اللہ کی راہ میں کافروں سے اس طرح لڑیں کہ انہیں بھی قتل کریں۔ اور خود بھی قتل ہو جائیں۔ یہ اللہ کے ذمۂ کرم پر سچا وعدہ ہے جس کا بیان توریت میں بھی ہے اور انجیل میں بھی ہے اور قرآن میں بھی ہے۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنے قول کو پورا کرنے والا کون ہے۔ تو خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

تشریح:۔ اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو جہاد کی ترغیب اتنے دلکش پیرائے میں دی گئی ہے کہ اس کے پڑھنے کے بعد دل و دماغ پر سرور و مستی اور جذبۂ سرفروشی کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اللہ نے مومنین کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے حالانکہ مومنین کی جان اور ان کا مال سب اللہ ہی کی ملک ہیں۔

لیکن قربان جایئے اس شان بندہ نوازی کے کہ اسی کی دی ہوئی جان، اور اسی کا بخشا ہوا مال اس کی راہ پر خرچ کرو اور جنت کے مالک بن جاؤ قتل کرو جب بھی اور قتل ہو جاؤ جب بھی جنت کا استحقاق ہر حال میں محفوظ ہے۔ اور بات میں قوت پیدا کرنے کے لئے یہ یقین دہانی بھی کس غضب کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدے ایفاء کا پورا پورا ذمہ لیا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر مومنین جہاد کے لئے اپنے اپنے گھروں سے نکل کر جنت کیطرف پیش قدمی نہ کریں تو ان سے بڑھ کر بد قسمت اور کون ہوگا؟ (جاری ہے)

زندگی آمد برائے بندگی ——— زندگی بے بندگی شرمندگی
خدمتِ خلق ہے اصل بندگی ——— ورنہ زندگی ہے سراسر شرمندگی

تعریف جو میں کرتا ہوں خیر الانام کی
عزت بلند ہوتی ہے میرے کلام کی
میری قبر میں لائیں گے تشریف مصطفےٰ
عادت بنا رہا ہوں درود و سلام کی

(قاری عبدالحمید صاحب)

# یوم یکجہتی کشمیر

قاری محمد رفیق فیضی

کشمیر کی سینکڑوں سالہ تاریخ اسلامی روایات کی امین ہے۔ یہ جنت نظیر وادی اپنا منفرد ثقافتی ورثہ رکھتی ہے۔ اس کی بنیاد صرف اور صرف اسلام پر ہے۔ یہاں کے آزاد منش مسلمانوں کے دلوں پر اسلام کی مہر ثبت ہے۔ رنگینی فطرت کے اس خطہ میں فن تعمیر، خطاطی، فن چوبکاری، فن حرب، چاندی اور پیتل کے برتنوں پر بیل بوٹے کا کام، کڑھائی سلائی اور دیگر آلات میں اسلامی اقدار کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ وادی کشمیر کی مساجد، خانقاہیں، مزارات وعمارات حسن وزیبائش اور کاری گری کے نمونوں میں دل پذیر ہیں۔ سینکڑوں سالہ امن وآشتی اور پیار کی یہ وادی آج انگار وادی بنی ہوئی ہے۔ جس کا ایک ایک پتا خون کے آنسو رو رہا ہے، ہر سائبان لہولہان ہے اور ہر مسلمان کلمہ حق بلند کرتے ہوئے خون کے آنسو پی رہا ہے کشمیر کی اس تحریک آزادی کا آغاز 31 جولائی 1931ء کو ہوا تھا۔ جب کشمیری فرزندان اسلام نے ڈوگرہ سامراج سے آزادی اور اسلام کی سربلندی وبقاء کے لئے اصولوں کی جنگ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ انہوں نے کا باب منور کیا۔ آزادی کی مانگ میں لہو کا سیندور بھرنے والے مجاہدین نے قربانیوں کا آغاز کیا۔ 1940ء میں دوقومی نظریے کی بنیاد پر جب ہم نے اپنی منزل کا تعین کیا اور ہم سوئے منزل پاکستان چلے تو ریاست جموں وکشمیر کے مسلمانوں نے بھی مسلمانان برصغیر کی تحریک آزادی کے ساتھ اپنے فکری اور نظریاتی رشتے جوڑ دیئے۔ 3 جون 1948ء مہاراجہ کشمیر سے مطالبہ کیا تھا کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کرے ریاست جموں وکشمیر کے دشمن لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور لارڈ کلف نے مسلم دشمنی اظہار کے لئے ریاست کا الحاق پاکستان سے نہ ہونے دیا۔ اس کے پس منظر میں تفرقہ ڈالو اور حکمرانی کرو کی پالیسی کارفرما رہی۔

آج ہر کشمیری مسلمان بے وطن ہے، اس وادی میں ماتم کناں سخن ہے، یہ اجڑا ہوا چمن ہے، زخموں کا بدن ہے، بدلی ہوئی پھبن ہے، حسن شعلہ زن

...یدہ پیراہن ہے، قربانی عشق کا چلن ہے، ہر ...شل کوبکن ہے، مفلسی کا بانکپن ہے، سر سے ...ندھے کفن ہے، حکایت محن ہے، مجاہد خیمہ زن ہے، دل میں جلن ہے، مہتاب کو گرہن ہے، اجڑی انجمن ہے، لیکن غازیوں کا کمال فن ہے۔

ایک وقت تھا جب اہل پاکستان نعرہ لگایا کرتے تھے کہ ''کشمیر بنے گا پاکستان، کشمیر بنے گا پاکستان، میرے وطن تیری جنت میں آئیں گے اک دن، میرے وطن تیری جنت میں آئیں گے اک دن'' مگراب یہ نعرہ آہستہ آہستہ دم توڑ رہا ہے۔ گروہی بندی نے اتحاد کے سائبان کو چھلنی کر دیا ہے۔ چرار شریف سے کراچی کے ساتھ ساتھ بلوچستان کے حالات ایک جیسے ہیں۔ کشمیر کی وادی لہولہان بھارت کے ہاتھوں ہے لیکن باب الاسلام کس کے ہاتھوں لہولہان ہے۔ منتشر قوم جو اپنے مسائل حل کرنے میں ناکام ہورہی ہے وہ کشمیر کی آزادی کے لئے کوئی عملی اقدام کس طرح کر سکتی ہے۔ جس قوم کا قبلہ اول 1967ء سے اذان کی آواز کو ترس رہا ہو اس قوم سے کشمیر کی آزادی کی توقع کس طرح کی جا سکتی ہے، جس قوم نے اپنا ملی تشخص بھلا دیا ہو، وہ قوم اپنے اکابرین کے نقش قدم پر کیونکر چل سکتی ہے۔ قدرت قوموں کی اجتماعی غلطی کو معاف نہیں کرتی۔ 5 فروری یوم احتساب ہے۔ ہم نے کشمیر کی آزادی کے لئے جو تحریک شروع کی تھی اب اس کا کیا بنا؟ پاکستان کے حصول کے لئے کشمیریوں نے ہمارے ساتھ شانہ بشانہ تحریک آزادی میں حصہ لیا تھا۔ لیکن اب ہم انہیں فراموش کر رہے ہیں۔ وطن سے محبت کرنے والے کشمیریوں کی ایک جماعت، مٹھی بھر مسلمان اپنے جذبہ شوق شہادت سے بھارت کے خلاف صف آراء ہیں۔ ان کے ایمان کی حرارت سے اہل بھارت لرزاں ہیں۔ لیکن مجموعی طور پر ہم اپنے مفادات میں گھرے ہوئے ہیں۔ فرقہ بندی اور گروہ بندی نے اتحاد کو چکنا چور کر دیا ہے۔

ہمیں تحریر و تقریر کے ساتھ عملی طور پر میدان عمل میں آنا ہوگا۔ بھارت کشمیر کے علاوہ ان علاقوں میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ اپنی جارحیت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ مسلمان کا عرصہ حیات تنگ ہے۔ دشمن برسر جنگ ہے ہماری حالت ایسی ہے جیسے کٹی پتنگ ہوں، ہمارا مقابلہ ایک ایسے دشمن سے ہے جس کا کوئی اصول نہیں، وہ نہ اقوام متحدہ کو مانتا ہے اور نہ انسانی تقاضوں کو، ایسے ملک سے کسی ہمدردی کی توقع نہیں کی جا سکتی، مایوس ہونا کفر ہے، ہمیں مایوس ہونے کی بجائے، اجتماعی شعور بیدار کرنے کے لئے تیار ہونا

چاہیئے۔انگاروادی کو ایک بار پھر امن وادی بنانے کے لئے پوری قوم کو تیار کرنا ہے۔ملی شعور بیدار کرنے کے لئے محبّ وطن افراد کو میدان عمل میں آنا ہوگا۔اس زندگی کا حق ادا کرنے کے لئے ہمیں اپنا آج، اپنے بھائیوں کے کل کے لئے قربان کرنا ہوگا۔بھارت جنگی تیاریوں میں مصروف ہے اور ہم اپنے آپ سے برسر جنگ میں ہماری جنگ ضمیر بیدار کرنے کے لئے ہونی چاہیئے۔عالمی ضمیر تو مسلمانوں کے خلاف ہے۔لیکن کم از کم مسلمانوں کے ضمیر پر دستک دینے کے لئے ہمیں اپنی زندگی کا مقصد سمجھنا ہوگا۔کہ خدا نے ہمیں ایک با مقصد زندگی عطا کی ہے۔

## بقیہ نمبر 2

میں معزز اور محترم ہوجاتا ہے۔

☆ اگر کوئی شخص اس اسم الٰہی کو 212 بار باوضو حالت میں پڑھے تو اس پر کوئی ظلم نہیں کرسکتا۔

☆ اگر یا ملک الملک کا ورد کر کے کوئی شخص ظالم حاکم یا سخت مزاج افسر سے ملے تو وہ بھی نرم مزاج اور رحم دل ہوجاتا ہے اور اچھا سلوک کرتا ہے۔

☆ اس اسم مبارک کے ورد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ عسرت سے بچائے رکھتا ہے اور سدا اس کے ذریعہ معاش کی حفاظت کرتا ہے۔

☆ برائے قیام بادشاہت وحکومت واختیار اور عہدہ، دولت، عزت، مقدمے میں کامیابی، دشمنی دور کرنے کیلئے، ذاتی مکان کے حصول یا دوکان وغیرہ کو کرائے دار سے خالی کروانے کیلئے۔

مندرجہ بالا معاملات کے لئے اسم الٰہی یا مالک روزانہ ایک ہزار مرتبہ ذکر بمعہ اول وآخر درود شریف سات سات مرتبہ فائدہ مند ہے۔

☆ جب کسی مقدمے کا سامنا ہو اور حق کا ملنا مشکل نظر آرہا ہو اور فریق مخالف طاقتور اور غیر اخلاقی وغیر قانونی حربے اختیار کرتا ہو

☆ جب اپنا ذاتی مکان بنانے کی خواہش کی تکمیل ہوتی نظر نہ آئے تو ذاتی مکان کے حصول کیلئے مندرجہ بالا عمل بہت فائدہ مند ہے۔

☆ جب کسی کرائے دار نے دوکان یا مکان وغیرہ پر ناجائز قبضہ کرلیا ہو یا مالک کی ضرورت کے باوجود خالی نہ کرتا ہو کرایہ وغیرہ نہ ادا کرتا ہو۔

☆ جب کسی بادشاہ، صدر، وزیر وغیرہ کو عدم استحکام کا سامنا ہو تو اس کے نام بمعہ والدہ کے اعداد حاصل کر کے اسم الٰہی یا مالک میں جمع کریں۔

☆ اگر کوئی شخص حق دار ہو تو کسی خاص منصب یا عہدے کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ تنہائی



Scanned with CamScanner

میں روزانہ پانچ سو بار اس اسم مبارک کا ورد کر کے اللہ سے دعا مانگے۔

☆ اس اسم مبارک کا ورد کرنے والا وسواس شیطانی سے ہمیشہ بچا رہتا ہے اور اس کی طبیعت نیکی اور بھلائی کی جانب مائل رہتی ہے۔

☆ جو شخص اس اسم مبارک کو سات ہزار بار روزانہ پڑھے اور روزانہ اسے جاری رکھنے کا عزم کرے تو اللہ تعالیٰ اسے صاحب جاہ و حشم، غنی اور ذی وقار بنائے رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی عزت اور وقار کو ہمیشہ برقرار رکھتا ہے۔

☆ قل اللھم ملک الملک تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر وھو علی کل شیء قدیر تولج اللیل فی النھار و تولج النھار فی اللیل و تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی و ترزق من تشاء بغیر حساب انک علی کل شیٔ قدیر ۔" کہہ دیجئے اے بادشاہوں بادشاہ تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے۔ تو جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا۔ تیرے ہاتھ میں سب بھلائی ہے۔ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ کو پیدا کرتا ہے اور جسے چاہے بغیر حساب رزق دیتا ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے" لکھے تو لوگوں میں ہیبت والا ہو یہ نقش افلاطون نے سکندر ذوالقرنین کے لئے تیار کیا تھا جس کے اثر سے شیر بھی کانپتے تھے۔

☆ کسی مقدمے میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے سات روز تک روزانہ اکتالیس ہزار بار اس اسم مبارک کا ورد کر کے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ مقدمے میں کامیابی دیتا ہے۔

☆ الملک تسخیر محبت اور مقاصد کے حصول کے لئے بھی اکسیر ہے مال و دولت میں اضافے کے لئے بعد نماز عشاء روزانہ 3125 بار توجہ سے پڑھے تو ان شاء اللہ مقصد حاصل ہو۔

☆ اگر کوئی بادشاہ یا ملک القدوس بکثرت پڑھے گا تو اس کا ملک ہر آفت سے بچا رہے گا اور اگر صاحب ملک نہیں تو اس کی عزت میں اضافہ ہوگا۔

☆ اگر کوئی اپنا دل روشن کرنے کی نیت سے پڑھے گا تو اس کا دل روشن ہو جائے گا۔

☆ اگر کوئی مال دار بننے کی نیت سے پڑھے گا تو وہ تونگر ہو جائے گا۔

☆ یا مالک یا ملیک یا ملک

یہ اسماء ہم معنی اور ہم صفات ہیں ان تینوں اسماء میں سے جو بھی 91 اسم اعداد کے لحاظ سے 90 آپ کے نام کے مطابق ہیں۔ ان کو اسی تعداد یعنی فائدہ اول کے مطابق پڑھیں۔ امام علی رضا فرماتے ہیں کہ یہ اسم بہت سریع الاثر ہیں۔ مگر ان میں سے کسی اسم کو آٹھ ہزار ایک سو مرتبہ پڑھ کر جو دعا مانگے قبول ہو۔

☆ تنگ دستی اور بے روزگاری کے لئے یا مالک 90 بار یا ملیک 100 بار یا مَلِکُ 91 بار روزانہ پڑھے تو خلق سے بے نیاز ہو اور دولت و دنیا اس کی جانب رجوع کرے۔ اگر اسم کو اسم قدوس سے ملا کر پڑھے یعنی الملک القدوس 26 بار تو اگر صاحب عزت و اقبال ہو یا کاروبار اور ملازمت یا جس عہدے پر فائز ہو تو مولیٰ تعالیٰ اس کے ملک یعنی نسب کو قائم و دائم رکھے اور عزت و حرمت ملے اگر 90 بار ہی پڑھے تو دل منور ہو۔

☆ سبحان الملک القدوس: ایسا عظیم ذکر ہے جس کو اہل معرفت پڑھتے ہیں ورد کرتے ہیں عظیم مقامات طے کرتے ہیں۔

☆ اگر یا ملک الملک کا مسلسل ذکر کرنے والا بفضل تعالیٰ خوش حال اور دولت مند ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی تمام مشکلات دور کر دیتا ہے۔

☆ جو شخص یا ملک الملک کا اکثر ورد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے کامیابیوں سے ہمکنار کرتا ہے۔

☆ اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو یا رؤف کے ساتھ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیتا ہے اور اس شخص میں ایک خاص جاہ جلال بھی پیدا کر دیتا ہے۔

☆ اگر کوئی شخص لا الہ اللہ الملک الحق المبین ایک سو مرتبہ پڑھے اور دعا کرے تو اس کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

حدیث نبوی ﷺ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم ”دو کلمے ایسے ہیں کہ وہ زبان پر بڑی آسانی سے جاری ہو جاتے ہیں، ترازو پر بڑے بھاری ہوں گے، اللہ تعالیٰ کو بڑے پیارے ہیں وہ یہ ہیں ”سبحان اللہ و بحمدہ و سبحان اللہ العظیم“۔

(رواہ بخاری، راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

# بسنت کاری یا رسم کا تہوار

از قلم: محمد ظفر اقبال فریدی

ان دنوں میں پورے ملک میں موسم بہار کی آمد ہے شہر شہر جشن بہاراں کی کیفیت اور بسنت میلوں کے انعقاد کا سلسلہ جاری ہے۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ بسنت ہندوؤں کا تہوار ہے لیکن جدید تحقیق سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ بسنت کو پتنگوں کے تہوار میں بدلنے کی روایت کا آغاز قدیم عصر کی تہذیب سے ہوا۔ بسنت میلوں کے انعقاد کے لئے مصر اور چین سے ہوتا ہوا یہ ہندوستان میں آیا۔ برصغیر کی مخصوص ثقافت بسنت میلوں کے انعقاد کے لئے مصر اور چین کے مقابلے میں زیادہ زرخیز ثابت ہوئی۔ اور بسنت میلے برصغیر میں بدلتے ہوئے موسموں کی پہچان بن گئے۔ بسنت میلہ کو ہندوستان میں نہایت جوش وخروش سے منایا جاتا ہے۔ مگر پنجاب میں بھی بسنت کی آمد کے ساتھ ہی آسمان کی نیلگوں وسعتوں میں رنگ برنگی پتنگیں اڑنے لگتی ہیں، عمارتوں کی چھتوں اور کھلے میدانوں میں پتنگ بازوں کے جھرمٹ لگ جاتے ہیں اور اونچی آواز میں گانوں کی دھنیں، لڈی ڈالنے، رقص کرنے، ہوائی فائرنگ کے ساتھ ساتھ شور شرابہ کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ بسنت کا میلا زیادہ تر رات کے وقت منایا جاتا ہے۔ اسے بسنت نائٹ کہا جاتا ہے۔ ہر شہر میں بعض حویلیاں اور اونچی عمارتیں پتنگ بازی کے اڈے بن جاتی ہیں۔ بہت سے دوست، خاندان اور فیملی فرینڈ آپس میں آمنے سامنے ہوتے ہیں۔ شب بھر ایک دوسرے کی ڈور کاٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اہل یونان پتنگیں اڑانے کو سماوی آفات سے نجات حاصل کرنے کا باعث سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ پتنگیں اڑانے سے آسمان سے زمین پر نازل ہونے والی آفات واپس لوٹ جاتی ہیں۔ تقریباً 300 قبل مسیح میں جاپان کے ایک فوجی ''ہان'' نے پتنگوں کو جنگی مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ 1752ء میں بینجمن فرینکلس نے بادلوں میں موجود بجلی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے پتنگوں کا سہارا لیا۔ 1883ء میں برطانیہ کی ایک طیارہ ساز کمپنی ''ڈگلس'' نے پتنگوں کو ہوا کا رخ اور اس کی رفتار معلوم کرنے

جت کے لئے استعمال کیا۔ بعدازاں پتنگوں سے جاسوسی کا کام بھی لیا گیا۔ اس کے ساتھ کیمرہ باندھ کر زمین کی تصوریں لی گئیں۔ چین میں ہر سال 9 ستمبر جبکہ جاپان میں ہر سال 5 ستمبر کو پتنگیں اڑانے کے مقابلے ہوتے ہیں۔

پاکستان میں نصف صدی پہلے صرف لاہور تک بسنت محدود تھی مگر اب پورے ملک میں منائی جاتی ہے۔ سرکار کی طرف سے بسنت منانے میں رکاوٹ نہیں ڈالی گئی بلکہ بسنت کا تہوار منانے والوں کے لئے حفاظتی اقدامات کئے جاتے ہیں۔ بسنت میں بہت سی رنگینیاں ہوتی ہیں اس روز سارا دن بوکاٹا اور پیچا ڈالنے کی آوازیں آتی رہتی ہیں۔ اب تو عیاشی کے ساز و سامان کا انتظام کیا جاتا ہے۔ لیکن باشعور اور قوم کا درد رکھنے والے افراد بسنت تہوار میں کروڑوں روپے کے ضیاع کے خالف ہیں اور وہ ایسے عناصر کی نشاندہی کرتے رہتے ہیں جن سے ملک اور قوم کو صرف نقصان ہی ہو سکتا ہے۔ بسنت صرف سرمایہ کا نقصان ہی نہیں بلکہ بہت سی قیمتی جانوں کے ضیاع ہو جانے کا بھی باعث بنتی ہے۔ لوگوں کا چھتوں سے گر کر اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دیکھتے ہوئے حادثات کا شکار ہو کر زخمی ہونے کا باعث بھی بنتی ہے۔ حالیہ ہی میں صرف لاہور میں نقصان کا اس رپورٹ سے اندازہ لگائیں کہ تقریباً 50 کے قریب افراد بسنت میں ہلاک ہوئے۔ 500 سے زائد زخمی ہوئے اس کے علاوہ فیصل آباد، بہاولپور کراچی اور اسلام آباد، راولپنڈی اور دیگر بڑے، اور چھوٹے شہروں میں اربوں کا نقصان ہوتا ہے، ہزاروں جانیں ضیاع ہوتی ہیں۔ واپڈا کو صرف لاہور میں 15 کروڑ کا نقصان ہوا، بجلی کی بار بار ٹرپنگ میں لاکھوں کی قیمتی اشیاء جل کر راکھ ہو گئیں۔

## بقیہ نمبر 4

لئے باباجی کے پوتے شیخ شاہ جہاں صاحب ہر وقت دربار میں موجود رہتے ہیں۔ ہر جمعرات کو ختم قرآن اور لنگر تقسیم کرنے کا اہتمام کرتے ہیں اور دربار عالیہ کے گدی نشیں کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

حضرت شیخ خانگل باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کا اہتمام ہر سال رجب کے مہینے کی آخری ہفتے کیا جاتا ہے۔ عرس کی تقریبات بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ قرآن خوانی ہوتی ہے۔ نشان بلند کی جاتی ہے۔ غلاف چڑھایا جاتا ہے۔ اور لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔ دور دراز سے بڑی تعداد میں لوگ عرس کی تقریبات میں شرکت کرتے ہیں۔

عرس کے بعد باباجی کے دربار پر دوسری بڑی تقریب، اکیسویں رمضان المبارک کی روزہ کشائی یعنی

افطاری کا اہتمام ہوتا ہے۔ جس میں بڑی تعداد میں لوگ شرکت کرتے ہیں۔

کرامت اولیاء کا حق ہے۔ بعض اولیاء کو اللہ تعالیٰ ایسی کرامت بخشتا ہے کہ ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی وہ کرامت جاری رہتی ہے۔ ایسا ہی ایک کرامت حضرت شیخ خانگل باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی جاری و ساری ہے۔ بعض اوقات انسانوں یا جانوروں پر پھوڑے پھنسیاں نکلتے ہیں۔ اس میں بعض اتنے بڑے اور خطرناک ہوتے ہیں کہ کینسر تک پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے اکثر مریض باباجی کے مزار مبارک پر حاضر ہوتے ہیں۔ قبر مبارک سے کوئی پتھر، مٹی یا جھاڑو متاثرہ مقام پر پھیرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ باباجی کی برکت سے انھیں اس مرض سے نجات دے دیتا ہے۔ وہ بالکل ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں چارپائی پر باباجی کے دربار میں لایا گیا۔ تو وہ ٹھیک ہو گئے۔

ایک خاتون جو آج بھی زندہ ہے وہ کہتی ہے کہ میرے سینے میں ایک پھوڑا تھا۔ ہسپتال میں ڈاکٹروں نے اپریشن تجویز کی۔ لیکن میں ڈر کے مارے ہسپتال سے بھاگ نکلی۔ باباجی کے دربار پر حاضر ہوئی ایک جاڑو اٹھا کر متاثرہ مقام پر پھیرلیا۔ میں ابھی دربار سے نکلی بھی نہ تھی کہ پھوڑا ٹوٹ گیا۔ سارا گند بہہ نکلا۔ میں نے گھر جا کر صفائی کی اور معمولی مرہم پٹی کرواکر تین چار دن میں چنگی بھلی ہو گئی۔ اس طرح میں بغیر تکلیف اٹھائے اپریشن سے بچ گئی۔

اس قسم کے سینکڑوں لوگ باباجی کے اس زندہ کرامت کے چشم دید گواہ ہیں۔ جن پر پھوڑے نکلے تھے اور وہ باباجی کی برکت سے صحت یاب ہو گئے۔ باباجی کی یہ کرامت ان کی حیات سے لے کر آج تک (جو تقریباً اڑھائی سو سال تک کے عرصہ پر محیط ہے) جاری ہے۔ اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گی

اس کے علاوہ جو بھی دربار میں حاضری دے کر اللہ تعالیٰ سے جو بھی مراد مانگے اللہ تعالیٰ ان کی مشکلیں آسان کر دیتا ہے۔

## بقیہ نمبر 5

نماز پڑھی، آپ اتنی دیر رکوع میں رہے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میر نکسیر نہ پھوٹ جائے اور خون سے بہنے لگے۔ اس لئے میں اپنی ناک پکڑے رہی۔ آپ نے یہ سن کر تبسم فرمایا۔

وفات: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تقریباً ختم ہو چکا تھا جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔



Scanned with CamScanner